تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی اسلامک سٹڈیز

فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ



مقالہ نگار

محمد عادل

نگران مقالہ

ڈاکٹر اظہار خان

ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز

عبدالولی خان یونیورسٹی مردان، خیبر پختونخوا

اکیڈمک سیشن: 2015ء - 2018ء


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرس مندرجات

انتساب

اپنے والدین کریمین اور اساتذہ کے نام، جن کی بہترین تربیت کی بدولت میں اس قابل ہوا کہ یہ مقالہ پیش کر سکوں۔

Author's Declaration

I Muhammad Adil S/O Gulzar Muhammad hereby state that my PhD thesis titled:

فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ

is my own work and has not been submitted previously by me for taking any degree from this University Abdul Wali Khan University Mardan KPK Or anywhere else in the country/world.

At any time if my statement is found to be incorrect even after my Graduate the university has the right to withdraw my PhD degree.

Name of Student: Muhammad Adil

Date:September 5 ,2018



Department of Islamic Studies
ABDUL WALI KHAN UNIVERSITY MARDAN
URL: www.awkum.edu.pk, Email: salihuddin@awkum.edu.pk

Thesis Forwarding Sheet by the Supervisor

The thesis entitled فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ *submitted by* ***Mr.Muhammad Adil*** *in partial fulfillment of the requirement for the degree of* ***Ph.D*** *in Islamic Studies has been completed under my guidance and supervision. I am satidfied with the research work of the scholar and recommend its submission for further process of evaluation and viva-voce examination.*

Dr. AbZahir Khan

(Research Supervisor)

Department of Islamic Studies,

Adbdul Wali Khan University Mardan.

Dated: September 5 ,2018



QUALITY ENHANCEMENT CELL (QEC)
ABDUL WALI KHAN UNIVERSITY, MARDAN
Ph# 0937-843359, Email: qec@awkum.edu.pk
URL: www.awkum.edu.pk

No. D. QEC/AWKUM/2018/2075 Dated: 23/01/2018

Similarity Index Certificate

Plagiarism Detection Software Used	Turnitin (HEC) recommended)
Name of student	Mr. Muhammad Adil
Father Name	Gulzar Muhammad
Level of Project/thesis	PhD
Teaching Department	Islamic Studies
Title of thesis	فتاویٰ عالمگیری کےفوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ
Matching (similarity index found)	05% (Recommended threshold by HEC 19%)
Name of supervisor	Dr. Abzahir Khan
Head of teaching department	Prof. Dr. Niaz Muhammad

Shah Awan
Director QEC (Acting)



DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES
ABDUL WALI KHAN UNIVERSITY MARDAN

Dated: August 13, 2018

Correction Certificate by Supervisory Committee

I solemnly certify that **Mr.Muhammad Adil** PhD Research Scholar, Registration No: **11-AIL-SSCEM-M-39** Session:**2015-2018** has incorporated all the observations/comments of the external evaluators in his/her thesis entitled as:

فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ

Keeping in view, he is allowed to submit the revised version of his PhD thesis to the department for further process.

Dr.Abzahir Khan, Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, AWKUM

We, members of the Supervisory Committee, in our meeting held on: 13/08/2018 have gone through the work done by the scholar and viewed all the reports of external evaluators. Consequently, we testify the incorporation of the observations/comments of the external evaluators by the scholar. We recommend the submission of the revised version of his PhD thesis to the department for further process.

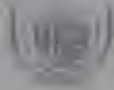
Dr. Hafiz Salihuddin, Associate Professor,
Department of Islamic Studies, AWKUM

Dr. Karim Dad, Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, AWKUM

Dr. Muhammad Tahir, Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, AWKUM

Countersign
By Chairperson

CHAIRMAN



DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES
ABDUL WALI KHAN UNIVERSITY MARDAN

Certificate of Acceptance by the Ph.D Public Defence Committee

Public Defense held on ______________

PhD PUBLIC DEFENSE COMMITTEE:

Certificate of Approval

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Department of: Islamic Studies

University of: Abdul Wali Khan University Mardan

[illegible]

1. Prof. Dr. [illegible] (External Examiner)
   [illegible]
   [illegible]

2. Prof. Dr. Niaz Muhammad [illegible]
   [illegible]
   [illegible] Mardan

Supervisor Name: Dr. Abzahir Khan
[illegible]
[illegible] Mardan

[illegible]: Prof. Dr. Niaz Muhammad
[illegible] of Islamic Studies
Abdul Wali Khan University Mardan

Countersigned by Dean of Arts & Humanities

Prof. Dr. Niaz Muhammad
Dean of Arts & Humanities
Abdul Wali Khan University Mardan

اظہار تشکّر وامتنان

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اتنی توفیق بخشی کہ فتاویٰ عالمگیری جیسے عظیم علمی وفقہی ذخیرے پر تحقیقی کام کے قابل ہوا۔اس کے بعد میں اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں کہ شعبہ اسلامیات عبدالولی خان یونیورسٹی کے جملہ اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کروں، جنہوں نے پی ایچ۔ڈی کے اس کٹھن تحقیقی مرحلہ میں قدم بہ قدم میری حوصلہ افزائی فرمائی۔(فجزا هم الله خيراً) بالخصوص اپنے استاذ محترم اور نگران مقالہ ڈاکٹر ابظاہر خان صاحب اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات جنہوں نے اس تحقیقی مقالے کے ابتدائی مرحلے سے انتہائی مرحلے تک بہت شفقت، محبت اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہترین علمی اور فنی مہارت کے ساتھ بندہ کی رہنمائی فرمائی۔

فجزا هم الله احسن الجزاء كمايجازي به عباده الصالحين المصلحين (آمين)

اس کے ساتھ ساتھ ڈیپارٹمنٹ کے تمام اساتذہ کرام خصوصاً استاذ محترم جناب ڈاکٹر حافظ صالح الدین حقانی، ڈاکٹر کریم داد صاحب، ڈاکٹر محمد طاہر صاحب، ڈاکٹر محمد نعیم صاحب، ڈاکٹر محمد زبیر صاحب، ڈاکٹر گلزار علی صاحب اور ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب کا صمیم قلب سے مشکور ہوں جن کی مشفقانہ رہنمائی کی بدولت راقم اپنی علمی بے ضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود اس تحقیقی سفر میں کامیابی سے ہم کنار ہوا۔(فجزاهم الله خيراً)

ان حضرات کے ساتھ ساتھ میں ان تمام دوست واحباب کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی درجے میں اس کٹھن گھڑی میں راقم کی راہنمائی فرمائی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرما کر ہم سب کے لیے فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

محمد عادل

پی ایچ۔ڈی سکالر

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو ایک کامل و مکمل دین کی حیثیت سے نافذ فرمایا۔یہی وجہ ہے کہ اس کے احکامات محض عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں یہ انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔اس نے انسان اور خالق کے مابین تعلقات کے ساتھ ساتھ انسانوں کے باہمی معاملات میں واضح رہنمائی فراہم کی ہے۔شریعت نے انسان کی جان،مال اور عزت کے تحفظ کو مختلف قوانین کے نفاذ کے ذریعے یقینی بنایا اوراس کے ساتھ ساتھ انسانوں کو بھی یہ اجازت دی کہ خدائی قانون کے تحت اپنے تحفظ کے لئے قوانین وضع کریں،کیونکہ قانون ہی کے ذریعے نسل انسانی کاتحفظ،امن کا حصول اور جرائم کی روک تھام ممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مہذب معاشرے میں قانون کو بنیادی اساس کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔لیکن کوئی بھی قانون اس صورت میں زیادہ بہتر اور عمل درآمد کے لئے آسان ہوتاہے جب اس کا ہر جز واضح ہو۔یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں ہر قسم کی وضعی قوانین کی باقاعدہ دفعہ بندی(Codification)کی جاتی ہے دفعہ بند قانون میں ہر جز متعین اور واضح ہوتاہے اس لئے عدالتوں کے لئے اس کا اجراء سہل ہوتاہے۔عربی میں اس کے لئے تقنین کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

تقنین (Codification)

تقنین کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"وضع مواد تشريعة يحكم بها القاضي ولا يتجاوزها[1]"

ترجمہ:شرعی مواد کو ایسے سانچے میں ڈھالنا کہ قاضی اس کے ذریعے فیصلہ کرے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔

ڈاکٹر یوسف الرزقاوی[2]تقنین کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

"احکام شرعیہ کو جدید دیوانی،فوجداری اور انتظامی قوانین کی طرز پر نمبروار انداز سے مرتب صورت میں ڈھالنا تقنین(Codification)ہے[3]"۔

وضعی قوانین کی طرح فقہ اسلامی کی دفعہ بندی کی طرف کماحقہ توجہ نہیں دی گئی۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک فقہ اسلامی کی تقنین کا مسئلہ مختلف فیہ رہاہے۔لیکن عصر حاضر کے نامور علماء،فقہاء اور محققین نہ صرف تقنین کے جواز کے قائل ہیں بلکہ اس کو ضروری خیال کرتے ہیں۔عصر حاضر میں تقنین کے جواز کے قائلین میں ڈاکٹر یوسف الزرقاوی،شیخ ابو زہرہ،ڈاکٹر عبدالکریم زیدان،شیخ مصطفیٰ

---

(1) حکم تقنین الشریعۃ الاسلامیۃ،عبدالرحمن بن سعد الشثری،۱۵،دار الصمیعی للنشر والتوزیع،الریاض،۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

(2) ڈاکٹر یوسف قرضاوی 9 ستمبر 1926ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔وہ دو برس کے تھے کہ ان کے والد انتقال کر گئے۔انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔آپ جامعۃ الازہر میں بھی زیر تعلیم رہے۔پھر قطر چلے گئے۔یوسف القرضاوی یورپین کونسل فار فتاویٰ اینڈ ریسرچ کے سربراہ ہیں۔انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔(https://en.wikipedia.org/wiki/Yusuf_al-Qaradawi)

(3) مدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ،ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی،۲۵۹،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱۹۹۳ء

الزر قاشامل ہیں۔ان علماء کی رائے ہے کہ اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے اس کی تقنین یاضابطہ بندی(Codification)ضروری ہے اور جب تک شریعت اسلامی کے احکام کو وضعی قوانین کی طرح ضابطہ بند نہیں کیا جاتا اس وقت تک شریعت کا نفاذ اور احکام شریعت کے مطابق عدالتی نظام کے تحت فیصلوں کا عمل بطریق احسن تکمیل پذیر نہیں ہو سکے گا[4]۔

اسلامی قوانین کی دفعہ بندی کی ابتداء سلطنت عثمانیہ کے دور میں ہوئی۔اس دور میں عدالتی حلقوں نے جب دفعہ بندی کی ضرورت کو محسوس کیاتوان کے مطالبے اور خواہش پر مجلس شوریٰ نے فقہاء،ماہرین قانون اور ارکان شوریٰ پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا جس نے انتھک محنت کے بعد تاریخ اسلامی کا پہلا مدون مجموعہ "مجلة الاحکام العدلیة" کے نام سے پیش کیا[5]۔ لیکن یہ مجموعہ صرف قوانین بیع و شراء تک محدود تھا اور فوجداری و شخصی قوانین اس میں شامل نہیں تھے۔اس لئے یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ اسلامی قوانین کے شخصی اور فوجداری قوانین کو بھی دفعہ بند کیا جائے۔

اسلامی فقہ پر نظر ڈالی جائے تو اس میں ہر قسم کے قوانین کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور شخصی،دیوانی،فوجداری اور عائلی قوانین پر مشتمل لاتعداد مجموعے اور کتب موجود ہیں۔ان کتب و مجموعات میں بعض کتب کو ان کے جدت وندرت کی وجہ سے انتہائی شہرت حاصل ہوئی۔جن میں سے ایک "فتاویٰ عالمگیری" بھی ہے جو علمی دنیا میں "فتاویٰ ہندیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

فتاویٰ عالمگیری(Ftawa Alamgiri)

مغل فرمانروا اورنگزیب عالمگیر[6] نے اپنے دور حکومت میں ہندوستان میں شریعت کے نفاذ کے لئے اقدامات اٹھائے۔اس دوران انہوں نے قوانین اسلامی کے حوالے سے ایک ایسی جامع کتاب کی کمی محسوس کی جس میں تمام جزئیات اور نئے پیش آمدہ مسائل کا حل موجود ہو۔اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے جید علماء وفقہاء پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا۔اورنگزیب عالمگیر نے اس کمیشن کی سربراہی کے لئے علامہ نظام الدین برہان پوری کو منتخب کیا۔اس کمیشن میں علامہ ابوالخیر حنفی ٹھٹھوی، شیخ رضی الدین باگل پوری، قاضی محمد حسین جون پوری، مفتی وجیہ الدین گوپامئوی، مفتی ابوالبرکات الدہلوی، شیخ احمد بن ابو منصور گوپامئوی، شیخ جلال الدین جعفری مچھلی پوری، مولانا حامد جونپوری، قاضی عبدالصمد عثمانی، مولانا عبدالفتاح صمدانی، قاضی عصمت اللہ لکھنوی، مولانا محمد جمیل جون پوری، شیخ محمد سعید سہالوی اور شیخ محمد غوث کاکوروی وغیرہ جیسے اساطین علم شامل کئے گئے تھے۔

---

(4) ہزارہ اسلامکس، مشمولہ:اسلامی قوانین کی دفعہ بندی:ایک ناقدانہ جائزہ، مقالہ نگار:ڈاکٹر نیاز محمد ، محمد شعیب، جلد :۳ شمارہ:۱،ص ۱۱تا۲۴،ہزارہ یونیورسٹی،مانسہرہ، جنوری تاجون ۲۰۱۴

(5) حکم تقنین الشریعة الاسلامیة،۲۰

(6) محی الدین اورنگزیب عالمگیر(۱۷۰۷ء) ایک نیک سیرت حکمران تھے۔آپ قرآن کریم کے حافظ تھے۔آپ چھٹے مغل حکمران،اعلیٰ درجے کے منتظم، مدبر اور متقی انسان تھے۔آپ کو علم دوستی اور انصاف میں لازوال شہرت حاصل ہوئی۔فتاوی عالمگیری کی تدوین آپ کا عظیم کارنامہ ہے جس کو آپ کی تشکیل کردہ علماء وفقہاء کے ایک کمیشن نے مرتب کیا۔(علماء ہند کا شاندار ماضی، مولانا سید محمد میاں،۳۲۸،جمعیة کمپوزنگ سنٹر،لاہور،۲۰۱۰ء۔ادارہ دائرۃ المعارف،۲۰: ۶۳،دانش گاہ،پنجاب،لاہور)

ان علماء نے فقہ اسلامی کے تمام ذخیرے کو سامنے رکھ کر یہ مجموعہ مرتب کیا، فتاویٰ عالمگیری کی تیاری میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا، ان میں الجامع الصغیر، الہدایہ، العنایہ، البنایہ، کفایہ، فتح القدیر، کنزالد قائق، البحر الرائق، تبیین الحقائق، شرح الوقایہ، المحیط للسرخسی، المبسوط، النہر الفائق، فتاوی قاضی خان، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ تاتار خانیہ، الجوہرۃ النیرۃ، العتابیہ، خزانۃ المفتین، خزانۃ الفتاویٰ، شرح الزیادات، مختصر القدوری، غایۃ البیان، مختارات النوازل، الحاوی المقدسی، النہایہ، المحیط البرہانی، طحاوی، الظہیریہ اور الجامع الوجیز شامل ہیں۔

ان علماء نے دو سال کی محنت شاقہ کے بعد فتاویٰ عالمگیری کی شکل میں ایک بہترین مجموعہ پیش کیا۔ یہ فتاویٰ ہدایہ کی ترتیب پر ہے۔ حسن ترتیب اور فقہی جزئیات کی کثرت اور جامعیت کی وجہ سے یہ دیگر فتاویٰ سے ممتاز ہے[7]۔

فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی گئی کہ کتاب کے تحت ابواب اور ذیلی فصول قائم کئے گئے ہیں جیسے کتاب الجنایات میں سترہ(۱۷) ابواب اور پانچ(۵) ذیلی فصول قائم کئے گئے ہیں۔ اب تک اس فتاویٰ کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں جن میں فارسی اور اردو شامل ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری فقہ اسلامی کا ایک بے مثل ذخیرہ ہے، لیکن ابھی تک اس کی کماحقہ خدمت نہ کی جا سکی۔ زیرِ نظر مقالہ میں اس کی دفعہ بندی کے ساتھ اس کی تسہیل، تحقیق اور تخریج کی بھی کوشش کی جائے گی۔ اس کے ساتھ پاکستان میں رائج فوجداری قوانین میں سے تعزیرات پاکستان اور حدود آرڈیننس کے ساتھ اس کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔

حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء (Hudod Ordinannce 1979)

آئین پاکستان کی دفعہ ۲۲۷ میں کہا گیا کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ایک آئینی ادارہ تشکیل دیا گیا اور آئین میں اس کا باقاعدہ طریقہ کار طے کیا گیا۔ ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو صدر مملکت کی طرف سے چار آرڈیننس جاری کئے گئے جو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے نام سے مشہور ہوئے[8]۔ ان چار آرڈیننس کے نام درج ذیل ہیں:

آرڈر نمبر ۴، ۱۹۷۹ء، امتناع منشیات (نفاذ حد)

Prohibition(Enforcement of Hadd) Order No.4 1979

آرڈیننس نمبر ۶، ۱۹۷۹ء، جرائم بخلاف مال (نفاذ حد)

---

(7) فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے معلومات کے لئے جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں نزہۃ الخواطر مؤلف عبدالحی بن فخر الدین الطالبی مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔ قاموس الفقہ مؤلف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مطبوعہ زم زم پبلشر، کراچی ۲۰۰۷ء۔ برصغیر میں علم فقہ مؤلف محمد اسحٰق بھٹی مطبوعہ بیت الحکمت لاہور، ۱۴۳۰ھ۔ کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاویٰ کا تعارف مؤلف محمد نعمان، مکتبۃ المتین کراچی، ۱۴۳۷ھ شامل ہیں۔

(8) تاریخ نفاذ حدود، ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، ۳۰۳تا۳۳۰، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۹۸ء

Offence against Property (Enforcement of) Ordinance No.6 1979 Hadd

آرڈیننس نمبر ۷، ۱۹۷۹ء، جرم زنا (نفاذ حد)

Offence of Zina (Enforcement of Hadd) Ordinance No.7 1979

آرڈیننس نمبر ۸، ۱۹۷۹ء، جرم قذف (نفاذ حد)

Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) Ordinance No.8 1979

حدود آرڈیننس میں کل ننانوے دفعات شامل کئے گئے ،جن میں حد زنا سے متعلق بائیس(۲۲)،حد سرقہ اور حد حرابہ سے متعلق چوبیس(۲۴)،حد قذف سے متعلق بیس(۲۰) اور حد شرب الخمر سے متعلق تینتیس(۳۳)دفعات ہیں[9]۔ لیکن نومبر ۲۰۰۶ء میں تحفظ خواتین ایکٹ کے ذریعے حد زنا سے متعلقہ بائیس(۲۲)دفعات میں سے بارہ(۱۲) دفعات کو مکمل ختم کر دیا گیا اور چھ(۶) دفعات میں جزوی ترمیم کی گئی۔ اسی طرح حد قذف سے متعلق بیس(۲۰) دفعات میں سے آٹھ(۸)دفعات کو مکمل ختم کیا گیا اور چھ(۶)دفعات میں جزوی حذف و ترمیم کر دی گئی۔ زیرِ نظر مقالے میں حدود آرڈیننس کے باقی دفعات کا فتاویٰ عالمگیری کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان(Pakistan Penal Code)

تعزیرات پاکستان، ملک میں رائج فوجداری قوانین میں مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ تعزیرات ہند آزادی سے قبل برطانوی ہندوستان میں رائج تعزیرات ہند ہی سے بنا ہے۔ تعزیرات ہند کو لارڈ میکالے[10] (Thomas Macaulay)کی سربراہی میں قانون دانوں کے ایک بورڈ نے مرتب کیا اور جنوری ۱۹۶۲ء میں ہندوستان میں ایک قانون کی حیثیت سے باقاعدہ طور پر رائج کیا گیا۔ تقسیم ہند کے بعد سرحد کے دونوں جانب یعنی پاکستان اور ہندوستان دونوں میں فوجداری قانون کی حیثیت سے نافذ رہا۔ پاکستان میں یہاں کے معروضی حالات کے پیش نظر تعزیرات پاکستان میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کی جاتی رہی ہیں اور اس میں اسلامی فوجداری قوانین کی دفعات کو شامل کیا گیا ہے۔ تعزیرات پاکستان میں کل ۲۳ ابواب اور پانچ سو گیارہ(۵۱۱) دفعات ہیں[11]۔

اہداف تحقیق (Objectives)

اس موضوع کے انتخاب کا مقصد درج ذیل اہداف کا حصول ہے:

---

(9) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860

(10) لارڈ میکالے(۱۸۵۹ء) ایک قانون دان تھا۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۸ء تک برطانوی حکومت کی طرف سے قانونی مشیر کی حیثیت سے کام کیا۔ آپ کی سربراہی میں برطانوی ہندوستان کے لئے قانون تیار کیا گیا۔

(Macaulay,Thomas,Britannica Student Library,Chicago,Encyclopaedia Britannica,2012)

(11) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860

- قدیم اسلامی فقہی سرمائے کو معاصر انداز میں موئثر طور میں پیش کرنا
- فوجداری قوانین میں شرعی نقطۂ نظر سے عدالتوں کی بہتر رہنمائی کے لئے مواد فراہم کرنا
- پاکستان میں رائج حدود آرڈیننس و تعزیرات پاکستان اور اسلامی قوانین کے درمیان تقابل کرنا
- وضعی قوانین کو اسلامیانے میں آسانی پیدا کرنا
- فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی تحقیق و تخریج اور تسہیل کرنا

منہج تحقیق (Research Methodology)

بنیادی طور پر مذکورہ تحقیق خالصتاً علمی و فقہی ہے جو لائبریری کی وساطت سے انجام دی جائے گی۔ لہٰذا ملکی سطح پر بڑے بڑے کتب خانوں سے استفادے اور فنی ماہرین کی معاونت سے موضوع سے متعلق ٹھوس مواد حاصل کرنے کے علاوہ دستیاب سافٹ ویئر کی مدد سے انٹرنیٹ کے ذریعے بھی متعلقہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے کسی بھی قسم کی تحقیق، تبصرہ، جرائد ور سائل میں مضامین اور اسی طرح اسلامی قوانین کی دفعہ بندی کے متعلق آراء کو تحقیق میں استعمال کیا جائے گا۔ وضعی قوانین کے لئے ماہرین قانون اور قانون سے متعلقہ کتب سے استفادہ کیا جائے گا۔ علمی فہارس کے زیرِ عنوان فہرس آیات قرآنیہ ، فہرست احادیث ، فہرست اعلام، اور فہرست مصادر و مراجع کو الف بائی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ حواشی و حوالہ جات ہر صفحے کے آخر میں دینے کا اہتمام کیا جائے گا۔

ہر باب کے آخر میں خلاصۂ باب اور مقالے کے اختتام پر خلاصہ بحث کے عنوان سے ایک جامع تلخیص، جبکہ نتائج بحث کے عنوان سے اس تحقیقی کاوش کے نتائج علوم اسلامیہ کے محققین کے لئے ذکر کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کاوش کو قبول فرما کر مادر علمی عبد الولی خان یونیورسٹی مردان (خیبر پختونخواہ) پاکستان کو مزید چار چاند لگانے کا باعث بنا دیں۔ آمین

محمد عادل

پی ایچ ڈی سکالر اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ

باب اول

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الحدود کی دفعہ بندی اور حدود آرڈیننس کے ساتھ تقابل

فصل اول

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الحدود کے باب نمبر ۱ تا باب نمبر ۵ کی دفعہ بندی اور حدود آرڈیننس میں زنا سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الحدود کے پانچ (۵) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلا باب حدود اللہ کے تعارف، رکن اور شروط پر مشتمل ہے اور اس میں تین (۳) دفعات ہیں۔ دوسرا باب زنا اور حد زنا سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں چھ (۶) دفعات ہیں۔ تیسرا باب حد کی اقامت اور کیفیت سے متعلق ہے اور اس میں بارہ (۱۲) دفعات ہے۔ چوتھے باب میں زنا موجب حد اور زنا غیر موجب حد کی وضاحت کی گئی ہے اور اس میں آٹھ (۸) دفعات ہیں۔ پانچواں باب زنا کے مقدمے میں گواہی دینے اور گواہی سے رجوع سے متعلقہ احکام پر مشتمل ہے اور اس میں اکتیس (۳۱) دفعات ہے۔ اس طرح فصل اول کل ساٹھ (۶۰) دفعات پر مشتمل ہے۔ اس فصل میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات کے درمیان کل بیس (۲۰) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے۔

کتاب الحدود کی دفعہ بندی

باب نمبر ۱: حد کی شرعی تفسیر، رکن، شرط اور حکم

حد کی تعریف:

دفعہ ا: حد ایسی عقوبت مقدرہ کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر متعین ہو[1]۔

وضاحت:

حد ایسی عقوبت مقدرہ کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر متعین ہو[2]، علامہ سرخسیؒ[3] اس تعریف کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ سزا جو حق اللہ کے طور پر متعین کی گئی ہو[4]۔ جبکہ جمہور ائمہ حدود اللہ کی تعریف میں احناف سے اختلاف کرتے ہیں چنانچہ وہ ان الفاظ کے ساتھ تعریف کرتے ہیں: وہ مقرر کردہ سزائیں جو حق اللہ کے طور پر متعین ہیں جیسے زنا اور یا حق العبد کی وجہ سے متعین ہے جیسے حد قذف[5]۔

احناف اور جمہور کے اقوال میں فرق یہ ہے کہ احناف کے نزدیک قصاص حق العبد ہونے کی وجہ سے حدود اللہ میں شامل نہیں جبکہ جمہور کے نزدیک چونکہ حق العبد بھی حدود اللہ کی تعریف میں داخل ہے اس لئے قصاص بھی حدود اللہ میں داخل ہے۔

اسی اختلاف کا ہی ثمرہ ہے کہ احناف کے نزدیک حدود اللہ کی تعداد پانچ ہیں۔ علامہ علاء الدین کاسانیؒ[6] فرماتے ہیں کہ حدود اللہ کی پانچ اقسام ہیں: حد سرقہ، حد زنا، حد شرب، حد سکر (نشہ) اور حد قذف[7]۔ احناف میں سے بعض ائمہ نے قطع الطریق (رہزنی) کو الگ سے شمار کرکے چھ اقسام بیان کی ہیں[1]۔ جبکہ جمہور ان کے ساتھ قصاص کو بھی شامل کرتے ہیں۔

---

(1) الفتاویٰ الہندیہ، لجنۃ العلماء برئاسۃ نظام الدین بلخی، ۲: ۱۴۲، دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۰ھ

(2) الھدایۃ، علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، ۲: ۳۳۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ت ن

(3) محمد بن احمد بن سہل السرخسی (۴۸۳ھ) مجتہد اور احناف کے ائمہ میں سے تھے۔ آپ خراسان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم علامہ حلوانی سے حاصل کی۔ آپ نے کثیر تعداد میں کتب تصنیف کی، جن میں المبسوط، شرح الجامع الکبیر اور شرح السیر الصغیر شامل ہیں۔ (الاعلام، خیر الدین بن محمود الزرکلی، ۵: ۳۱۵، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء)

(4) المبسوط، شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی، ۹: ۳۶، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

(5) مغنی المحتاج الیٰ معرفۃ معانی الالفاظ المنھاج، محمد بن احمد الخطیب الشربینی، ۵: ۴۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

(6) علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی (وفات ۵۸۷ھ) ترکی کے شہر کاسان میں پیدا ہوئے۔ آپ علامہ علاء الدین سمرقندی کے شاگرد اور داماد ہیں۔ آپ نے نور الدین زنگی کی درخواست پر حلب میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی تصانیف میں بدائع الصنائع اور سلطان المبین فی اصول الدین مشہور ہیں۔ (تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ، قاسم بن قطلوبغا السودونی، ۲: ۱۳۵، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔ بغیۃ الطلب فی تأریخ حلب، عمر بن احمد العقیلی، ۷: ۴۳۴۷، ۱۰، دار الفکر، بیروت، ت ن)

(7) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷: ۳۳

مذکورہ تعریف میں چونکہ یہ قید بھی موجود ہے کہ حدود کی مقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور حاکم کو اس میں کمی بیشی کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے تعزیر (جس کی مقدار مقرر کرنا حاکم کے اختیار میں ہوتا ہے) کو حد نہیں کہا جائے گا۔

تقابل

حدود آرڈیننس میں حد کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

"Hadd means punishment ordained by Holy Qur'an Sunnah[2]"

ترجمہ: حد قرآن وسنت کی مقرر کردہ سزا کو کہتے ہیں۔

حدود آرڈیننس میں حد کی تعریف کے الفاظ میں عموم ہے اور اس میں قصاص بھی داخل ہوتا ہے۔ اگرچہ قصاص کو اس آرڈیننس کا حصہ نہیں بنایا گیا۔ لہٰذا اس اعتبار سے حدود آرڈیننس تعریف کی حد تک جمہور کے قول سے مناسبت رکھتا ہے۔ جبکہ مشمولات کے لحاظ سے احناف کی رائے سے مناسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ احناف کے نزدیک بھی حدود کی تعداد پانچ ہے اور قصاص اس میں شامل نہیں جبکہ حدود آرڈیننس میں پانچ ہی سزاؤں کا ذکر ہے جس میں قصاص شامل نہیں۔

رکن حدود اللہ:

دفعہ ۲: حدود اللہ کو امام المسلمین قائم کرے گا[3]۔

وضاحت:

رکن وہ ہے جس سے کوئی چیز بنتی ہے۔ یہ کسی شے کے اجزائے ترکیبی میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی جمع ارکان ہے۔ حدود اللہ کی اقامت کا رکن یہ ہے کہ اس کو امام قائم کرے گا[4]۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں خود حدود اللہ قائم فرمائے اور آپ کے بعد خلفاء نے بھی یہی

---

(1) رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین محمد بن عمر الحنفی، ۴ :۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ

(2) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:2(b)

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲ :۱۴۳

(4) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷ :۵۷

طریقہ اختیار کیا۔البتہ امام اگر کسی کو اپنا نائب مقرر کرے تو اس کو بھی حدود کے قیام کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے[1] جیسا کہ غامدیہ[2] کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا انیسؓ[3] کو تصدیق اور اقامت حد میں اپنا نائب بناتے ہوئے فرمایا:

"واغد يا أنيس إلى امرأة هذا، فإن اعترفت فارجمها"[4]

ترجمہ: جاؤ اے انیس اور اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دو۔

حدود اللہ کے قیام کی اجازت صرف امام کو دینے کی وجہ یہ ہے کہ حدود، اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں تو اس کے قیام کا اختیار مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نائب یعنی امام کو تفویض کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدود اللہ کے معاملے میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے اور امام اور اس کا نائب ہی اجتہاد کے اہل ہیں[5]۔

شروطِ حدود اللہ:

دفعہ ۳: حدود اللہ کا قیام محدود کی صحت کے ساتھ مشروط ہے[6]۔

وضاحت:

حد کے قیام کے لئے یہ شرط ہے کہ جس پر حد قائم کی جا رہی ہے وہ حالت صحت میں ہو اور یہ صحت بدن و عقل دونوں کو شامل ہے یعنی محدود کا صحیح البدن اور سلیم العقل ہونا ضروری ہے[7]۔

اگر ایک شخص مریض ہے اور اس کو کوڑوں کی سزا ہوئی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے صحت مند ہونے کی امید ہے یا نہیں۔ اگر اس کے صحت کی امید ہو تو حد موقوف رہے گا اور اگر اس کے صحت مند ہونے کی امید نہ ہو تو اس کی برداشت کو دیکھتے ہوئے اس پر حد جاری کیا جائے گا جیسے رسول اللہ ﷺ

---

(1) کشاف القناع، منصور بن یونس بن صلاح الدین الحنبلی، ۶ :۷۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(2) غامدیہ وہ عورت ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بچے کی پیدائش تک مہلت دی۔ پھر جب وہ بچے کی پیدائش کے بعد آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دودھ چھڑانے تک مزید مہلت دے دی۔ پھر دودھ چھڑانے کے بعد آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیا۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابن اثیر علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، ۷ :۴۲۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

(3) اس حدیث مبارک میں مذکور صحابی سیدنا انیسؓ کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا اصل نام انیس بن مرثد تھا، جو فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ۲۰ ہجری میں وفات پائے۔ جبکہ بعض کے نزدیک اس صحابی کا اصل نام انیس بن ضحاک الاسلمی تھا۔ عمرو بن سلیم نے آپ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک پہلا قول غلط ہے کیونکہ وہ انیس ابن ابی مرثد غنوی ہے اور حدیث میں جس انیس کا ذکر ہے وہ انیس الاسلمی ہے۔ اس لئے انہوں نے دوسرے قول کو صحیح کہا ہے۔(الاصابۃ، ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، ۱ :۲۸۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ الاستیعاب، ۱ :۱۱۳)

(4) صحیح البخاری، کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ فی الحدود، رقم الحدیث: ۲۳۱۴

(5) البیان فی مذہب الامام الشافعی، ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر الشافعی، ۱۲ :۳۷۲، دار المنہاج، جدۃ، ۱۴۲۱ء

(6) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲ : ۱۴۳

(7) مختصر المزنی، اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی، ۸ :۶۸، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

نے ایک ضعیف شخص کے متعلق یہی حکم دیا تھا[1]۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کوڑوں کی صورت میں دی جانے والی حد میں اتلاف مقصود نہیں ہوتا بلکہ زجر مقصود ہوتا ہے اور مرض کی حالت میں حد کے قیام سے ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے[2]۔ سلیم البدن ہونے کے ساتھ ساتھ محدود کا صحیح العقل اور ایسی حالت میں ہونا بھی ضروری ہے کہ عبرت پکڑے اور ڈرے۔اس لئے حالت جنون اور حالت سکر میں حد قائم نہیں کیا جائے گا۔اگر حد رجم کی صورت میں ہو تو پھر صحت مند ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہاں حد کے قیام سے اتلاف مقصود ہے اور اس میں صحت و مرض برابر ہے[3]۔

تقابل

حدود آرڈیننس کے مطابق بھی مجرم کا صحیح العقل اور سلیم البدن ہونا ضروری ہے[4]۔پاگل اور مریض و کمزور شخص پر ثبوت کے باجود اجراء حد نہ ہو گا بلکہ صحت کی بحالی کا انتظار کیا جائے گا۔لہٰذا اس مقام پر فتاویٰ عالمگیری اور حدود آرڈیننس میں یکسانیت ہے۔

باب نمبر ۲: زنا کے بیان میں

زنا کی تعریف:

دفعہ ۴: مرد کا اپنا شہوت ایسی عورت کے قبل میں پوری کرنا جو اس پر حرام ہو اور اس میں کسی قسم کی ملک یا شبہ ملک نہ ہو[5]۔

وضاحت:

فقہاء کے نزدیک کسی مرد کا اپنی شہوت حرام طریقے سے ایسی عورت کے قبل میں پوری کرنے کو زنا کہتے ہیں[6] کہ جو اس کی نکاح یا ملکیت میں نہ ہو اور نکاح و ملکیت کا شبہ بھی نہ ہو۔چونکہ زنا کی تعریف میں شہوت حرمت کی صفت کے ساتھ ذکر ہے اس لئے مجنون اور نابالغ بچے کی وطی کو زنا سے تعبیر نہیں کیا جاتا[7] کیونکہ اس پر حرمت کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق وعن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم[1]"

---

(1) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی اقامة الحد علی المریض، رقم الحدیث: ۴۴۷۲۔حکم: علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے۔(مجمع الزوائد، علی بن ابی بکر الہیثمی، ۶: ۲۵۲، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء)

(2) الهداية، ۲: ۳۴۴

(3) البحر الرائق، ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم، ۵: ۱۱، دار الکتاب الاسلامی، ت ن

(4) It is committed by a man who is an adult and is not insane with a woman to whom he is not and does not suspect himself to be married.[Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:5,1(a)]

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۴۳

(6) الهداية، ۲: ۳۴۴

(7) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی، ۳: ۱۶۴، المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ، القاہرۃ، ۱۳۱۳ھ

ترجمہ: تین افراد سے قلم اٹھایا گیا ہے (یعنی ان کے اعمال پر مؤاخذہ نہیں ہوگا) پہلا مجنون سے ٹھیک ہونے تک دوسرا سوئے ہوئے شخص سے جاگنے تک اور تیسرا بچے سے بالغ ہونے تک۔

اسی طرح کسی بھی قسم کی ملکیت اور اس کے شبہ سے خالی ہونا بھی تعریف میں داخل ہے۔اس لئے اپنے بیٹے یا اپنے ماذون غلام جو مدیون ہو، کی باندی کے ساتھ وطی زنانہ ہوگی کیونکہ ان دونوں میں ملک یمین کا شبہ موجود ہے اور بغیر گواہوں کے نکاح کرنے والے کی وطی بھی زنا کے تعریف کے تحت نہیں آئے گی کیونکہ اس میں ملک نکاح کا شبہ ہے[2]۔یہ شرط رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ادرءوا الحدود بالشبهات[3] سے ثابت ہوتا ہے۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) میں زنا کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"A man and a woman are said to commit 'Zina' if they willfully have sexual inter-course without being validly married to each other[4]"

ترجمہ: ایک مرد ایک عورت زنا کے مرتکب کہلائیں گے، اگر وہ باہمی شادی کے بغیر بالارادہ مباشرت کریں۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی زنا مستوجب حد کی تعریف انہی شرائط و صفات کے ساتھ مذکور ہے۔لٰہذا دیکھا جائے تو زنا کی تعریف میں حدود آرڈیننس اور فتاویٰ عالمگیری میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔

رکنِ زنا:

دفعہ ۵: ایسی وطی کو زنا مستوجب حد کہا جائے گا، جس میں مرد کا حشفہ عورت کی شرمگاہ میں مکمل طور پر غائب ہو جائے[5]۔

وضاحت:

زنا کا رکن یہ ہے کہ التقائے ختانین ہو اور مرد کا حشفہ عورت کی شرمگاہ میں اس قدر داخل ہو کہ مکمل غائب ہو جائے[6]۔اگر اس قدر دخول نہ ہو تو یہ زنا مستوجب حد نہ ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ صرف تقبیل و مفاخذت پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تقابل

تعزیراتِ پاکستان دفعہ ۳۷۵ کی تشریح میں یہ شرط بیان کی گئی ہے:

---

(1) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، حدیث نمبر: ۴۴۰۱۔ حکم: اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنے صحیح نقل کیا ہے اور علامہ البانی نے اس کو صحیح کہا اور اسکے تمام راویوں کا ثقہ قرار دیا ہے۔(ارواء الغلیل، محمد ناصر الدین البانی، ۲ :۴، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

(2) بدائع الصنائع، ۷ :۳۵

(3) السنن الکبریٰ، کتاب النفقات، باب بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المؤمن بالکافر، رقم الحدیث: ۱۵۹۲۲

(4) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:4

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲ :۱۴۳

(6) تحفۃ الفقھاء، علاءالدین محمد بن احمد السمرقندی، ۳ :۱۳۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

"Penetration is sufficient to constitute the sexual intercourse necessary to the offence of rape[1]".

ترجمہ: ایسی مباشرت ہو جس میں دخول ہو، جرم زنا بالجبر کے قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری اور تعزیرات پاکستان دونوں میں زنا کے لئے دخول کے ساتھ انزال کی شرط نہیں رکھی گئی، لہٰذا وضعی و شرعی قوانین میں دخول کی شرط میں یکسانیت ہے۔

شروطِ زنا:

دفعہ ۶: حدزنا کے لئے ضروری ہے کہ زانی کو زنا کی حرمت معلوم ہو[2]۔

وضاحت:

حدزنا کے قیام کے لئے یہ شرط ہے کہ زانی کو زنا کی حرمت کا علم ہو۔ اگر وہ حرمتِ زنا سے لاعلم ہے تو اس پر حدزنا قائم نہیں کیا جائے گا[3] جیسا کہ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ یمن میں ایک شخص زنا کا مرتکب ہوا۔ اس کے متعلق سیدنا عمرؓ[4] کو خط لکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر زانی زنا کی حرمت سے باخبر ہو تو اس پر حد قائم کروا ور اگر اس کو اس بات کا علم نہ ہو تو اس کو زنا کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگاہ کرو۔ اگر وہ اس کے بعد بھی زناکا ارتکاب کریں تو اس پر حد قائم کرو[5]۔

فقہاء اس شرط کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص داراسلام میں مسلمانوں کے درمیان رہ کر زنا کی حرمت سے لاعلم ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا[6]۔ اس شرط کی بنیادی وجہ بھی شبہ کا واقع ہونا ہے اور حدود اللہ شبہات سے ساقط ہوتے ہیں۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:375 (Explanation)

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۴۳

(3) البحر الرائق، ۵ :۴

(4) سیدنا عمر بن الخطاب العدوی (۲۳ھ) صحابی رسول، خلیفہ راشد اور امیر المؤمنین کا لقب پانے والے پہلے خلیفہ تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قوت بخشی۔ سیدنا ابو بکرؓ کی وفات کے بعد سن ۱۳ھ میں خلیفہ بنے۔ آپ کے زمانۂ خلافت میں کثرت سے فتوحات ہوئی۔ آپ سے ۵۳۷ روایات مروی ہیں۔ آپ کو ذی الحجہ سن ۲۳ ہجری میں شہید کیا گیا۔ (الاستیعاب فی معرفت الاصحاب، ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ، ۳ :۱۱۴۴، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء)

(5) تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، ۵ :۲۴۲، دار عمار، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

(6) المهذب، ۳ :۳۳۸

دفعہ ۷: ثبوتِ زنا کے لئے یہ ضروری ہے کہ حاکم کے سامنے چار گواہ لفظ زنا سے گواہی دیں[1]۔

وضاحت:

زنا موجب حد کے لئے لازمی ہے کہ اس کو قاضی کی عدالت میں چار مرد گواہوں کے ذریعے ثابت کیا جائے[2]، عورتوں کی گواہی حدود میں مقبول نہیں[3]۔ زنا کے ثبوت کے لئے کم از کم چار گواہوں کا ہونا لازمی ہے[4]۔ شہادت کا یہ نصاب قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ اور احادیث سے ثابت ہے:

1. واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم[5]

ترجمہ: مسلمانوں تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار مردوں کی شہادت لو۔

2. والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء[6]

ترجمہ: اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں۔

3. لولا جاءوا عليه بأربعة شهداء[7]

ترجمہ: یہ (افتراء پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے (لئے) چار گواہ کیوں نہ لائے۔

4. حدیث مبارک میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہؓ[8] سے فرمایا:

"ائت بأربعة يشهدون وإلا فحد في ظهرك[9]"

ترجمہ: چار گواہ لاؤ ورنہ تمہیں حد مارا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۴۳

(2) تبیین الحقائق، ۳ : ۱۶۴

(3) کتاب الام، ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی، ۲: ۱۲۵، دار المعرفة، بیروت، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

(4) تحفة الفقهاء، ۳ : ۱۴۰

(5) النساء، ۴: ۱۵

(6) النور، ۲۴: ۴

(7) النور، ۲۴: ۱۳

(8) ہلال بن امیہ الواقفی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپؓ وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ آپ ان تین صحابہ میں بھی شامل ہیں، جنہوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی اور ان کی توبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ آپ نے بنو واقف کے بت توڑے اور فتح مکہ کے دن بنو واقف کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ (معرفة الصحابة، ابو نعیم احمد بن عبداللہ، ۵ :۲۷۴۹، دار الوطن للنشر، الریاض، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)

(9) شرح مشکل الآثار، احمد بن محمد الطحاوی، ۷ : ۴۰۷، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

اسی طرح گواہوں کی ذکورت، عدالت، حریت، اسلام اور اصالت کا بھی خیال رکھا جائے گا[1]۔ لیکن اگر مجرم غیر مسلم ہو تو پھر غیر مسلم گواہی دے سکتے ہیں۔ جب گواہ زنا کی گواہی کے لئے عدالت میں پیش ہو تو قاضی ان سے مندرجہ ذیل معلومات حاصل کرے گا:

ا: کیفیت زنا: گواہ تفصیل سے قاضی کے سامنے یہ بیان کرے گا کہ اس نے زانی اور مزنیہ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی کے اندر سلائی ہوتی ہے۔

۲: وقت زنا: گواہ پر لازم ہوگا کہ زنا کا زمانہ بھی واضح طور پر بتادے۔ اگر گواہ نے یہ تسلیم کیا کہ زنا پر کچھ زمانہ گزرا ہے تو پھر حد جاری نہیں کیا جائے گا، لیکن نصاب واہلیت شہادت کی وجہ سے گواہوں پر حد قذف جاری نہیں کیا جائے گا[2]۔

فقہ کی کتب میں اسے تقادم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ[3] کے نزدیک اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں بلکہ یہ قاضی کے اختیار میں ہے کہ کہ وہ کتنا زمانہ گزرنے پر زنا کو قدیم سمجھتا ہے۔ جبکہ صاحبین نے اس کے لئے ایک مہینہ کا وقت مقرر کیا ہے کہ اگر زنا پر ایک مہینہ گزر چکا تو پھر تقادم کی وجہ سے گواہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گا[4]۔

۳: مکان زنا: گواہ سے اس مکان کے متعلق پوچھا جائے گا جہاں زنا ہوا ہے۔

۴: احصان: گواہ اگر مشہود علیہ کے محصن ہونے کا دعویٰ کرے تو قاضی اس سے احصان کی تعریف پوچھے گا اور صحیح بتانے پر رجم کی صورت میں حد جاری کیا جائے گا۔ اگر گواہ احصان کا دعویٰ نہ کرے تو کوڑوں کی صورت میں حد کا اجراء ہوگا۔

جماع اور وطی کے الفاظ سے دی گئی گواہی زنا موجب حد میں کافی نہیں ہوگی بلکہ گواہوں پر لازم ہوگا کہ لفظ زنا کے ساتھ گواہی دے۔ کیونکہ وطی اور جماع کے الفاظ حرمت میں صریح نہیں جبکہ لفظ زنا صراحت کے ساتھ حرمت کو بیان کرتا ہے[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۸ (ب) میں زنا مستوجب حد کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے:

"At least four Muslim adult male witness, about whom the court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood that they are

---

(1) المغنی لابن قدامة، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامة ۱۰: ۱۳۰، مکتبة القاهرة، مصر، ۱۳۸۸ھ

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۴۶۔ المبسوط، ۹: ۹۷

(3) نعمان بن ثابت زوطی (۸۰ھ - ۱۵۰ھ) کوفہ میں پیدا ہئے۔ حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں ۱۸ سال گزار کر ایک نامور فقیہ بنے۔ فقہ میں آپ کا اپنا ایک مستقل مسلک ہے۔ آپ کے تلامذہ میں امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام حسن بن زیاد اور امام زفر وغیرہ شال ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے ۷۰ سال کی عمر بغداد میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، احمد بن علی، ۱۳: ۳۲۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۸۹ء)

(4) الهداية، ۲: ۳۵۰

(5) البحر الرائق، ۵: ۵

truthful persons and abstain from major sins , give evidence as eye-witnesses of the act of penetration necessary to the offence[1]".

ترجمہ: کم از کم چار بالغ وعادل مسلمان گواہان جن کے متعلق عدالت کو تزکیۃ الشہود[2] کی ضروریات کا لحاظ رکھ کر اس امر کا اطمینان ہو کہ وہ سچ بولنے والے اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے اشخاص ہیں، بطور چشم دید گواہان جرم قائم کرنے کے لئے ضروری فعل دخول کی گواہی دیں۔

فتاویٰ عالمگیری اور حدود آرڈیننس میں زنا کے ثبوت کے لئے جو شرائط بیان کی گئی ہیں وہ مکمل ایک جیسے ہیں۔

دفعہ ۸: زنا کا ثبوت قاضی کے سامنے زانی کے اقرار کرنے سے بھی ہوتا ہے[3]۔

وضاحت:

زنا موجب حد کے ثبوت کا دوسرا طریقہ زانی کا قاضی کے سامنے اقرار کرنا ہے[4]، اقرار کے وقت قاضی اس کو اقرار سے رجوع کی تلقین کرے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ماعزؓ[5] کو تلقین کی تھی[6]۔

اقرار زنا میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱: بلوغ: اقرار زنا کے لئے مقر کا بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ نابالغ کا اقرار حدود کے معاملے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا[7]۔

۲: نطق: ثبوت زنا کے لئے مقر کا بولنا بھی لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گونگے پر باوجود اقرار کے حد جاری نہیں ہوتا[8]۔

۳: چار مرتبہ اقرار کرنا: زنا کا اعتراف کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ مقر چار مرتبہ اقرار کرے[1]۔

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:8(b)

(2) قاضی دو طریقوں سے گواہوں کا تزکیہ کر سکتا ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ قاضی خفیہ طور پر ان گواہوں کے نام مع تعارف کے ایک خط میں لکھیں اور سر بمہر لفافے میں ان گواہوں کے جاننے والوں کے پاس بھیجے اور مزکی ان گواہوں کی عدالت یا عدم عدالت خفیہ طور پر لکھ کر واپس سر بمہر لفافے میں قاضی کو ارسال کریں۔ اگر مزکی نے ان گواہوں کو عادل کہا ہو تب قاضی ان کی گواہی قبول کرے، ورنہ گواہی رد ہو گی۔ دوسرا طریقہ علانیہ تزکیہ کا ہے کہ قاضی مزکی کو عدالت طلب کرکے سب کے سامنے گواہ کی عدالت یا عدم عدالت معلوم کرے۔ لیکن تزکیہ کی ضرورت اس وقت پڑے گی جب مشہود علیہ گواہوں پر اعتراض اٹھائے۔ (مجلۃ الاحکام العدلیۃ، ۱ : ۳۴۷)

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲ :۱۴۳

(4) البحر الرائق، ۵ :۶۔ الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، موسیٰ بن احمد المقدسی ۴: ۲۵۵، دار المعرفۃ، بیروت، ت ن

(5) سیدنا ماعز بن مالک اسلمیؓ صحابی رسول ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ چونکہ آپؐ شادی شدہ تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کے بیٹے عبد اللہ بن ماعز نے آپ سے ایک حدیث روایت کی۔ (طبقات الکبریٰ، محمد بن سعد البغدادی، ۴: ۲۴۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔ الاستیعاب، ۳ :۱۳۴۵)

(6) بدائع الصنائع، ۷ :۶۱

(7) الکافی فی فقہ اھل المدینۃ، ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ، ۲ :۸۸۶، مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ، الریاض، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

(8) بدائع الصنائع، ۷ :۴۹

۴:اقرار متعدد مجالس میں ہونا: مقر چار مرتبہ اقرار کرے گا لیکن ہر مرتبہ اقرار الگ مجلس میں کرے گا۔

۵: مقر سے زنا کا امکان ہو: ثبوت زنا کے لئے مقر کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ وہ زنا کرنے پر قادر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مجبوب کے اقرار کے باوجود اس پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[2]۔

۶:اقرار کے وقت قاضی کی موجودگی: اقرار زنا کے لئے شرط یہ ہے کہ زانی قاضی کی موجودگی میں اقرار کرے۔ اگر وہ ایسی مجلس میں اقرار کرے جس میں قاضی موجود نہ ہو تو اقرار معتبر نہ ہوگا۔ البتہ اگر قاضی کی غیر موجودگی میں کئے گئے اقرار پر چار گواہ گواہی دیں تو اقرار معتبر ہوگا[3]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ نمبر ۸ میں زنا کے ثبوت کا ایک طریقہ اقرار بیان کیا گیا ہے:

> "The accused makes before a court of competent jurisdiction a confession of the commission of the offence[4]".

ترجمہ: ملزم کسی بااختیار عدالت کے روبرو جرم کے ارتکاب کا اقرار کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں اصول شریعت کی روشنی میں زانی کے اقرار کو زنا موجب حد کے ثبوت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ حدود آرڈیننس اور فتاویٰ عالمگیری میں اس حکم کے متعلق فرق یہ ہے کہ فتاوٰعالمگیری میں اقرار کو کچھ شرائط کے ساتھ معتبر مانا گیا اور حدود آڈیننس میں مطلقاً معتبر مانا گیا ہے۔

دفعہ ۹: زنا کا اقرار کرنے کے بعد رجوع کرنے والے سے حد ساقط ہوگا[5]۔

وضاحت

قاضی کے سامنے چار مختلف مجالس میں اقرار کے بعد اگر مقر حد کی اجراء سے پہلے یا اجراء حد کے دوران اقرار سے رجوع کرلے تو مقر سے حد ساقط ہو جائے گا[6]۔ رجوع کے لئے زبان سے بولنا ضروری نہیں بلکہ اجراء حد کے وقت مقر کا بھاگنا بھی رجوع تصور ہوگا[7]۔ حتیٰ کہ اجراء حد کے وقت بھاگنے کی صورت میں اگر اسے کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد واپس لایا گیا تو بھی حد ساقط ہوگا کیونکہ رجوع سے شبہ پیدا ہوگیا اور شبہات سے حدود ساقط ہوتے ہیں[8]۔

---

(1) البحر الرائق، ۵: ۶

(2) المبسوط، ۹: ۹۸

(3) تحفۃ الفقہاء، ۳: ۱۴۱

(4) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:8(a)

(5) الفتاوٰ الهندية، ۲: ۱۴۴

(6) الهداية، ۲: ۳۴۹

(7) بدائع الصنائع، ۷: ۶۱

(8) الهداية، ۲: ۳۵۰

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۹ میں بھی مقر کے اقرار سے رجوع کے متعلق کہا گیا:

> "In a case in which the offence of Zina is proved only by the confession of the convict ,Hadd or such part of it as is yet to be enforced ,shall not be enforced if the convict retracts his confession before the Hadd or such part of it[1]".

ترجمہ: اگر کسی مقدمے میں جرم زنا صرف مجرم کے اقبال جرم سے ثابت ہو، اگر مجرم حد یا اس کے جزو کے اجراء سے پہلے اپنے اقرار جرم سے منحرف ہو جائے۔ تو حد یا اس کا جزو جو ابھی جاری ہونا ہے، ساقط ہو جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی کسی بھی حال میں رجوع کو قبول کرنے کا بیان ہے۔ لہٰذا شرعی اور وضعی دونوں قوانین میں مکمل یکسانیت ہے۔

باب نمبر ۳: کیفیت واقامت حد کے بیان میں

دفعہ ۱۰: محصن زانی پر زنا ثابت ہو جائے تو اسے سنگسار کیا جائے گا[2]۔

وضاحت

قاضی کے سامنے محصن زانی پر زنا اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو جائے تو قاضی اسے سنگسار کرنے کا حکم دے گا[3]۔ محصن زانی کی سنگساری کے حکم کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کے حدیث سے ہوتا ہے:

"لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق من الدين التارك للجماعة[4]"

ترجمہ: کسی مسلمان، جو اللہ کی معبود ہونے اور میری رسالت کا اقرار کرتا ہو، کا خون جائز نہیں مگر تین وجوہات سے: نفس کے بدلے نفس، شادی شدہ زانی اور دین چھوڑ کر جماعت سے الگ ہونے والا۔

اس حدیث مبارک میں شادی شدہ زانی کے لئے سنگساری کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب سیدنا ماعزؓ نے زنا کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اذهبوا به فارجموه[5]"

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:9(1)

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۴۵

(3) الهداية، ۲: ۲۴۱

(4) صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس، رقم الحدیث: ۶۸۷۸

(5) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب سؤال الامام المقر هل احصنت، رقم الحدیث: ۶۸۲۵

ترجمہ: (اس (ماعزؓ) کو لے جاؤاور سنگسار کردو)۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۵ میں محصن زانی کی سزا کے متعلق کہا گیا:

"If he or she is Muhsan, be stoned to death at public place[1]".

ترجمہ: اگر وہ مرد یا عورت محصن ہو تو اسے عام مقام پر سنگسار کر کے ہلاک کر دیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی شریعت کے اصول کی روشنی میں یہی سزا بتائی گئی ہے۔ لہٰذا محصن زانی کی سزا میں وضعی اور شرعی قوانین میں مکمل طور پر یکسانیت ہے۔

دفعہ ۱۱: احصان حریت، عقل، بلوغ اور نکاح کے ساتھ معتبر ہوگا[2]۔

وضاحت

حد زنا میں رجم کی سزا اس شخص کے لئے مقرر ہے جو کہ محصن ہو۔ احصان تب معتبر ہوگا جب زانی میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائے:

(۱) بلوغ (۲) عقل (۳) اسلام (۴) حریت (۵) نکاح صحیحہ (۶) ایسا دخول جو غسل واجب کرنے والا ہو (۷) دخول کے وقت میاں بیوی دونوں مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہو[3][4]۔

ان شرائط کی عدم موجودگی میں احصان معتبر نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نابالغ بچے، مجنون، کافر، غلام، نکاح فاسد اور بغیر دخول محض نکاح کی صورت میں زانی کو محصن تصور نہیں کیا جاتا اور اس پر حد زنا سو کوڑوں کی صورت میں جاری کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی بیوی نابالغ، مجنونہ، باندی یا کتابیہ ہو تو ان حالات میں دخول کے باوجود اس شخص کو محصن تصور نہیں کیا جائے گا۔

یہ بات مد نظر رہے کہ اگر زانی اور مزنیہ میں سے ایک محصن ہو اور دوسرا غیر محصن تو محصن کو رجم کیا جائے گا اور غیر محصن کو کوڑے لگائے جائیں گے[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) میں محصن کی تعریف ذکر کرتے ہوئے کہا گیا:

"Muhsan means a Muslim adult man who is not insane and has had sexual inter-course with a Muslin adult woman who, at the time he had sexual inter-course with her, was married to him and was not insane[1]".

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:8(a)

(2) الفتاویٰ الهندیه، ۲: ۱۴۵

(3) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۳۹

(4) البنایة، ۶: ۲۸۳

(5) بدائع الصنائع، ۷: ۳۸،۳۷

ترجمہ: محصن سے مراد ایک بالغ مسلمان مرد، جو دیوانہ نہ ہو اور کسی ایسی بالغ مسلمان عورت کے ساتھ مجامعت کر چکا ہو جو مجامعت کے وقت دیوانی نہیں تھی اور اس کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔

یہی شرائط فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں بیان ہوئی ہیں۔ لہٰذا محصن کی تعریف میں شرعی اور وضعی قوانین میں ایک جیسے شرائط ذکر کئے گئے ہیں۔

دفعہ ۱۲: احصان کا ثبوت اقرار یا دو گواہوں کی گواہی سے ہو گا[2]۔

وضاحت

احصان کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی کافی ہے[3]۔ اسی طرح فقہاء کے نزدیک اگر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں تب بھی احصان ثابت ہو جائے گا[4]۔

زانی کے اقرار سے بھی احصان ثابت ہو گا۔ لیکن اجراء حد کے وقت یا اس سے پہلے مقر صرف محصن ہونے کے قول سے رجوع کرے تو اس کا رجوع معتبر ہو گا۔ اس سے رجم ساقط ہو جائے گا اور اس پر حد زنا سو کوڑوں کی صورت میں جاری کیا جائے گا[5]۔

دفعہ ۱۳: شہادت سے ثابت زنا میں رجم کی ابتداء گواہ پتھر مار کر کرے گا اور اس کے انکار یا موت کی صورت رجم ساقط ہو گا[6]۔

وضاحت

قاضی کے سامنے جن گواہوں کی گواہی سے زنا ثابت ہوا ہو تو رجم کے وقت انہی گواہوں کو پہلا پتھر مارنے کو کہا جائے گا[7]۔ اس کے بعد امام پتھر مارے گا۔ اگر تمام یا بعض گواہ پتھر مارنے سے انکار کر دے تو رجم ساقط ہو جائے گا، کیونکہ گواہوں کا انکار گواہی سے رجوع پر دلالت کر رہا ہے۔ لیکن گواہوں پر حد قذف جاری نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح گواہ کی موت یا اس کا غائب ہونا بھی رجم کے سقوط کا باعث بنے گا[8]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۱۷ میں سنگساری کا طریقہ کار بیان کرتے ہوئے بتایا گیا:

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:2(d)

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۴۵

(3) بدائع الصنائع، ۶ : ۲۸۰

(4) البحر الرائق، ۵ : ۲۷

(5) بدائع الصنائع، ۷ : ۶۱

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۴۶

(7) تحفة الفقهاء، ۳ : ۱۴۲

(8) البنایة، محمد بن احمد بدر الدین العینی، ۶ : ۲۷۰، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء

"Such of the witness who deposed against the convict as may be available shall start stoning him[1]".

ترجمہ :ایسے گواہ جنہوں نے عدالت میں مجرم کے خلاف گواہی دی، سنگساری کے وقت دستیاب ہو، مجرم کو سنگسار کرنے کی ابتداء کریں گے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی سنگساری کے لئے یہی شرط رکھی گئی ہے۔ لہٰذا اس مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت ہے۔

دفعہ ۱۴: اقرار سے ثابت زنا میں رجم کی صورت میں پہلا پتھر امام پھینکے گا[2]۔

وضاحت

جو زنا قاضی کے سامنے زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو اس میں اگر زانی محصن ہونے کی وجہ سے رجم کا مستحق ہے تو رجم کی ابتداء امام المسلمین پتھر پھینک کر کرے گا[3]۔ گواہوں یا امام کی طرف سے حد کی ابتداء کا شرط صرف رجم کے ساتھ خاص ہے۔ باقی جرائم کی صورت میں یہ شرط شرط نہیں۔

دفعہ ۱۵: اگر گواہ شہادت کی اہلیت سے خارج ہو جائے تو رجم ساقط ہو جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر رجم شہادت سے ثابت ہوا ہو اور اجراء حد سے پہلے گواہ کسی بھی وجہ سے اہلیت شہادت سے نکل جائے تو رجم ساقط ہو جائے گا[5]۔ گواہ کی اہلیت کی جو شرائط دفعہ نمبر ۶ کے ضمن میں گزر چکی ہے اگر ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو تو حد کا اجراء روک دیا جائے گا جیسے کہ گواہ پر جنون طاری ہو جائے۔ اسی طرح گواہ کے اندھا یا گونگا ہونے پر بھی رجم ساقط ہو جائے گا[6]۔ گواہ کی اہلیت کے لئے چونکہ اسلام بھی شرط ہے اس لئے گواہ اگر مرتد ہو جائے تو بھی رجم ساقط جائے گا[7]۔

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:2(d)

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۴۶

(3) البحر الرائق، ۵ :۹

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۴۶

(5) تحفة الفقهاء، ۳ :۱۴۲

(6) بدائع الصنائع، ۷ :۵۹

(7) ردالمحتار، ۴ :۱۱

دفعہ ۱۶: غیر محصن کو زنا ثابت ہونے پر سو کوڑے اور غلام کو پچاس کوڑے مارے جائیں گے [1]۔

وضاحت

جب غیر محصن پر قاضی کی عدالت میں زنا ثابت ہو جائے چاہے گواہوں سے ہو یا اقرار سے ہر دو حالتوں میں اگر آزاد ہو تو سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں گے [2]۔ اگر غلام ہے تو اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں گے [3]۔ سورۃ النور میں حد زنا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [4]"

ترجمہ: بدکاری کرنے والی عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں زانی سے مراد غیر محصن زانی ہے [5]۔ اسی طرح سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ [6]"

ترجمہ: اگر وہ بے حیائی کے کام کریں تو ان پر بیبیوں کی سزا سے آدھی سزا ہے۔

اس آیت کریمہ میں غلام کے لئے آزاد کے بنسبت نصف حد ہے یعنی اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں گے [7]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۵ میں غیر محصن زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا کے متعلق کہا گیا:

"If he or she is not a Muhsan , be punished , at a public place , with the whipping numbering one hundred stripes[8]".

ترجمہ: اگر وہ مرد یا عورت میں سے کوئی محصن نہ ہو تو اسے کسی عوامی جگہ میں سو (۱۰۰) کوڑے بطور سزا لگائے جائیں گے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں غیر محصن مرد و عورت کے لئے یہی سزا بتائی گئی ہے۔ لہٰذا غیر محصن زانی کے لئے سزا کی مقدار میں وضعی قانون مکمل شریعت کے مطابق ہے۔

البتہ تعزیرات پاکستان دفعہ ۴۹۶ (ب) میں زنا بالرضا کی سزا الگ سے ذکر کرتے ہوئے کہا گیا:

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۴۶

(2) تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

(3) بدائع الصنائع، ۷: ۵۷

(4) النور ۲۴: ۲

(5) احکام القرآن، احمد بن علی ابوبکر الرازی الجصاص، ۵ : ۹۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

(6) النساء، ۴: ۲۵

(7) الهداية، ۲: ۳۴۲

(8) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:5 ,2(b)

"Whoever commits fornication shall be punished with imprisonment for a term which may extend to five years and shall also be liable to fine not exceeding ten thousand rupees[1]".

ترجمہ: جو کوئی شادی کے بغیر جنسی تعلق کا مرتکب ہو، اسے قید کی سزا دی جائے گی۔ جس کی مدت پانچ سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا، جس کی مقدار دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے تک ہو سکتی ہے۔

شریعت میں زنا بالجبر اور بالرضا کا کوئی تصور نہیں اور ہر قسم کی زنا میں غیر محصن کو سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں گے، لہٰذا تعزیرات پاکستان میں اس سزا کی بجائے دوسری سزا مقرر کرنا خلاف شریعت ہے۔

دفعہ ۱۷: اجراء حد میں مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام کیا جائے گا:

نمبر ۱: امام المسلمین لوگوں کو جمع کرے[2]۔

نمبر ۲: حد کوڑوں کی صورت میں ہو تو مرد کی پیٹھ سے کپڑا اہٹا کر اور عورت کو کپڑوں ہی میں کوڑے مارے جائے[3]۔

نمبر ۳: مرد پر قیام کی حالت میں اور عورت کو بٹھلا کر حد جاری کی جائے[4]۔

نمبر ۴: رجم کی صورت میں عورت کو سینے تک زمین میں گاڑھ دیا جائے جبکہ مرد کو نہ گاڑھا جائے[5][6]۔

نمبر ۵: کوڑے مارتے وقت کوڑے کو کھینچا جائے لیکن سر سے بلند نہ کیا جائے[7]۔

نمبر ۶: اعضائے تناسل، چہرے اور سر کے علاوہ باقی جسم کے متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جائے[8]۔

نمبر ۷: ایسی چیز سے مارا جائے جس میں گھنڈے نہ ہو اور زخم لگانے والی نہ ہو[9]۔

نمبر ۸: شارع کی مقرر کردہ مقدار سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:496 (b)

(2) البحر الرائق، ۵: ۹

(3) الهداية، ۲: ۳۴۱

(4) البحر الرائق، ۵: ۹

(5) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۴۲

(6) المهذب في فقه الامام الشافعي، ابراہیم بن علی الشیرازی، ۳: ۳۴۴، دار الکتب العلمیة، بیروت، ت ن

(7) بدائع الصنائع، ۷: ۶۰

(8) کنز الدقائق، عبداللہ بن احمد النسفی، ۱: ۳۴۷، دار البشائر الاسلامیة، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۲ء

(9) تبیین الحقائق، ۳: ۱۶۹

نمبر۹: کوڑے مارنے والا مجنون اور اندھا نہ ہو[1]۔

وضاحت

اجراء حد کے وقت لوگوں کو جمع کرنا مستحب ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ عبرت حاصل کرے۔ مرد کے جسم پر صرف ازار چھوڑا جائے اور پیٹھ کو مکمل ننگا کیا جائے۔ عورت کے جسم پر اتنا لباس چھوڑا جائے گا کہ جس سے اس کا ستر ڈھکا رہے، پوستن وغیرہ ہٹائی جائے گی۔ لیکن جو عورت صرف پوستن وغیرہ میں ہو،اس سے پوستن نہیں ہٹائی جائے گی۔ عورت کے ستر کی حفاظت کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ اس کو بٹھا کر حد جاری کیا جائے۔ کوڑا نرم استعمال کیا جائے اور اتنی قوت سے مارا جائے کہ اس کو درد تو پہنچے لیکن چمڑا نہ ادھڑے۔ بعض اعضاء مثلاً سر، چہرے اور شرمگاہ پر کوڑے مارنے سے منع کیا گیا جیسا کہ حدیث مبارک میں بھی وارد ہوا ہے[2]۔

دفعہ ۱۸: ایک حد میں دو مختلف سزاؤں کو جمع نہ کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

حدود اللہ میں دو سزاؤں کو جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ محصن کو صرف رجم اور غیر محصن کو سو کوڑے بطور حد مارے جائیں گے[4]۔اس کی وجہ یہ کہ زنا ایک ہی جرم ہے اور ایک جرم کی دو سزائیں نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ سے بھی حدود کے اجراء میں دو سزاؤں کا جمع کرنا منقول نہیں، بلکہ آپ نے حدود کے جتنے بھی فیصلے کئے،ان تمام فیصلوں میں صرف ایک سزا تجویز فرمائی[5]۔

دفعہ ۱۹: حد زنا کے ساتھ جلاوطنی کا فیصلہ حاکم کے اختیار میں ہے[6]۔

وضاحت

حد زنا اگر کوڑوں کی صورت میں ہو تو اس کے ساتھ جلاوطنی امام کے اختیار میں ہو گی۔ اگر وہ مناسب سمجھے تو زانی کو جلاوطن کر سکتا ہے[7]۔ لیکن یہ سزا سزا بطور حد نہیں ہو گی بلکہ تعزیراً ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں امام کو اختیار دیا گیا ہے۔
اگر عورت پر حد جاری ہو تو احناف کے علاوہ دیگر ائمہ اس کو جلاوطن کرنے کے قائل ہے، لیکن اس شرط پر کہ جلاوطنی میں محرم اس کے ساتھ ہو[8]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۴۶

(2) شرح مختصر الطحاوی،احمد بن علی ابوبکر الرازی الجصاص،۶ :۱۹۳،دار لبشائر الاسلامية،ودار السراج،۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۴۶

(4) المبسوط،۹ :۴۳

(5) العناية، محمد بن محمد بن محمود ۵ :۲۴۰، بدون طبع والتاریخ

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۴۶

(7) البناية،۶ :۲۸۸

(8) فتح القدير، محمد بن عبدالواحد السيواسی،۵ :۲۴۱، بدون طبع والتاریخ

بعض علماء نے حدیث مبارک میں مذکور لفظ "تغریب" سے قید مراد لیا ہے[1]۔اس زمانے میں یہی مناسب ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے، کیونکہ جلاوطنی سے بعض اوقات مزید بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عمرؓ نے ایک شخص کو جلاوطن کیا تو وہ مرتد ہو گیا جس کی وجہ سے آپؓ نے آئندہ کے لئے اس سزا کو معطل کر دیا[2]۔

دفعہ ۲۰: ایسے مرض میں حد جاری نہیں کیا جائے گا، جس کے صحت مندی کا امکان موجود ہو[3]۔

وضاحت

اگر کسی پر زنا ثابت ہو چاہے گواہی سے ہو یا اقرار سے لیکن اس کو ایسا مرض لاحق ہے، جس کے صحت مندی کا امکان موجود ہے، تو حد کا اجراء مرض کے خاتمے تک موقوف رہے گا[4]۔

عورت کے لئے حمل و نفاس مرض شمار کئے جائیں گے اور حیض مرض تصور نہ ہوگا۔ لیکن زنا اگر گواہی سے ثابت ہو تو حمل کا دعویٰ بغیر عورتوں کی تصدیق کے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت میں عورت کو اسقاط حمل تک قید میں رکھا جائے گا اور اگر زنا عورت کے اقرار سے ثابت ہو تو پھر دورانِ حمل قید نہیں کیا جائے گا۔

اگر حد رجم کی صورت میں ہو تو وضع حمل کے فوراً بعد حد جاری کیا جائے گا اور اگر کوڑوں کی صورت میں ہو تو نفاس کے خاتمے تک انتظار کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر عورت کا وضع حمل ہو جائے اور اس کے علاوہ بچے کی کفالت کے لئے کوئی اور موجود نہ ہو تو دودھ چھڑانے تک مہلت دی جائے گی۔

مرد کو مرض کی وجہ سے صرف اس وقت مہلت دی جائے گی جبکہ وہ غیر محصن ہو یعنی اس کا حد کوڑوں کی صورت میں ہو۔ اگر وہ محصن ہو اور حد رجم کی صورت میں ہو تو مرض کی وجہ سے مہلت نہیں دی جائے گی[5]۔

دفعہ ۲۱: ضعف کی وجہ سے حد میں نرمی اور موسم کی شدت کی وجہ سے حد موقوف ہوگا[6]۔

وضاحت

کسی غیر محصن پر زنا موجب حد ثابت ہو گیا لیکن وہ اتنا ضعیف الخلقت ہے کہ کوڑے برداشت نہیں کر سکے گا تو اس کو تسموں کے ایک ایسے گچھے سے مارا جائے گا، جس میں سو تسمے ہو اور وہ باندھے ہوئے نہ ہو بلکہ الگ الگ ہو[7]۔

---

(1) ردالمحتار، ۴: ۱۴

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۳۹

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۴۷

(4) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۴۳

(5) الهدایة، ۲: ۳۴۴

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۴۷

(7) سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب الکبیر و المریض یجب علیه الحد، رقم الحدیث: ۲۵۷۴

اگر موسم سخت گرم یا سرد ہو تو بھی حد کا اجراء موقوف کیا جائے گا۔ فقہاء نے خاص طور پر حد سرقہ میں ہاتھ کاٹنے کے متعلق کہا ہے کہ سخت گرمی وسردی میں چور پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[1]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۹ میں اجراء حد سرقہ طریقہ بیان کرتے کہا گیا:

> "If at the time of the execution of Hadd, the authorized medical officer is of the opinion that the amputation of hand or foot may cause the death of the convict ,the execution of Hadd shall be postponed until such time as the apprehension of death coases[2]".

ترجمہ: اگر حد پر عمل درآمد کرنے کے وقت میڈیکل افسر مجاز کی رائے ہو کہ ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کی وجہ سے مجرم کی موت واقع ہو سکتی ہے تو حد پر عمل درآمد اس وقت تک ملتوی کر دیا جائے گا جب تک موت کا خطرہ ٹل نہیں جاتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی بعینہٖ یہی حکم مذکور ہے کہ رجم کے علاوہ دیگر حدود میں اگر اجراء حد سے موت کا خطرہ ہو تو حد کو ملتوی کیا جائے گا، لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

باب نمبر ۴: زنا موجب حد اور غیر موجب حد کے بیان میں

دفعہ ۲۲: موجب حد زنا شبہ کی بنا پر غیر موجب حد بن جاتی ہے[3]۔

وضاحت

شبہ وہ ہے جو ثابت کے مشابہ ہو۔ موجبِ حد زنا میں اگر کوئی شبہ آگیا تو وہ غیر موجبِ حد زنا بن جاتی ہے[4]۔ حدود کا شبہات کی بنا پر ساقط ہونے کا حکم حدیث مبارک: ادرءوا الحدود بالشبهات[5] سے ثابت ہوتا ہے۔ شبہات تین اقسام کی ہیں:

پہلی قسم: شبہ اشتباہ یا شبہ فعل: اس سے مراد یہ ہے کہ مجرم ایسی دلیل کو حلت کی دلیل سمجھے جو حلت کی دلیل نہ ہو۔ یہ صرف اس شخص کے حق میں مقبول ہے جو شبہ کا دعویٰ کرے۔ یہ شبہ مندرجہ ذیل مواقع پر پیدا ہوتا ہے:

1. باپ کی باندی سے وطی کی۔
2. ماں کی باندی سے وطی کی۔

---

(1) البناية، ٦: ٢٩٢

(2) Offence against Property (Enforcement of Hadd), Ordinance No.6 1979,Sec:9(7)

(3) الفتاویٰ الهندية، ٢: ١٤٧

(4) فتح القدير، ٥: ٢٤٥

(5) السنن الکبریٰ، کتاب النفقات، باب بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المؤمن بالکافر، حدیث: ۱۵۹۲۲۔ حکم: یہ روایت اگرچہ ان الفاظ کے ساتھ روایت نہیں کیا گیا لیکن اسی مفہوم کی دیگر روایات موجود ہیں۔ (نصب الرایۃ، ۳: ۳۳۳)

3. بیوی کی باندی سے وطی کی۔
4. اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد عدت میں اسی سے وطی کرلی۔
5. بیوی کو مال کے عوض طلاق بائن دے کر عدت میں اس سے وطی کی۔
6. اپنی ام ولد کو آزاد کر کے عدت میں اس سے وطی کی۔
7. غلام نے اپنے آقا کی باندی سے وطی کی۔
8. مرتہن نے رہن شدہ باندی سے وطی کی[1]۔

دوسری قسم: شبہ محل یا شبہ حکمیہ: اس سے مراد یہ ہے کہ محل میں حلت کی کوئی دلیل قائم ہے، مگر اس کا عمل کسی مانع کی وجہ سے ممتنع ہو گیا۔ اس شبہ کا اعتبار سب کے لئے کیا جائے گا۔ یہ شبہ مندرجہ ذیل مواقع پر پیدا ہوتا ہے:

1. اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی۔
2. طلاق بائن کنائی کے بعد بیوی سے وطی کی۔
3. بائع نے باندی فروخت کرنے کے بعد حوالہ کرنے سے پہلے اسی باندی سے وطی کرلی۔
4. شوہر نے بیوی کو بطور مہر دی ہوئی باندی سے قبضہ دینے سے پہلے وطی کرلی۔
5. مشترکہ باندی سے ایک شریک نے وطی کرلی[2]۔

تیسری قسم: عقد میں شبہ ہو: اس سے مراد یہ ہے کہ صورتاً عقد ہو لیکن حقیقتاً عقد نہ ہو۔ جیسے محارم سے نکاح کرنا، چاہے یہ حرمت نسبی ہو، رضاعی ہو یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔ اسی طرح غیر کی منکوحہ، معتدہ، مجوسیہ، چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح شامل ہیں[3]۔

دفعہ ۲۳: اکراہ ثابت ہونے پر حد زنا ساقط ہوگا[4]۔

وضاحت

اکراہ سے مراد یہ ہے کہ کسی کو اہلیت کی موجودگی میں اختیار سے محروم کر کے بغیر رضا کے زبردستی کوئی کام کرالیا جائے[5]۔ اکراہ کے معتبر ہونے کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"إن الله عز وجل تجاوز لأمتي عن الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه[1]"

---

(1) الهداية، ۲: ۳۴۵

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۳۵

(3) ردالمحتار، ۴: ۲۳

(4) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۵۰

(5) العناية، ۹: ۲۳۲

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے خطا، نسیان اور اکراہ پر در گزر کیا ہے۔

اکراہ کی دو شرائط ہیں: پہلا یہ کہ مجبور کرنے والا جس نقصان کی دھمکی دے رہا ہے، وہ اس کے کرنے پر قادر ہو جیسے حاکم۔ دوسرا یہ کہ مجبور بننے والے کو یہ غالب گمان ہو کہ اگر وہ مطلوبہ کام کرنے سے انکار کر دے تو مکرہ اسے مذکورہ نقصان پہنچا سکتا ہے [2]۔

اکراہ کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ جانی نقصان کا اندیشہ ہو جیسے قتل، عضو قطع ہونے یا ضرب مبرح جس سے عضو تلف ہونے کا خدشہ ہو وغیرہ۔ دوسری قسم یہ ہے کہ قید و حبس یا ضرب یسیر کی دھمکی دی جائے [3]۔

مکرہ علی الزنا (جس کو زنا پر مجبور کیا گیا ہو) پر ثبوت کے باوجود حد جاری نہیں کیا جائے گا۔ اکراہ کے ثبوت میں مرد و عورت کے حکم میں فرق کیا گیا ہے۔ عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو تمام ائمہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہو گی۔ جبکہ مکرہ علی الزنا مرد کے متعلق احناف کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اکراہ اگر بادشاہ کی طرف سے ہو تو حد جاری نہیں ہو گا اور اگر بادشاہ کے علاوہ کسی اور نے زنا پر مجبور کیا تو استحساناً حد جاری ہو گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اکراہ چاہے بادشاہ کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے حد جاری نہیں ہو گا [4]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۷۶ میں زنا بالجبر (Rape) کی سزا بیان کرتے ہوئے کہا گیا:

> "Whoever commits rape shall be punished with death or imprisonment of either description for a term which shall not be less than ten rears or more, than twenty-five years and shall also be liable to fine[5]".

ترجمہ: جو کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو اسے سزائے موت یا قید کی سزا دی جائے گی، جو پانچ سے کم اور پچیس سال سے زیادہ نہ ہو گی اور جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

اگرچہ اکراہ یا جبر شریعت کی رو سے بھی معتبر ہے اور جس پر جبر و اکراہ کی گئی اس سے حد زنا کی سزا ساقط ہو گی جیسے کہ فتاویٰ عالمگیری کے مذکورہ بالا دفعہ میں ذکر ہے لیکن جبر و اکراہ کر کے زنا کرنے والے کو وہی سزا ملے گی جو زنا کی سزا ہے یعنی محصن ہونے کی صورت میں سنگساری اور غیر محصن ہونے کی صورت میں سو (۱۰۰) کوڑے، جبکہ تعزیرات پاکستان میں اس کے لئے الگ سے سزا مقرر کی گئی ہے۔

شریعت اسلامی میں زنا بالجبر کا ایسا کوئی تصور موجود نہیں کہ جس سے زنا کی سزا میں کوئی فرق آئے بلکہ ایسی صورت میں جس پر جبر و اکراہ کی گئی صرف اس سے سزا ساقط ہو گی۔ لہٰذا اس دفعہ میں ذکر کی گئی زنا بالجبر کی سزا، زنا کی حد شرعی میں مذکور سزا سے مختلف اور خلاف شریعت ہے۔

---

(1) المعجم الکبیر، باب العین سعید العلاف عن ابن عباس، حدیث: ۱۱۲۷۴

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۱۷۶

(3) تحفۃ الفقہاء، ۳: ۲۷۳

(4) المبسوط، ۹: ۵۹

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:376 (1)

دفعہ ۲۴ : غیر مکلف زنا کا ارتکاب کرے، تو ان پر حد زنا جاری نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

شریعت کے مخاطبین صرف مکلف ہوتے ہیں اور مجنون و نابالغ چونکہ غیر مکلف ہوتے ہیں اس لئے ان پر حد جاری نہیں ہوگا[2] جیسے حدیث مبارک میں ہے:

"رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن المبتلى حتى يبرأ وعن الصبي حتى يكبر[3]"

ترجمہ: تین افراد سے قلم اٹھایا گیا ہے (یعنی ان کے اعمال پر مؤاخذہ نہیں ہوگا) پہلا سوئے ہوئے شخص سے جاگنے تک دوسرا مجنون سے افاقہ ہونے تک اور تیسرا بچے سے بالغ ہونے تک۔

اسی طرح دار الحرب اور دار البغی میں کی جانے والی وطی موجب حد شمار نہیں کی جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود کو امام المسلمین ہی قائم کر سکتا ہے جبکہ اولوالامر کو ولایت صرف دار الاسلام میں حاصل ہوتی ہے[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۵ میں زنا مستوجب حد کے لئے زانی کی شرائط میں کہا گیا ہے:

"It is committed by a man who is an adult and is not insane with a woman to whom he is not and does not suspect himself to be married[5]".

فتاویٰ عالمگیری میں اصول شریعت کی روشنی میں بھی غیر مکلف یعنی پاگل یا نابالغ بچے کو حد زنا سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا غیر مکلف سے حد زنا کے اسقاط میں وضعی قانون مکمل طور پر شرعی قانون کے موافق ہے۔

دفعہ ۲۵: جس وطی پر زنا کی تعریف صادق نہ آئے، وہ موجب حد نہ ہوگا[6]۔

وضاحت

اگر مردہ عورت سے کوئی زنا کا مرتکب ہو تو اس کو حد زنا نہیں مارا جائے گا بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ فقہاء کے نزدیک مردہ عورت سے وطی پر زنا کی تعریف صادق نہیں آتی۔اسی طرح اجنبیہ عورت سے سوائے فرج کے وطی کی تو حد جاری نہیں ہوگا کیونکہ زنا کی تعریف اس کو شامل نہیں[1]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲:۱۵۰

(2) تبیین الحقائق، ۳: ۱۶۴

(3) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب في المجنون يسرق او يصيب حدا، حدیث نمبر:۴۳۹۸

(4) الهداية، ۲: ۳۴۷

(5) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:5,1(a)

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۵۰

دفعہ ۲۶: مملوکہ کو زنا کے بعد خطاءً قتل کیا تو حد جاری نہیں ہو گا جبکہ جماع سے مر جانے کی صورت میں قیمت لازم ہو گی حد نہیں[2]۔

وضاحت

باندی کو جماع سے قتل کیا تو اس کی قیمت لازم ہو گئی لیکن حد واجب نہیں ہو گی۔ اگرچہ اس نے دو جرائم یعنی زنا اور قتل کا ارتکاب کیا ہے لیکن قیمت ادا کرنے سے گو یا وہ اس باندی کا مالک بن گیا۔ اس لئے حد ساقط ہو گا[3]۔

اگر آزاد عورت کو جماع سے مار ڈالا تو اس کی دیت بھی لازم ہو گی اور حد بھی جاری کی جائے گا۔ اسی طرح اگر جماع کے بعد خطاً قتل کر دیا تو دیت و حد دونوں لازم ہوں گے۔ آزاد عورت کی دیت ادا کرنے سے ملکیت کا کوئی تصور نہیں اس لئے دیت کے ساتھ حد بھی لازم ہو گا[4]۔

دفعہ ۲۷: لواطت سے حد لازم نہیں ہو گا[5]۔

وضاحت

لواطت (دبر میں وطی کرنا) چاہے مرد سے ہو یا عورت سے اس سے حد لازم نہیں ہوتا[6]۔ کیونکہ اس پر زنا کی تعریف صادق نہیں آتی۔ البتہ حاکم اس پر تعزیری سزا دے گا۔ لیکن اگر لواطت کو عادت بنالے تو چاہے محصن ہو یا غیر محصن دونوں صورتوں میں امام اس کو تعزیراً موت کی سزا دے گا[7]۔

حدود آرڈیننس (جرم زنا) اور تعزیرات پاکستان دونوں میں مجامعت میں دخول کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ لواطت پر صادق نہیں آتی، لہٰذا یہ حد زنا کا موجب نہیں بن سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری اور حدود آرڈیننس دونوں میں لواطت کو غیر موجب حد زنا بتایا گیا ہے، لہٰذا اس مقام پر وضعی و شرعی قانون میں یکسانیت ہے۔

---

(1) العناية، ۵: ۲۴۷

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۵۰

(3) العناية، ۵: ۲۷۴

(4) البناية، ۶: ۳۲۰

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۵۰

(6) بدائع الصنائع، ۷: ۳۴

(7) الهداية، ۲: ۳۴۸

دفعہ ۲۸: شبہ کا دعویٰ کرنے والے سے حد بہر صورت ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا حکم مختلف صورتوں میں مختلف ہوگا[1]۔

وضاحت

شبہ کا دعویٰ کرنے والے کے احکام مختلف صورتوں میں مختلف ہے۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا اور حد جاری نہیں کیا جائے گا:

۱: شب زفاف میں اس کے پاس ایک عورت بھیجی گئی جس کے متعلق دوسری عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے اور اس نے اس عورت سے جماع کیا۔ کیونکہ پہلی ملاقات میں بیوی اور غیر بیوی میں تمیز نہیں ہو سکتی[2]۔

۲: اگر باندی آئی اور اس نے کہا کہ میرے مولیٰ نے مجھے تیرے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ کیونکہ خبر واحد پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

۳: اندھے نے اپنی بیوی کو بستر پر بلایا اور غیر عورت نے خود کو اس کی بیوی ظاہر کیا اور اندھے نے اس سے جماع کیا۔

۴: بیع فاسد میں قبضہ سے پہلے یا بعد میں مشتری نے باندی سے وطی کی۔

۵: باندی کو غصب کر کے وطی کی پھر اس کی قیمت ادا کر دی۔

جبکہ مندرجہ ذیل صورتوں میں شبہ کا دعویٰ کرنے والے کا دعویٰ رد کر کے اس پر حد جاری کیا جائے گا:

۱: رات کے اندھیرے میں کسی عورت کو بستر پر پایا اور جماع کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں اسے اپنی بیوی سمجھا تھا[3]۔

۲: اپنے کمرے میں کسی عورت کو پایا اور جماع کیا تو زانی چاہے دیکھ سکتا ہو یا اندھا ہو دونوں صورتوں میں حد جاری ہوگی۔

۳: نشے کی حالت میں زنا کیا۔

۴: مشتری نے خیار کے ساتھ باندی خریدی اور بائع نے اس کے ساتھ جماع کیا۔

۵: باندی کو زنا کی غرض سے غصب کیا اور پھر قیمت ادا کر دی۔

۶: مرد چت لیٹا تھا عورت آئی اور اس کے اوپر بیٹھ کر حاجت پوری کر لی۔ دونوں کو حد لگائی جائے گی۔

۷: آزاد عورت کے ساتھ زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا۔

---

[1] الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۱

[2] البناية، ۶: ۳۰۴

[3] الهداية، ۲: ۳۴۶

دفعہ ۲۹: امام المسلمین نے موجب حد حرکت کا ارتکاب کیا تو اس پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

مسلمانوں کا ایسا امام جس کے اوپر کوئی امام نہ ہو۔ اگر وہ موجب حد حرکت کا ارتکاب کرے جیسے زنا اور شراب پینا وغیرہ تو اس پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[2]۔ البتہ اگر وہ ایسے جرم کا ارتکاب کر بیٹھے جو بندے کا حق ہو تو اس کو پکڑا جائے گا جیسے قصاص یا دوسرے مالی حقوق۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود حق اللہ ہے اور اس کے جاری کرنے کا اختیار صرف امام کو دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اپنے اوپر اسے قائم کرے اور دوسرے کو اس پر ولایت حاصل نہیں۔ حد قذف جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا بھی حق ہے اس میں بھی حق شرع کو مقدم رکھ کر حد جاری نہیں کیا جائے گا[3]۔

باب نمبر ۵: زنا پر گواہی دینے اور اس سے رجوع کے بیان میں

دفعہ ۳۰: نصاب شہادت پورا نہ ہونے پر مشہود علیہ پر حد جاری نہ ہوگا[4]۔

وضاحت

زنا موجب حد کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ چار مرد گواہی دے[5] جیسے کہ دفعہ نمبر ۷ میں دلائل سمیت ذکر کیا جا چکا ہے۔ اگر چار سے کم آزاد مردوں نے گواہی دی تو مشہود علیہ پر حد زنا جاری نہ ہوگی اور تمام گواہوں کو حد قذف مارا جائے گا[6]۔

اگر قاضی کے سامنے چار گواہ پیش ہوئے تین نے زنا پر گواہی دی اور ایک نے مرد و عورت کو لحاف میں دیکھنے کی گواہی دی تو زنا کی گواہی دینے والوں کو حد قذف مارا جائے گا۔ اگر چوتھے نے بھی پہلے زنا پر گواہی دی پھر وضاحت کرتے ہوئے لحاف میں دیکھنے کا تذکرہ کیا تو اس کو بھی حد قذف مارا جائے گا۔ اگر چار گواہ پیش ہوئے اور چار سے کم نے گواہی دی اور باقی نے انکار کیا تو گواہی دینے والوں پر حد قذف جاری کیا جائے گا۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۹ میں نصاب شہادت باقی نہ رہنے کے متعلق کہا گیا:

"In the case which the offence of zina is proved only by testimony , Hadd or such part of it as is yet to be enforced, shall not be enforced if any witness

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۵۱

(2) فتح القدیر، ۵ : ۲۷۷

(3) العنایة، ۵ : ۲۷۷

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۵۱

(5) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۴۰

(6) شرح مختصر الطحاوی، ۶: ۱۷۷

resiles from his testimony before Hadd or such part is enforced, so as to reduce the number of eye-witness to less then four[1]".

ترجمہ: اگر کسی مقدمے میں جرم زنا صرف گواہی کے ذریعے ثابت ہو، تو حد یا اس کا ایک جز و باقی ہونے کی صورت میں اگر کوئی گواہ اپنی گواہی سے رجوع کرلے اور چشم دید گواہوں کی تعداد چار سے کم رہ جائے، تو حد یا اس کا حصہ جو باقی ہے، وہ ساقط ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے، لہٰذا زنا کے مقدمے میں نصاب یعنی چار گواہوں سے کم گواہ ہونے کی صورت میں حد زنا ساقط ہونے میں وضعی قانون مکمل طور پر شریعت کے موافق ہے۔

دفعہ ۳۱: گواہوں کا ایک ہی مجلس میں گواہی دینا لازمی ہے ورنہ گواہی مردود ہو گی[2]۔

وضاحت

زنا موجب حد کے ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ چاروں گواہ ایک ہی مجلس میں گواہی دیں۔ اگر تمام گواہ ایک ساتھ گواہی دینے حاضر ہوں اور ہر ایک گواہی دینے کے بعد مجلس سے نکل جائے تو گواہی مقبول ہو گی۔ لیکن اگر عدالت سے باہر تمام جمع ہو اور کمرۂ عدالت میں ہر ایک الگ الگ داخل ہو کر گواہی دے اور پھر نکل جائے تو گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا[3]۔

اگر دو گواہ آکر زنا پر گواہی دے اور دو گواہ ملزم کے اقرار پر گواہی دے تو ملزم اور گواہوں میں سے کسی کو حد نہ لگائی جائے گی، لیکن اگر تین گواہوں نے زنا پر گواہی دی اور ایک نے اقرار پر تو زنا پر گواہی دینے والوں کو حد لگائی جائے گی۔

دفعہ ۳۲: گواہوں نے مزنیہ کی پہچان سے انکار کے ساتھ کسی مرد کے زنا پر گواہی دی تو حد جاری نہیں کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

چار گواہوں نے کسی شخص کے زنا پر گواہی دی لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم مزنیہ کو نہیں پہچانتے تو حد نہیں مارا جائے گا۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی بیوی یا باندی ہو۔ اگر ملزم خود بھی کہہ دے کہ وہ عورت میری بیوی یا باندی نہیں تھی تب بھی حد نہیں مارا جائے گا۔ کیونکہ یہ اقرار زنا کے لئے کافی نہیں[5]۔ اسی طرح چار گواہوں نے پہلے زنا پر گواہی دی اور ساتھ عورت کو پہچاننے سے انکار کر دیا اور پھر کہا کہ مزنیہ فلاں عورت ہے تو ملزم و گواہ دونوں کو حد نہیں لگائی جائے گی۔

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:9,(2)

(2) تحفۃ الفقہاء، ۳: ۱۴۱

(3) البحر الرائق، ۵: ۵

(4) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۵۲

(5) فتح القدیر، ۵: ۲۸۴

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۸ میں زنا کے مقدمے میں گواہی سے متعلق کہا گیا:

"At least four Muslim adult male witness, about whom the court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood that they are truthful persons and abstain from major sins , give evidence as eye-witnesses of the act of penetration necessary to the offence[1]".

ترجمہ: کم از کم چار بالغ وعادل مسلمان گواہان جن کے متعلق عدالت کو تزکیۃ الشہود کی ضروریات کالحاظ رکھ کر اس امر کا اطمینان ہو کہ وہ سچ بولنے والے اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے اشخاص ہیں، بطور چشم دید گواہان جرم قائم کرنے کے لئے ضروری فعل دخول کی گواہی دیں۔

حدود آرڈیننس اور فتاویٰ عالمگیری دونوں میں چشم دید گواہ ہونے کی شرط لگائی گئی ہے، لہٰذا اگر گواہ مزنیہ کی پہچان سے انکار کردے تو حد ساقط ہو گا۔

دفعہ ۳۳: گواہوں نے گواہی میں ایسا اختلاف کیا جو ایک دوسرے کی گواہی کا رد ہو، تو حد جاری نہیں کیا جائے گا[2]۔

وضاحت

گواہوں میں ایسا اختلاف جو واضح طور پر ایک دوسرے کی تردید پر مشتمل ہو حد کے سقوط کا سبب بنے گا، چاہے یہ اختلاف مقام کے متعلق واقع ہو یا زمانے میں، جیسے چار میں سے دو گواہوں نے گواہی دی کہ بصرہ میں زنا کیا ہے اور دو نے کوفہ میں زنا کی گواہی دی تو ملزم اور گواہوں میں کسی کو بھی حد نہ لگائی جائے گی۔ کیونکہ ایک بھی زنا کی گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ اسی طرح مکان کے متعلق اختلاف کی صورت میں بھی حد کا اجراء نہیں ہو گا۔ اگر دنوں کے متعلق اختلاف ہو جیسے دو نے جمعہ کے دن اور دو نے اتوار کے کے دن زنا کی گواہی دی تب بھی حد جاری نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک گھر کے کمروں میں اختلاف واقع ہوا ہے تو حد جاری کیا جائے گا۔ کیونکہ ممکن ہے ابتدا ایک کمرے اور انتہاء دوسرے کمروں میں ہوا ہو[3]۔

اگر گواہوں میں عورت کی طرف سے مطاوعت کے متعلق اختلاف ہوا کہ دو گواہوں نے عورت کی طرف زنا میں سے مطاوعت کی گواہی دی اور دو نے اکراہ کی گواہی دی یا تین نے مطاوعت اور ایک نے اکراہ یا ایک نے مطاوعت اور تین نے اکراہ کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ملزم و گواہوں میں سے کسی پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[4]۔

---

(1) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:8(b)

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۲

(3) النهر الفائق، عمر بن ابراهيم بن نجيم، ۳ :۱۴۵، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

(4) المبسوط، ۹ :۶۷

دفعہ ۳۴: گواہوں نے گواہی میں ایسا اختلاف کیا جو ایک دوسرے کے قول کا واضح طور پر رد نہ ہو تو حد جاری کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر گواہی میں ایسا اختلاف پایا گیا جو مکمل طور پر ایک دوسرے کے اقوال کی تردید نہیں کر رہے تو حد جاری کیا جائے گا، جیسے گواہ زانی یا مزنیہ کے پہنے ہوئے کپڑوں میں اختلاف کرے کہ بعض جبہ پہننے اور بعض قمیص پہننے کی گواہی دے یا عورت کے طول و قصر میں یا موٹائی دبلائی میں اختلاف کرے یا کپڑوں اور چہروں کے رنگ میں ایسا اختلاف کہ دونوں مشابہ رنگ بتائے۔ لیکن اگر کپڑوں اور چہروں کے رنگ جو دونوں طرف کے گواہ بتائے باہم متفاوت ہو تو حد جاری نہیں کی جائے گی جیسے بعض کپڑوں کا رنگ کالا بتائے اور بعض سفید یا بعض حبشیہ اور بعض کوفیہ سے زنا پر گواہی دے۔

دفعہ ۳۵: اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی جو ظاہر کے خلاف ہے تو حد جاری نہیں کیا جائے گا[2]۔

وضاحت

اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی کہ جو ظاہر حقیقت کے خلاف ہو تو حد جاری نہیں کیا جائے گا، جیسے گواہی دی گئی کہ فلاں عورت نے زنا کیا ہے لیکن جب عورتوں نے اس کا معائنہ کیا تو وہ باکرہ تھی اور اس معاملے میں عورتوں کے قول کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ مرد اس پر مطلع نہیں ہو سکتے[3]۔ اسی طرح مرد پر زنا کی گواہی دی گئی اور معائنہ سے معلوم ہوا کہ وہ مجبوب ہے تو حد جاری نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پردہ بکارت کے ساتھ زنا متصور نہیں ہو سکتا۔ رہا مجبوب تو اس کے معاملے میں گواہوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو چکا ہے کہ وہ سرے سے زنا کی قدرت نہیں رکھتا اور گواہوں کی تعداد چونکہ پوری ہے اس لئے ان پر بھی حد جاری نہیں کیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۳۶: قاضی کے سامنے گواہوں کا فسق ثابت ہو گیا یا شبہ پیدا ہو گیا تو ان کی گواہی مردود ہو گی[5]۔

وضاحت

اگر چار گواہوں نے گواہی دی کی کہ اس عورت نے فلاں مرد سے زنا کیا ہے اور دوسرے چار گواہوں نے پہلے زنا کے گواہوں کے متعلق اس عورت سے زنا کی گواہی دی اور کوئی تفصیل ذکر نہیں کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی کو حد نہیں لگایا جائے گا جبکہ صاحبین کے نزدیک پہلے چار گواہوں اور عورت پر حد جاری کیا جائے گا اور پہلے چار گواہوں کی دی گئی گواہی رد ہو گی لہٰذا انہوں نے جس مرد پر زنا کی گواہی دی اس کو حد نہیں لگائی جائے گی کیونکہ ان گواہوں کا فسق قاضی کے سامنے ثابت ہو چکا۔ اسی طرح پہلے چار گواہوں نے کسی عورت پر زنا کی گواہی دی۔ دوسرے چار مردوں نے ان

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۵۲

(2) نفس مصدر، ۲ : ۱۵۳

(3) فتح القدير، ۵ : ۲۸۸۔ رد المحتار، ۴ : ۳۳

(4) تبيين الحقائق، ۳ : ۱۹۰

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۳

پہلے چار گواہوں کے متعلق گواہی دی کہ اس عورت سے زنا انہی چار مردوں نے کی ہے۔ پھر تیسرا فریق آیا اور ان چار مردوں نے دوسرے نمبر پر گواہی دینے والے فریق پر اس عورت سے زنا کی گواہی دی تو دوسرے نمبر پر گواہی دینے والوں کو حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ پہلے اور دوسرے چار، چار گواہوں کا فسق ثابت ہو چکا ہے لہٰذا ان گواہی رد ہو گی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اوپر مذکورہ دونوں صورتوں میں دوسرے گواہوں کی گواہی سے شبہ پیدا ہو گیا اس لئے کسی پر بھی حد جاری نہیں ہو گا[1]۔

دفعہ ۷-۳: اگر گواہ حدود کے لئے گواہی کی اہلیت پر پورا نہ اترتے ہو تو زنا کی گواہی دینے پر ان کو حد قذف ماری جائے گی[2]۔

وضاحت

اگر ایسے لوگ زنا پر گواہی دے جو دفعہ نمبر ۷ میں بیان کئے گئے شرائط پر پورا نہ اترتے ہو تو مشہود علیہ پر حد جاری نہیں ہو گا۔ جبکہ گواہوں پر حد قذف جاری کیا جائے گا، جیسے تمام گواہ اندھے، غلام، کافر یا محدود فی القذف ہو یا چاروں میں سے ایک بھی غلام ہو تو ان کی گواہی مردود ہو گی[3]۔

اگر گواہی غلام دے اور گواہی دینے پر اسے حد قذف ماری جائے۔ تو اگر بعد میں مسلمان ہو اور دوبارہ اسی زنا پر گواہی دے تو دوبارہ اسے حد قذف مارا جائے گا۔ لیکن کافروں کو مسلمان ہونے کے بعد گواہی کا اعادہ کرنے پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔

گواہی کی اہلیت نہ رکھنے والوں میں صرف نابالغ بچے کو گواہی دینے پر حد قذف نہیں مارا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ کہ اہلیت نہ رکھنے کے باوجود وہ مکلف نہیں ہے اس لئے اس سے حد ساقط ہو گا۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم زنا) دفعہ ۸ میں گواہی کی قبولیت کے لئے شرائط میں کہا گیا:

> "At least four Muslim adult male witness, about whom the court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood that they are truthful persons and abstain from major sins , give evidence as eye-witnesses of the act of penetration necessary to the offence[4]".

ترجمہ: کم از کم چار بالغ وعادل مسلمان گواہان جن کے متعلق عدالت کو تزکیۃ الشہود کی ضروریات کا لحاظ رکھ کر اس امر کا اطمینان ہو کہ وہ سچ بولنے والے اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے اشخاص ہیں، بطور چشم دید گواہان جرم قائم کرنے کے لئے ضروری فعل دخول کی گواہی دیں۔

حد زنا کے لئے گواہوں میں تزکیۃ الشہود کی ضروریات کا لحاظ رکھ کر اطمینان ہونے، سچ بولنے اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کی قید لگائی گئی، لہٰذا اس معیار پر نہ اترنے والوں کی گواہی رد ہو گی اور انہیں حد قذف لگائی جائے گی کیونکہ اہلیت نہ رکھتے ہوئے گواہی دینا تہمت کے زمرے میں آتا ہے۔

---

(1) تبیین الحقائق، ۳: ۱۹۱

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۵۳

(3) شرح الطحاوی، ۶: ۲۳۴

(4) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:8(b)

دفعہ ۳۸: گواہی کی اہلیت نہ رکھنے والوں نے گواہی دی اور حد جاری ہوگئی تو رجم کی صورت میں گواہوں پر کچھ لازم نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر غلام، اندھے یا نابالغ بچے نے کسی محصن شخص پر زنا کی گواہی دی اور اس کو بطور حد رجم کیا گیا۔ پھر معلوم ہوا کہ گواہ گواہی کی اہلیت نہیں رکھتے تھے تو گواہوں کو حد قذف نہیں مارا جائے گا اور ان پر دیت لازم ہوگی اور دیت بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حد کو قاضی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور قاضی کا ہر فیصلہ تمام مسلمانوں کا فیصلہ ہوتا ہے، اس لئے دیت بھی مسلمانوں کے مال یعنی بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔

اگر گواہوں نے غیر محصن شخص پر زنا کی گواہی دی اور اسے کوڑوں کی صورت میں حد لگائی گئی پھر گواہوں کے متعلق ثابت ہوگیا کہ وہ گواہی کی اہلیت نہ رکھتے تھے تو مشہود علیہ کی درخواست پر ان گواہوں کو کوڑے لگائے جائیں گے لیکن ان سے چوٹ کا کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ اگر مشہود علیہ مطالبہ نہ کرے تو پھر کوڑے نہیں لگائے جائیں گے[2]۔

دفعہ ۳۹: اجراء حد کے بعد گواہوں کا غیر اہل ہونا معلوم ہوا تو گواہوں کو حد قذف مارا جائے گا لیکن تاوان واجب نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر قاضی کے سامنے شہادت سے کسی پر موجب حد زنا ثابت ہوگیا اور حد مارنے کے بعد معلوم ہوا کہ گواہ گواہی کی اہلیت نہیں رکھتے تھے یعنی غلام یا کافر یا محدود فی القذف تھے۔ اس صورت میں اگر مشہود علیہ اجرائے حد سے مر گیا یا زخمی ہوگیا تو گواہ یا بیت المال سے دیت نہیں دی جائے گی اور گواہوں پر حد قذف جاری کیا جائے گا۔ اس کہ وجہ یہ ہے کہ گواہوں کی گواہی سے فقط کوڑے مارنا واجب ہوئے ہیں، جبکہ کوڑوں سے کوئی زخمی نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں جھوٹی گواہی پر صرف کوڑے لگائے جائیں گے اور یہ زخم کوڑنے مارنے والے کی طرف منسوب ہوگا لیکن اس سے بھی تاوان نہیں لیا جائے گا تاکہ تاوان کے خوف سے لوگ حد مارنے سے انکار نہ کردیں[4]۔

دفعہ ۴۰: ایک شخص نے گواہوں کا تزکیہ کیا، اجرائے حد کے بعد معلوم ہوا کہ گواہ گواہی کے اہل نہ تھے، ضمان مزکی پر ہوگا[5]۔

وضاحت

چار مردوں نے کسی شخص کے زنا پر گواہی دی۔ ان گواہوں کا تزکیہ بھی کیا گیا تھا۔ لیکن اجرائے حد کے بعد معلوم ہوا کہ گواہ حدود میں گواہی کے اہل نہ تھے یعنی غلام، فاسق، کافر یا محدود فی القذف تھے۔ تو مزکی اگر تسلیم کرے کہ مجھے ان کا غیر اہل ہونا معلوم تھا تو اس پر ضمان واجب ہوگا[6]۔ اگر اس نے

---

(1) الفتاویٰ الهندیه، ۲: ۱۵۴

(2) البناية، ۶:۳۳۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۴

(4) فتح القدير، ۵: ۲۹۱

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۴

(6) البحر الرائق، ۵: ۲۶

نے تزکیہ سے رجوع نہیں کیا بلکہ خطا کا اعتراف کیا تو ضمان واجب نہ ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ گواہی کی علت تزکیہ بنی ہے۔لٰہذا حکم کو اس کی طرف منسوب کیا جائے گا اور مزکی پر ضمان واجب ہوگا[1]۔

دفعہ ۴۱: گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو حد قذف مارا جائے گا[2]۔

وضاحت

قاضی کی عدالت میں چار گواہوں نے ایک شخص کے زنا پر گواہی دی۔ پھر گواہوں نے خود ہی اقرار کیا کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی تو قاضی ان پر حد قذف جاری کرے گا۔ اگر مشہود علیہ پر حد جاری ہونے سے پہلے مزید چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی تو مشہود پر حد جاری ہوگی اور پہلے والے چار گواہوں کو حد نہیں ماری جائے گی۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۳ میں زنا مستوجب حد میں گواہی سے رجوع کے حکم کے متعلق کہا گیا:

"According to the finding of court, a witness has given false evidence of the commission of zina or zina bil-jabr[3]".

ترجمہ: عدالت کی تجویز کے مطابق کسی گواہ نے زنا یا زنا بالجبر سے متعلق جھوٹی شہادت دی۔

یہی حکم اصول شریعت کی روشنی میں فتاویٰ عالمگیری میں بھی بیان ہوا ہے، لٰہذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۴۲: حد زنا میں محدود کے مرنے یا زخمی ہونے کے بعد گواہوں نے رجوع کر لیا تو ارش و دیت کے ضامن نہ ہوں گے[4]۔

وضاحت

اگر مشہود علیہ حد کی وجہ سے زخمی ہو گیا یا مر گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہوں پر کوئی ارش و دیت واجب نہیں ہوگی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ گواہوں کی گواہی سے صرف کوڑے مارنا ثابت ہوا ہے اور کوڑوں سے کوئی شخص مر یا زخمی نہیں ہوتا۔اس لئے وہ تاوان و دیت سے بری ہوں گے[5]۔

---

(1) تبیین الحقائق، ۳: ۱۹۳

(2) المبسوط، ۱۷: ۲۳

(3) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:3(b)

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۴

(5) بدائع الصنائع، ۶ : ۲۸۹

دفعہ ۴۳: اجراءِ حد کے بعد چار گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو حد قذف صرف اس کو مارا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص پر چار گواہوں کی گواہی سے حد ثابت ہو گیا۔ جب اس پر حد جاری ہوا تو ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا تو صرف ایک گواہ کو حد قذف ماری جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فیصلے سے گواہی موکد ہو گئی ہے اور رجوع کرنے والے نے خود گواہی فسخ کی ہے۔ لہٰذا صرف اس کو ہی حد مارا جائے گا[2]۔

چار گواہوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو گیا اور مشہود علیہ کو حد مارنا شروع ہوا۔ اجرائے حد کے درمیان میں ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کر لیا، تو مشہود علیہ سے باقی حد ساقط ہو جائے گی اور تمام گواہوں کو حد قذف مارا جائے گا۔

دفعہ ۴۴: اگر چار اصل گواہوں کی گواہی پر چار فرع گواہوں نے گواہی دی تو حد نہیں مارا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر چار گواہوں نے قاضی کی مجلس کے بغیر چار مرد گواہوں کے سامنے کسی شخص کے زنا پر گواہی دی اور ان چار فرع گواہوں نے آکر قاضی کی مجلس میں گواہی دی تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دفعہ نمبر ۷ میں زنا کے مقدمے میں شہادت کی جو شرائط گزر چکی ہے ان میں سے ایک اصالت ہے کہ گواہ خود قاضی کی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دے گا۔ کیونکہ دوسروں کی گواہی میں یہ شبہ موجود رہتا ہے کہ اصل گواہوں نے شاید اس طرح نہ کہا ہو اور حدیث مبارک میں حدود کے متعلق بیان ہوا ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوتے ہیں[4]۔ اگر فرع گواہوں کے بعد چار اصل گواہ خود حاضر ہو کر زنا پر گواہی دے تو ان کی گواہی کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۴۵: رجم کے بعد گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو دیت اور حد دونوں واجب ہوں گے[5]۔

وضاحت

چار گواہوں کی گواہی سے کسی محصن شخص پر زنا موجب حد ثابت ہو گیا اور قاضی کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔ رجم کرنے کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو ان گواہوں پر حد قذف جاری کیا جائے گا اور ہر ایک کے ذمے دیت کا ایک چوتھائی حصہ واجب ہو گا۔ حد قذف تو اس وجہ سے لگائی

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۵۵

(2) تبیین الحقائق، ۳: ۱۹۳

(3) المبسوط، ۹ :۲٦

(4) العنایة، ۵ :۲۹۱

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۵۵

جائے گی کہ ان کی رجوع کے بعد گواہی قذف میں تبدیل ہو گئی۔ جبکہ دیت کا وجوب اس لئے کہ گواہی رجم کا سبب بنی ہے اور چونکہ گواہی رجم کا صرف سبب بنی ہے اس لئے ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا[1]۔

اگر چار گواہوں نے کسی مرد پر ایک عورت سے زنا کی گواہی دی اور دوسرے چار گواہوں نے اسی شخص پر دوسری عورت سے زنا کی گواہی دی۔ ان دونوں کی گواہی کی وجہ سے اس پر حد زنا جاری کی گئی اور رجم کیا گیا۔ رجم کے بعد تمام گواہوں نے رجوع کیا تو سب پر حد قذف اور دیت واجب ہو گی۔

اگر غلام کے متعلق گواہی دی کہ اس کو اس کے آقا نے آزاد کیا اور اس گواہی کے نتیجے میں اسے رجم کیا گیا۔ پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا۔ تو ان گواہوں کو حد قذف مارا جائے گا اور ساتھ ساتھ اس کے آقا کو تاوان اور ورثا کو دیت بھی دیں گے۔

دفعہ ۴۶: قاضی کے فیصلے کے بعد راجع کا رجوع صرف اس کے حق میں نافذ ہو گا[2]۔

وضاحت

اگر ایک گواہ نے قاضی کے فیصلے سے پہلے رجوع کیا تو تمام گواہوں کو حد قذف مارا جائے گا[3]۔ اگر فیصلے کے بعد کسی ایک گواہ نے رجوع کیا تو صرف اس کو حد قذف مارا جائے گا اور ساتھ وہ ایک چوتھائی دیت بھی ادا کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی کے فیصلے کے بعد راجع کا رجوع دوسروں کے حق میں نافذ نہیں ہوتا۔ البتہ فیصلے سے پہلے اس کا رجوع تمام کے حق میں نافذ ہو گا[4]۔

دفعہ ۴۷: کچھ گواہ گواہی سے رجوع کر لے لیکن نصاب شہادت (چار گواہ) برقرار رہے تو حد جاری ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر چار گواہوں کی گواہی سے زنا موجب حد ثابت ہو گیا، پھر اتنے گواہوں نے رجوع کر لیا کہ چار گواہ باقی رہ گئے تو حد جاری کیا جائے گا اور رجوع کرنے والوں کو حد قذف نہیں مارا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاب شہادت قائم ہے اور ایک گواہ کے رجوع سے کوئی فرق نہیں پڑتا، مثلاً پانچ گواہوں نے گواہی دی اور ایک نے رجوع کیا تو چونکہ چار گواہ باقی ہیں اور حدود کی ثبوت کے لئے نصاب شہادت برقرار ہے۔ اس لئے مجرم کو حد مارا جائے گا اور راجع کو حد قذف نہیں مارا جائے گا[6]۔

---

(1) البحر الرائق، ۵: ۲۵

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۵۵

(3) تحفة الفقهاء، ۳: ۳۶۸

(4) بدائع الصنائع، ۶: ۲۸۹

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۵

(6) بدائع الصنائع، ۶: ۲۸۹

دفعہ ۴۸: اتنے گواہ رجوع کرلے کہ نصاب شہادت برقرار نہ رہے تو رجوع کرنے والوں پر حد قذف اور دیت واجب ہوگی[1]۔

وضاحت

اگر چار سے زیادہ گواہوں نے گواہی دی اور رجم کے بعد اتنے گواہوں نے رجوع کرلیا کہ باقی چار سے کم گواہ رہ گئے تو رجوع کرنے والوں کو حد قذف مارا جائے گا[2]۔ اس کے ساتھ وہ اپنے حصے کے دیت کے بھی ضامن ہوں گے، جیسے پانچ گواہوں نے گواہی دی، ان میں سے دو نے رجوع کرلیا تو دونوں پر حد قذف کے ساتھ دیت کا چوتھائی حصہ بھی لازم ہوگا۔

اگر پانچ گواہوں کی گواہی سے مجرم کو رجم کیا گیا۔ پھر تمام گواہوں نے رجوع کیا تو پانچوں کو حد قذف مارا جائے گا۔ جبکہ ہر ایک دیت کے پانچویں حصے کا ضامن ہوگا[3]۔

دفعہ ۴۹: گواہ ورثا میں سے ہو اور رجم کے بعد ایک نے رجوع کرلیا اور دیگر ورثا موجود ہوں تو راجع دیت کا ضامن ہوگا[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص پر زنا چار ایسے گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا جو مجرم کے ورثا میں سے تھے اور اس مجرم کے اس کے علاوہ بھی ورثا ہوں۔ جب مجرم کو رجم کیا گیا تو گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو راجع چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا، جو تمام ورثا میں تقسیم ہوگا۔ چونکہ یہ راجع بھی ورثا میں سے تھا۔ اس لئے اس کو بھی دیت میں حصہ ملے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دیت میں جو حصہ اس کا بنتا ہے اس کو ساقط کرکے باقی تین سال میں ادا کرے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہوگا کہ جب باقی گواہ اس کے گواہی کے ابطال کو واضح طور پر بیان کریں۔ اگر باقی گواہوں نے اس کے رجوع کو غلط قرار دیا تو پھر یہ بھی ضامن نہ ہوگا۔

دفعہ ۵۰: گواہ ورثا میں سے ہوں اور اس کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو تو ایک کے رجوع کے وقت تین صورتیں بنے گی:

۱: باقی رہنے والے گواہ راجع کے رجوع کو غلط کہیں اور اس کی گواہی کی تصدیق کریں۔

۲: باقی گواہ راجع کے رجوع کو صحیح کہیں اور اس کی گواہی کی تردید کریں۔

۳: گواہ راجع کے رجوع کو صحیح کہیں اور ساتھ یہ بھی کہہ دے کہ مجرم نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا[5]۔

وضاحت

---

[1] الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۵۵

[2] الهدایة، ۲: ۳۵۲

[3] ردالمحتار، ۴: ۳۴

[4] الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۵۶

[5] الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۵۶

ایک شخص کے متعلق اس کے ورثا نے زنا کی گواہی دی اور مشہود علیہ کے ان گواہوں کے علاوہ دوسرے ورثا نہ ہو۔ رجم کے بعد ایک گواہ نے رجوع کیا، تو حد قذف اور دیت واجب ہونے کی تین صورتیں بنتی ہیں:

۱: راجع کے رجوع کے بعد بقیہ گواہوں نے راجع سے کہا کہ تو اپنے رجوع میں جھوٹا ہے اور گواہی دینے میں سچا ہے، تو اس صورت میں رجوع کرنے والا کسی چیز کا ضامن نہ ہوگا اور میراث سے بھی محروم نہ ہوگا۔

۲: رجوع کے بعد بقیہ گواہوں نے راجع سے کہا کہ تیری گواہی صحیح ہے لیکن تو نے زنا کرتے نہیں دیکھا تھا، تو اس صورت میں راجع دیت کے چوتھائی حصے کا ضامن ہوگا اور میراث سے بھی محروم کیا جائے گا، لیکن اس کو حد قذف نہیں مارا جائے گا کیونکہ بقیہ گواہوں نے قذف میں اس کی تصدیق کی۔

۳: رجوع کے بعد بقیہ گواہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ مشہود علیہ زانی نہیں تھا اور راجع کا اس پر گواہی دینا جھوٹ تھا، تو اس صورت میں تمام گواہ دیت کے ضامن ہوں گے، میراث سے بھی محروم ہوں گے اور تمام کو حد قذف بھی مارا جائے گا۔

دفعہ ۵۱: فیصلہ ہونے کے بعد اجراء حد سے پہلے مشہود علیہ مسلمان ہوا تو حد ساقط ہوگی[1]۔

وضاحت

اگر چار عیسائیوں نے عیسائی مرد وعورت پر زنا کی گواہی دی اور قاضی نے ان گواہی پر اجراء حد کا حکم دے دیا۔ قاضی کے فیصلے کے بعد مرد یا عورت دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ موجب حد زنا کے ثبوت کے لئے شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ کے مسلمان ہونے کی صورت میں گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے جیسا کہ دفعہ نمبر ے میں گزر چکا ہے۔ یہ حکم سورۃ النساء کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:

"فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ[2]"

ترجمہ: ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔

مفسرین نے مذکورہ آیت کی ضمن میں یہی وضاحت کی ہے[3]۔

دفعہ ۵۲: گواہوں میں ایک گواہ کا محدود فی القذف ہونا ثابت ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص پر چار مرد گواہ زنا کی گواہی دے اور مشہود علیہ ان گواہوں میں سے ایک کے متعلق دو گواہوں کی گواہی کے ذریعے ثابت کرے کہ یہ محدود فی القذف ہے تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گا اور مشہود علیہ کو حد نہیں مارا جائے گا۔ محدود فی القذف کا مردود الشہادت ہونا سورۃ النور کی اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے:

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۷

(2) النساء، ۴: ۱۵

(3) تفسیر البغوی، حسین بن مسعود البغوی، ۱ : ۵۸۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۵۷

" وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا[1]"

ترجمہ: اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔

اگر کسی شخص پر امام المسلمین کے علاوہ کسی اور کے حکم سے حد قذف جاری کیا گیا ہو یا اس کے محدود فی القذف ہونے میں کوئی شک وشبہ پیدا ہو تو ایسے شخص کی گواہی قبول کی جائے گی۔

تقابل

حدود آرڈیننس میں حد زنا میں گواہی دینے والوں کے لئے شرائط بیان کرتے ہوئے کہا گیا:

> "At least four Muslim adult male witness, about whom the court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood that they are truthful persons and abstain from major sins , give evidence as eye-witnesses of the act of penetration necessary to the offence[2]".

ترجمہ: کم از کم چار بالغ وعادل مسلمان گواہان جن کے متعلق عدالت کو تزکیۃ الشہود کی ضروریات کالحاظ رکھ کر اس امر کا اطمینان ہو کہ وہ سچ بولنے والے اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے اشخاص ہیں، بطور چشم دید گواہان جرم قائم کرنے کے لئے ضروری فعل دخول کی گواہی دیں۔

محدود فی القذف کا فاسق ہونا عقلاً وشرعاً معلوم ہے، لہٰذا اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں موافقت ظاہر ہے۔

دفعہ ۵۳: گواہ کے نااہل ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو فیصلہ ہونے تک حد جاری نہیں کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

زنا کی گواہی دینے والے گواہوں میں کسی ایک کے نااہل ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو حد زنا کے اجراء میں گواہ کے متعلق فیصلہ ہونے تک تاخیر کیا جائے گا، جیسے گواہ کے متعلق قذف کا دعویٰ کیا گیا تو اگر یہ دعویٰ مشہود علیہ کی طرف سے کیا گیا ہو تو اسے گواہ پیش کرنے تک مہلت دی جائے گی اور اگر کسی اور کی طرف سے دعویٰ کیا گیا ہو تو مشہود علیہ کو قید کیا جائے گا۔ اگر قاضی کے سامنے ہی گواہ نے کسی کو قذف کیا تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ مقذوف مطالبہ کرتا ہے یا نہیں اگر مقذوف نے مطالبہ کیا تو شہادت رد ہو گی بصورت دیگر حد جاری جائے گی۔

---

(1) النور، ۲۴: ۴

(2) Offence of Zina (Enforcement of Hadd Ordinance No.7 1979) ,Sec:8(b)

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۵۷

دفعہ ۵۴: زناثابت ہونے کے بعد رجم کا فیصلہ ہونے سے پہلے اگر مشہود علیہ کو کسی نے قتل کردیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی محصن پر چار گواہوں کی گواہی سے زنا ثابت ہوگیا لیکن قاضی کے فیصلے سے پہلے کسی نے اس کو قتل کردیا تو قاتل کو قصاصاً سزائے موت دی جائے گی[2]۔اسی طرح گواہوں نے زنا کی گواہی دی لیکن گواہوں کی تعدیل سے پہلے مشہود علیہ کو قتل کردیا گیا تو اس صورت میں قاتل سے قصاص لینا واجب ہوگا۔اگر خطاً قتل کیا ہو تو مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی[3]۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فیصلے سے پہلے گواہی حجت نہیں بنتی، یہ اس طرح ہے کہ جیسے کسی کو حربی ہونے کے شک کی بناء پر قتل کیا جائے اور بعد میں اس کا مسلمان ہونا ثابت ہوجائے[4]۔اگر رجم کا فیصلہ ہونے کے بعد مشہود علیہ کو قتل کیا گیا تو اس صورت میں قاتل پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

دفعہ ۵۵: مشہود علیہ کے قتل کے بعد بعض گواہ نااہل نکلے تو قاتل پر دیت واجب ہوگی[5]۔

وضاحت

قاضی کے سامنے چار گواہوں کی گواہی سے کسی محصن کا زنا ثابت ہوا اور قاضی نے اس کی رجم کا فیصلہ دیا۔اس دوران رجم کرنے سے پہلے کسی نے مشہود علیہ کو قتل کردیا، لیکن قتل کے بعد وہ گواہ جن کی گواہی سے رجم ثابت ہوا تھا، حدود میں گواہی کے لئے نااہل نکل آئے، جیسے ان کا غلام ہونا ظاہر ہوا تو فقہاء کے نزدیک قاتل پر استحساناً قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی[6]۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل کے وقت قضا مکمل صحیح تھی اور مشہود علیہ مباح الدم تھا لیکن بعد میں گواہوں کی نااہلی کی وجہ سے قضا کا غیر صحیح ہونا ظاہر ہوا[7]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۲ : ۱۵۷

(2) المحيط البرهانی، ۵ :۳۰۵

(3) البحر الرائق، ۵ :۹

(4) فتح القدير، ۵ :۲۹۷

(5) الفتاوىٰ الهندية، ۲ :۱۵۸

(6) بداية المبتدی، ۱ :۱۰۸

(7) العناية، ۵ :۲۹۷

دفعہ ۵۶: گواہوں نے قصداً نظر ڈالنے کا اقرار کیا لیکن تلذذ کے واسطے نہیں تو گواہی مقبول ہو گی[1]۔

وضاحت

گواہوں نے ایک مرد کے زنا پر گواہی دی اور یہ بھی کہا کہ ہم نے زنا کے وقت اسے قصداً دیکھا ہے تو ان کی گواہی پھر بھی مقبول ہو گی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ گواہی دینے کے لئے ان کا دیکھنا ضروری تھا، جیسے طبیب اور دائی کے ضرورت کی بناء پر دیکھنے کی اجازت ہے۔البتہ اگر گواہوں نے یہ کہا کہ ہم نے تلذذ کے لئے قصداً دیکھا تھا تو ان کی گواہی رد کی جائے گی کیونکہ اس قول سے ان کا فسق معلوم ہو گیا اور فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہوتی[2]۔

دفعہ ۵۷: اجرائے حد کے وقت مزنیہ کے انکار کی صورت میں مقر پر دو حد جمع نہیں کئے جائیں گے[3]۔

وضاحت

کسی شخص نے کسی معین یا غیر معین عورت کے ساتھ چار مرتبہ اقرارِ زنا کیا، پھر مرد پر حد زنا جاری ہونے سے پہلے وہ عورت پیش ہوئی اور مرد کے اقرار کی تصدیق کی تو اسے بھی حد زنا لگائی جائے گی۔ لیکن اگر وہ انکار کرے اور حد قذف کا مطالبہ کرے تو مرد کو حد زنا کے بعد حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس پر بیک وقت دونوں حد واجب نہیں ہو سکتے۔اس پر عورت کے اقرار کی صورت میں حد زنا واجب ہو گی اور انکار کی صورت میں حد قذف واجب ہوئی۔اگر وہ عورت حد لگانے سے پہلے پیش ہوئی تو اس شخص سے حد زنا ساقط ہو گی اور عورت کے مطالبہ پر اسے حد قذف لگائی جائے گی[4]۔

دفعہ ۵۸: مرد کے اقرار کے بعد عورت نے اکراہ کا دعویٰ کیا تو عورت سے حد ساقط ہو گی[5]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے اور عورت نے حاضر ہو کر اکراہ کا دعویٰ کیا تو اس کے دعویٰ کو قبول کیا جائے گا اور مرد کو حد زنا لگائی جائے گی جبکہ عورت حد زنا سے محفوظ رہے گی[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۵۸

(2) المحیط البرهانی، ۵ :۲۷

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۵۹

(4) بدائع الصنائع، ۷ :۶۱

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۵۹

(6) بدائع الصنائع، ۷ :۶۲

دفعہ ۵۹: دارالحرب میں کئے گئے زناکااقرار کرنے والے کو حد نہیں لگائی جائے گی[1]۔

وضاحت

کسی شخص نے دارالحرب میں کئے گئے زناکااقرار کیاتواسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ زناموجب حد کی تعریف میں فقہاء نے زنا کے دارالاسلام میں ہونے کی قید لگائی ہے[2]۔ اگر دارالبغی یادارالحرب میں زنا کیا گیاتو وہ موجب حد نہ ہوگا، چاہے مسلمان دارالحرب میں جاکر مسلمان یاذمیہ عورت سے کئے گئے زناکااقرار کرے یانو مسلم اسلام لانے سے پہلے دارالحرب میں کئے گئے زناکااقرار کرے اور زناموجب حد میں دارالاسلام کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اولواالامر کو ولایت صرف دارالاسلام میں حاصل ہوتی ہے[3]۔

دفعہ ۶۰ : حد زنااقرار یا گواہی کی مکمل نصاب کی صورت میں جاری کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

قاضی حد زناکافیصلہ صرف اس وقت دے گاجب زانی خود چار مرتبہ اقرار کرے یاچار گواہ اس کے خلاف گواہی دے۔ اگر زانی نے دو مرتبہ اقرار کرے اور اس کے بعد اس کی زنا پر دو گواہ گواہی دے تو قاضی حد زناکا فیصلہ نہیں دے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اقرار اور گواہی دونوں میں سے کوئی بھی نصاب پورا نہیں[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۵۹

(2) فتح القدیر، ۵ :۲۴۷

(3) الفقه الاسلامی وادلته للزحیلی، ۶: ۲۹

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۵۹

(5) البحر الرائق، ۵: ۷

فصل دوم

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الحدود کے باب نمبر ٦ اور باب نمبر ٧ کی دفعہ بندی اور حدود آرڈیننس میں شراب نوشی اور قذف سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے حد شرب الخمر اور حد قذف سے متعلق دو(٢) ابواب پر مشتمل ہے۔ چھٹے باب میں حد شرب الخمر سے متعلق مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس باب میں کل تیرہ(١٣) دفعات ہیں۔ ساتویں باب میں حد قذف کے متعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اس فصل میں کل پچہتر(٧٥) دفعات ہیں اور وضعی قوانین کے ساتھ پندرہ(١٥) مقامات پر تقابل کیا گیا۔

باب نمبر ٦ : حد شرب کے بیان میں

دفعہ ا: شراب پینے والے کو بطور حد اسی (٨٠) کوڑے لگائے جائیں گے [1]۔

وضاحت

شراب پینے والے کو حد کے طور پر اسی (٨٠) کوڑے لگائے جائیں گے [2]۔ شرب الخمر کا حد حدیث مبارک سے ثابت ہوتا ہے۔ سنن ابی داؤد میں روایت ہے:

"من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد فاجلدوه فإن عاد في الثالثة أو الرابعة فاقتلوه [3]"

ترجمہ: جس نے شراب پیا، اسے کوڑے لگاؤ ، اگر وہ دوبارہ پیئے تو پھر اسے کوڑے لگاؤ، اگر وہ تیسری یا چوتھی مرتبہ شراب پیئے تو اسے قتل کرو۔

اسی طرح سنن ترمذی میں روایت ہے:

"من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه [4]"

ترجمہ: جو شراب پیئے اسے کوڑے لگاؤ، اگر وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کرو۔

ان احادیث مبارکہ میں کوڑوں کی مقدار مذکور نہیں۔ لیکن اجماع صحابہؓ سے اسی (٨٠) کوڑے ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسے امام بیہقیؒ [5] نے اپنے سنن میں سیدنا علی [6]، عمر، عثمان [1]، معاویہ [2] رضی اللہ عنہم سے یہی نقل کیا ہے [3]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ٢ :١٥٩

(2) بدائع الصنائع، ٥ :١١٣

(3) المستدرك على الصحيحين، كتاب الطلاق، حديث عبد الله بن عمرؓ، رقم الحديث: ٨١١٤۔ حکم: امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد صحیح الاسناد کہا ہے، اگرچہ شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(4) سنن الترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه، حدیث: ١٤٤٤۔ حکم: علامہ ہیثمی نے اس کے تمام راویوں کو صحیح کہا ہے۔ (مجمع الزوائد، ٦ :٢٧٧)

(5) احمد بن الحسین ابو بکر البیہقی (٤٥٨ھ) ائمہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے اور بغداد، کوفہ اور مکہ کے اسفار کئے۔ آپ نے کثیر تعداد میں تصانیف فرمائی، جن میں السنن الکبریٰ، السنن الصغریٰ، دلائل النبوۃ اور الترغیب والترہیب شامل ہیں۔ (تاریخ بیہق، ابن فندمہ علی بن زید، ١ :٢٤٤، دار اقراء، دمشق، ١٤٢٥ھ۔ الاعلام للزرکلی، ١ :١١٦)

(6) علی بن ابی طالب عبد المطلب الہاشمی (٤٠ھ) کی کنیت ابو الحسن تھی۔ امیر المؤمنین، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد، داماد اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ سیدنا عثمانؓ کے بعد خلیفہ بنے۔ اور چار سال سے زائد عرصہ تک مسند خلافت پر فائز رہے۔ آپ سے کل ٥٨٦ حدیثیں مروی ہیں۔ (الاستیعاب، ٣ : ١٠٨٩)

شراب کی مقدار چاہے کم ہو یا زیادہ حد کا اجراء کیا جائے گا۔البتہ نشہ کی مقدار کے متعلق امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شارب کا اطلاق اس شخص پر ہو گا جو مرد و عورت، زمین و آسمان اور بیوی و ماں میں فرق نہ کر سکتا ہو، جبکہ صاحبین کے نزدیک شارب وہ ہو گا جس کے کلام میں اختلاط ہو یا اتنا نشہ ہو کہ نماز پورا نہ کر سکتا ہو، تو اسے حد لگایا جائے گا[4]۔فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

تقابل

حدود آرڈیننس (امتناع منشیات) میں حد شرب الخمر کے متعلق کہا گیا ہے:

> "Whoever being an adult Muslim take intoxicating liquor by mouth is guilty of drinking liable to Hadd and shall be punished with whipping numbering eighty strips[5]".

ترجمہ: کوئی شخص جو بالغ مسلمان ہو اور نشہ آور شراب منہ سے پیئے وہ شراب نوشی مستوجب حد کا مجرم قرار پائے گا اور اسے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں مکلف مسلمان کی شراب نوشی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کی گئی ہے۔لہٰذا حد شرب الخمر کی سزا میں شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۲: شرب الخمر کا ثبوت دو مردوں کی گواہی یا خود شارب کے ایک مرتبہ اقرار کے ذریعے ہو گا[6]۔

وضاحت

شارب الخمر پر حد کے اجراء کے لئے اس کا شراب پینا گواہوں یا اقرار سے ثابت ہو گا۔حد شرب الخمر کے ثبوت کے لئے دو گواہوں کا ہونا شرط ہے یعنی مجرم پر حد کا اجراء تب کیا جائے گا، جب اس کا شراب پینا کم از کم دو مرد گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو[7]۔

---

(1) عثمان بن عفان الاموی القرشی (۳۵ھ) کا لقب ذو النورین تھا۔سیدنا عمرؓ کی وفات کے بعد ۲۳ ہجری میں خلیفہ بنائے گئے۔خلفاء راشدین میں سب سے زیادہ عرصہ خلیفہ رہے۔آپ کا زمانہ خلافت تقریباً ۱۲ سال رہا۔آپ سے ۱۴۶ روایات مروی ہیں۔شاگردوں میں ابان بن عثمان، احنف بن قیس اور انس بن مالک شامل ہیں۔ (طبقات الکبریٰ، ۳ : ۳۹)

(2) معاویہ بن ابی سفیان بن حرب (۶۰ھ) کاتبین وحی صحابہؓ میں سے تھے، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔سیدنا عمرؓ نے آپ کو اردن اور سیدنا عثمان نے پورے شام کا والی بنایا۔سن ۴۱ ہجری میں خلیفہ بنے اور ۱۹ سال منصب خلافت پر متمکن رہے۔ آپ کا شمار تاریخ اسلام کے نامور فاتحین میں ہوتا ہے۔آپ سے ۱۳۰ روایات مروی ہے۔(الاستیعاب، ۳ :۱۴۱۶۔الاعلام للزرکلی، ۷: ۲۶۱)

(3) السنن الکبریٰ، کتاب الاشربة والحد فیھا، باب ما جاء فی عدد حد الخمر، حدیث: ۱۷۵۳۹، ۱۷۵۴۲

(4) النتف فی الفتاویٰ، علی بن الحسین بن محمد السعدی، ۲ :۶۴۴، دار الفرقان، بیروت، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

(5) The prohibition (Enforcement of Hadd), Order No.4 1979,Sec:8

(6) الفتاویٰ الھندیة، ۲ :۱۵۹

(7) العنایة، ۵: ۳۱۲

اس کے علاوہ شارب کے اقرار سے بھی شرب الخمر ثابت ہو گا اور اس پر حد جاری کیا جائے گا۔
ائمہ احناف کے مابین اقرار کی تعداد کے حوالے سے اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ[1] کے نزدیک شرب الخمر کے ثبوت کے لئے شارب کا ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ[2] گواہوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے دو مختلف مجالس میں دو مرتبہ اقرار کے قائل ہیں[3]، جیسے زنا کے ثبوت ثبوت کے لئے چار گواہوں کی طرح اقرار بھی چار مرتبہ ضروری ہے۔ لیکن ان کا یہ قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ زنا میں چار مرتبہ اقرار خلاف القیاس ثابت ہے اس لئے اس پر کسی دوسرے مسئلے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (امتناع منشیات) دفعہ ۹ میں شرب الخمر کے ثابت ہونے کے دو طریقے ذکر کئے گئے ہیں:

> "(a)The accused makes before a court of competent jurisdiction a confession of the commission of drinking liable to Hadd and
> (b) At least two Muslim adult male witnesses about whom the court satisfied , having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood , that they are truthful persons and abstain from major sins , give evidence of the accused having committed the offence of drinking liable to Hadd[5]".

ترجمہ: (الف) ملزم مجاز سماعت عدالت کے سامنے مستوجب حد شراب نوشی کے ارتکاب کا اقرار کرے یا
(ب) کم از کم دو مسلمان بالغ گواہان، جن کے متعلق عدالت تزکیۃ الشہود کے تقاضے کالحاظ رکھتے ہوئے، اس امر کے متعلق اطمینان ہو کہ وہ سچ بولنے والے افراد ہیں اور گناہ کبیرہ سے بچتے ہیں، ملزم کے مستوجب حد شرب الخمر کا مرتکب ہونے کی گواہی دیں۔
شرعی اور وضعی دونوں قوانین میں شراب نوشی پر ایک جیسی سزا مقرر ہے۔

---

(1) امام محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی (۱۸۹ھ) واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ آپ امام اور مجتہد تھے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ سے علوم حاصل کئے۔ آپ نے فقہ حنفی کی ترویج کے لئے ساری زندگی وقف کر دی تھی۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعیؒ شامل ہے۔ آپ کی تصانیف میں الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر مشہور ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، محمد بن احمد الذہبی، ۹ : ۱۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۹۵ء)

(2) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (۱۸۲ھ) کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ امام، مجتہد، محدث، حافظ الحدیث اور قاضی القضاۃ تھے۔ آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے علوم حاصل کئے اور آپ نے فقہ کی ترویج میں پوری زندگی گزار دی۔ آپ کی تصانیف میں کتاب الخراج، کتاب الآثار اور ادب القاضی شامل ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ۸: ۵۳۵)

(3) النتف فی الفتاوی، ۲ :۶۴۴

(4) البحر الرائق، ۵ :۲۸

(5) The prohibition (Enforcement of Hadd), Order No.4 1979,Sec:9(a)(b)

دفعہ ۳: شراب پینے کے بعد نشہ اور منہ سے بو زائل ہونے کے بعد گواہی اور اقرار مقبول نہیں ہوں گے[1]۔

وضاحت

شارب الخمر کے خلاف گواہی یا اس کا اقرار اس وقت تک قبول کیا جائے گا جب تک اس کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس ہو اور نشہ کا اثر قائم رہے[2]۔ لیکن بدبو محسوس ہونے کی شرط گواہی کے وقت ہو یا حاکم کے سامنے پیش کرنے کے وقت دونوں برابر ہیں۔ اگر قاضی کی عدالت قریب ہو تو گواہی کی ادائیگی کے وقت تک بدبو باقی رہنی ضروری ہے۔ اگر عدالت دور ہو اور وہاں تک پہنچنے تک بدبو زائل ہو تو قاضی کے سامنے یہ گواہی دینا کہ ہم نے مجرم کو اس حالت میں پایا کہ اس کے منہ سے شراب کی بدبو آرہی تھی۔ اب اگر گواہی یا اقرار سے قبل بدبو زائل ہو تو تقادم پائے جانے کی وجہ سے حد جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک تقادم کی مدت ایک ماہ ہے[3]۔

دفعہ ۳: محض منہ سے شراب کی بو آنے پر حد قائم نہ کی جائے گی[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کو ایسی حالت میں پکڑا گیا یا قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا کہ اس کے منہ سے شراب کی بدبو آرہی تھی، تو محض بدبو آنے کی وجہ سے اس پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[5] جب تک اس کی شراب پینے کی گواہی نہ دی جائے یا وہ خود اقرار نہ کرلے۔ کیونکہ منہ سے شراب کی بد بو آنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس نے پانی سمجھ کر گھونٹ بھرا ہو پھر جب احساس ہوا ہو تو کلی کردی ہو یا اس نے سیب کا مشروب پیا ہو جس کی بو شراب جیسی ہو [6]۔
[6]۔ یہی حکم شراب کی قے کرنے والے کی ہے کہ گواہی یا اقرار کے بغیر محض قے کرنے کی وجہ سے حد شرب الخمر جاری نہیں کیا جائے گا[7]۔

دفعہ ۴: قاضی شرب الخمر کے مقدمے میں گواہی کے بعد گواہوں پر جرح کرے گا[8]۔

وضاحت

شرب الخمر کے مقدمے میں جب گواہ گواہی دے تو قاضی ان سے مندرجہ ذیل سوالات کرے گا:

ا: شراب کیا ہوتا ہے؟

---

(1) الفتاویٰ الهندیۃ، ۲: ۱۵۹

(2) کنز الدقائق، ۱: ۳۵۵

(3) البحر الرائق، ۵: ۲۸

(4) الفتاویٰ الهندیۃ، ۲ : ۱۶۰

(5) بدائع الصنائع، ۷: ۴۰

(6) فتح القدیر، ۵: ۳۰۳

(7) اسلامی قانون فوجداری(اردو ترجمہ کتاب الاختیار) ، مولانا سلامت علی مترجم میر احمد شریف، ۱۳۹، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

(8) الفتاویٰ الهندیۃ، ۲ :۱۵۹

۲: شراب کس طرح پیا؟ تاکہ اکراہ کا احتمال نہ رہے۔

۳: شراب کہاں پیا؟ تاکہ دار الحرب میں پینے کا احتمال نہ رہے۔

۴: شراب کب پیا؟ تاکہ تقادم کا احتمال نہ رہے۔

اسی طرح شراب پینے کا اقرار کرنے والے سے بھی قاضی یہی سوالات کرے گا[1]۔

دفعہ ۵: اجرائے حد کے لئے شارب کا عاقل، بالغ، مسلمان اور ناطق ہونا شرط ہے[2]۔

وضاحت

حد شرب الخمر کے اجراء کے لئے شارب کا عاقل، بالغ، مسلمان اور ناطق ہونا شرط ہے۔ لہٰذا مجنون، نابالغ، کافر اور گونگے پر حد شرب جاری نہیں کی جائے گی[3]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجنون و نابالغ کے عمل کو جنایت نہیں کہا جاتا۔ جبکہ مسلمان ہونے کی شرط سے ذمی کے لئے شرب الخمر کا مباح ہونا معلوم ہو گیا۔ اسی طرح گونگا اگر اشارے سے اقرار کرے یا گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دے تب بھی اس کو حد نہیں لگایا جائے گا، اس شرط کی بنیادی وجہ شبہ کا واقع ہونا ہے اور ما قبل میں گزر چکا ہے کہ حدود اللہ شبہات سے ساقط ہوتے ہیں۔ چونکہ یہاں یہ شبہ موجود ہے کہ اگر یہ بول سکتا تھا تو شاید اکراہ کا دعویٰ کرتا[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس دفعہ ۸ جو اوپر دفعہ نمبر ا کے ضمن میں نقل کیا جا چکا ہے، میں حد شرب الخمر کے لئے عاقل، بالغ اور مسلمان ہونے کی شرط رکھی گئی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی شرائط موجود ہے، لہٰذا اس مسئلے میں وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۶: دار الاسلام میں مقیم مسلمان کا شراب کی حرمت سے لا علمی کا قول قبول نہ ہوگا[5]۔

وضاحت

اگر دار الاسلام میں کسی شخص کا شراب پینا ثابت ہو گیا اور اس نے شراب کی حرمت سے لاعلمی کا دعویٰ کیا تو دار الاسلام میں رہنے والے شخص کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر حد جاری کیا جائے گا۔ البتہ ایسا شخص جو دار الکفر میں پلا بڑھا ہو تو اس کا یہ قول قبول کیا جائے گا[6]۔ اسی طرح یہ دعویٰ کہ کہ میں نے شراب کو دودھ سمجھ کر غلطی سے پیا یا مجھے علم نہیں تھا کہ یہ شراب ہے، بھی مقبول نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب بو اور ذائقہ سے

---

(1) مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، عبد الرحمٰن بن محمد المعروف بشیخی زادہ، ۱: ۶۰۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ت ن

(2) الفتاویٰ الہندیۃ، ۲: ۱۶۰

(3) مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، ۱: ۶۰۲

(4) البحر الرائق، ۵: ۲۸

(5) الفتاویٰ الہندیۃ، ۲: ۱۵۹

(6) المبسوط، ۲۴: ۳۲

آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر شارب یہ دعویٰ کرے کہ میں نے نبیذ سمجھ کر شراب پیا تو اس کا قول قبول کیا جائے گا کیونکہ اس کا بو اور ذائقہ شراب سے انتہائی مماثلت رکھتا ہے[1]۔

دفعہ ۷: شارب الخمر پر حد ثابت ہونے کے بعد نشہ اترنے کے بعد حد کا اجراء کیا جائے گا[2]۔

وضاحت

اگر شارب الخمر کے شراب خوری پر گواہی دی جائے اور اس وقت تک شارب نشے کی حالت میں ہو تو نشہ اترنے تک حد جاری نہیں کی جائے گی، چاہے اس کے منہ سے شراب کی بدبو زائل ہو یا نہ ہو۔ اس شرط کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حد کے اجراء سے اصل مقصد عبرت پکڑنا اور ڈرانا ہوتا ہے، جبکہ نشے کی حالت میں یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا ہے[3]۔

دفعہ ۸: گواہوں کی گواہی میں اختلاف تھا تو حد قائم نہیں کی جائے گی[4]۔

وضاحت

اگر شارب الخمر کے خلاف گواہی دیتے ہوئے، دونوں گواہوں کی گواہی میں اختلاف پیدا ہوا تو حد جاری نہیں کی جائے گی، جیسے ایک نے صبح کے وقت شراب پینے کی گواہی دی اور دوسرے نے عصر کے وقت یا ایک شراب پینے کی گواہی دی اور دوسرے نے شارب کے اقرار کی گواہی دی تو اگرچہ اس کے منہ سے بدبو آرہی ہو، گواہی مقبول نہیں ہو گی[5]۔

دفعہ ۹: شارب الخمر کو کوڑے سوائے سر کے جسم کے مختلف حصوں پر مارے جائیں گے اور سوائے ستر کے برہنہ کیا جائے گا[6]۔

وضاحت

حد شرب الخمر میں بھی حد زنا کی طرح کوڑے سوائے سر کے جسم کے مختلف مقامات پر مارے جائیں گے۔ شارب کو سوائے ستر کے برہنہ کیا جائے گا۔ البتہ عورت کو اس کے کپڑوں ہی میں حد لگایا جائے گا[7]۔

---

(1) البحر الرائق، ۵ :۲۸

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۵۹

(3) اسلامی قانون فوجداری، ۱۳۸

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۰

(5) البحر الرائق، ۵ :۲۸

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۰

(7) الدر المختار، ۴ :۴۱

دفعہ ۱۰: اگر غلام شرب الخمر کا مرتکب ہوا تو اسے بطور حد چالیس کوڑے مارے جائیں گے[1]۔

وضاحت

اگر غلام شراب خوری کا مرتکب ہوا تو اسے نصف حد یعنی چالیس کوڑے لگائیں جائیں گے[2]۔اس کی دلیل سورۃ النساء کی یہ آیت ہے :

"فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ[3]"

ترجمہ: اگر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لئے ہے اس کی آدھی ان کو (دی جائے)۔

آیت مذکورہ میں غلام کے لئے آزاد کا نصف حد مقرر کیا گیا ہے۔بدکاری کی طرح دیگر حدود میں بھی غلام کو بنسبت آزاد کے آدھی سزا دی جائے گی۔للہذا غلام کو شراب خوری کی حد میں چالیس کوڑے لگائیں جائیں گے[4]۔

دفعہ ۱۱: ذمی پر شرب الخمر کی حد جاری نہیں کی جائے گی[5]۔

وضاحت

اگر ذمی نے شراب خوری کی تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ شرب کی اباحت کا اعتقاد رکھتا ہو[6]۔اگر وہ شراب کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو تو پھر اس پر حد بھی جاری کیا جائے گا[7]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (امتناع منشیات) دفعہ ۱۱ میں پر حد شرب الخمر کے اجراء کے متعلق کہا گیا ہے:

"Being a non-Muslim citizen of Pakistan , is guilty of drinking , except as a part of a ceremony prescribed by his religion[8]".

ترجمہ: غیر مسلم پاکستانی شہری ہونے کی صورت میں شراب نوشی کا مرتکب ہوا ہو۔ماسوائے ان رسوم کے حصہ کے طور پر جو اس کے مذہب سے مقرر ہوئی ہو۔

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے، للہذا اس مقام پر وضعی قانون شرعی قانون کے موافق ہے۔

---

(1) بدائع الصنائع، ۷ :۴۰

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۰

(3) النساء، ۴: ۲۵

(4) كنز الدقائق، ۱: ۳۵۵

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۰

(6) الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۷: ۱۴۳

(7) الدر المختار، ۴: ۳۷

(8) The prohibition (Enforcement of Hadd), Order No.4 1979,Sec:11

دفعہ ۱۲: شارب الخمر نے شراب خوری کا اقرار کرنے کے بعد اس سے رجوع کیا تو اس کا رجوع معتبر ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر شارب الخمر نے شراب خوری کا اقرار کیا اور حد کا فیصلہ حد جاری کرنے سے پہلے کسی بھی وقت اپنے اقرار سے رجوع کیا تو اس کا رجوع معتبر ہوگا اور اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس لئے دیگر حدود کی طرح اس میں بھی رجوع معتبر ہوگا۔ اقرار سے رجوع کی صورت میں اس کے سچا اور جھوٹا ہونے دونوں کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے، جو شبہ کا باعث بنتا ہے اور ما قبل میں گزر چکا ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوتے ہیں[2]۔

دفعہ ۱۳: شرب الخمر گواہی سے ثابت ہونے کے بعد عذر یا اکراہ کا قول قبول نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

حد شرب الخمر کے اجراء کے لئے یہ شرط ہے کہ شارب نے اپنی رضا سے شراب پیا ہو، اگر اسے مجبور کیا گیا ہو، تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ لیکن جب شراب خوری گواہی کے ذریعے ثابت ہو اور شارب اکراہ کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا، جب تک وہ اکراہ کو گواہوں سے ثابت نہ کر دے۔ اکراہ کے ثبوت کو گواہی سے مشروط کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ہر وہ شخص اکراہ کا دعویٰ کرے گا جس کی شراب خوری گواہی سے ثابت ہو[4]۔

---

(1) کنز الدقائق، ۱: ۳۵۵

(2) تبیین الحقائق، ۳: ۱۹۷

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۶۰

(4) البحر الرائق، ۵: ۲۸

باب نمبر ۷: حد قذف اور تعزیر کے بیان میں

دفعہ ۱: حد قذف کسی محصن پر زنا کی تہمت لگانے کو کہتے ہیں[1]۔

وضاحت

لغت میں قذف پھینکنے کو کہتے ہیں[2]۔ جبکہ اصطلاح میں کسی محصن پر واضح الفاظ میں زنا کی تہمت لگانے کو کہتے ہیں جیسے کسی سے کہا جائے کہ تو نے زنا کیا یا اے زانی۔ حد قذف سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[3]

ترجمہ: اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (۸۰) درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔ اور یہی بد کردار ہیں)۔

حد قذف کے مشروع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مقذوف کی بے عزتی کی جاتی ہے تو اس سے عار کا دفع کرنا واجب ہوتا ہے[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۳ میں قذف کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

"Whoever by words either spoken or intended to be read , or by sign or by visible representation, makes or publishes an imputation of zina concerning any person intending to harm, or knowing or having reason to believe that such imputation will harm , the reputation, or hurt the feelings, of such person, is said except in the case herein after excepted, to commit Qazf[5]"

ترجمہ: جو کوئی الفاظ کے ذریعے چاہے بولے گئے ہو یا پڑھے جانے کی نیت سے ہو، چاہے اشارات کے ذریعے ہو یا ظاہری علامات سے، کسی شخص پر زنا کی تہمت لگائے یا اس کی اشاعت کرے گا، اسے ضرر پہنچانے کے لئے یا جان بوجھ کر یا یہ باور کرتے ہوئے کہ ایسی تہمت اس شخص کے عزت کو نقصان پہنچائے گی یا اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے گی، سوائے ان صورتوں کے جو جو بعد ازاں مستثنیٰ کی گئیں، قذف کا مرتکب کہلائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۰

(2) مقاییس اللغة، احمد بن فارس بن زکریا القزوینی، ۲: ۶۸، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

(3) النور، ۲۴: ۴

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۴۰

(5) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:3

شریعت میں بھی قذف کی یہی تعریف معتبر ہے لیکن حدود آرڈیننس میں چند استثنیات کا بھی بیان ہے جس میں ایک یہ ہے کہ اگر تہمت نیک نیتی سے لگا یا گیا ہو تو حد ساقط ہو گا[1]، لیکن یہ قید اصول شریعت اسلامی کے خلاف ہے اور اس قانون کو مکمل غیر مؤثر بنا رہا ہے۔

دفعہ ۲: مقذوف کے مطالبے پر حاکم کے حکم سے قاذف کو اسی (۸۰) لگائے جائیں گے[2]۔

وضاحت

حد قذف کی مقدار اسی (۸۰) کوڑے اللہ تعالٰی نے خود مقرر فرمائی ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

"فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً"

ترجمہ: ان کو اسی (۸۰) درے مارو۔

غلام کو بہ نسبت آزاد کے کوڑوں کی آدھی مقدار یعنی چالیس کوڑے لگائیں گے۔ یہ کوڑے حد زنا کی طرح سوائے سر کے جسم کے مختلف اعضاء پر مارے جائیں گے اور کوڑے لگاتے وقت اضافی کپڑے ہٹائے جائیں گے[3]۔ لیکن قاذف کو حد اس وقت مارا جائے گا جب مقذوف اس کا مطالبہ کرے، چونکہ عار مقذوف کے ساتھ لاحق ہوئی ہے، اس لئے اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے، اگر وہ مطالبہ نہیں کرتا تو حد جاری نہیں کیا جائے گی[4]۔ لیکن یہ اختیار اس حد تک نہیں کہ مقذوف خود حد جاری کرے بلکہ دیگر حدود کی طرح حد قذف بھی امام المسلمین یا اس کی غیر موجودگی میں نائب قائم کرے گا[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۷ میں حد قذف کی سزا کے متعلق کہا گیا:

> "Whoever commits Qazf liable to Hadd shall be punished with whipping numbering eighty stripes[6]".

ترجمہ: جو کوئی مستوجب حد قذف کا مرتکب ہو، اسے اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں اصول شریعت کی روشنی میں کوڑوں کی یہی مقدار بیان کی گئی ہے، لہٰذا اس مقام پر وضعی قانون مکمل طور پر شریعت کے مطابق ہے۔

---

(1) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:3(Second Exeption)

(2) الفتاوی الهندية، ۲ :۱۶۰

(3) فتح القدير، ۵ :۳۱۹

(4) تبيين الحقائق، ۳: ۱۹۹

(5) كشاف القناع، ۶ :۸۷

(6) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:7(1)

دفعہ ۳: قذف، قاذف کے اقرار یا دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہو گا[1]۔

وضاحت

مقذوف جب قاضی کی عدالت میں قذف کا دعویٰ دائر کرے گا تو حد قذف کے اجراء کے لئے اس کا ثبوت یا تو قاذف کے اقرار سے ہو گا یا دو مردوں کی گواہی سے۔ دیگر حدود کی طرح اس میں بھی عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی[2]۔ اسی طرح ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو خط کے ذریعے مطلع کرنے سے بھی قذف ثابت نہیں ہو گا[3]۔ قذف میں عورتوں کی گواہی مقبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدود اللہ میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس میں قذف کے ثبوت کے متعلق کہا گیا ہے:

> "(a)The accused makes before a court of competent jurisdiction a confession of the commission of offence and
> (b) At least two Muslim adult male witnesses other than the victim of the Qazf about whom the court satisfied , having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood , that they are truthful persons and abstain from major sins , give direct evidence of the commission of Qazf [5]".

ترجمہ: (الف) ملزم مجاز سماعت عدالت کے سامنے جرم کے ارتکاب کا اعتراف کرے یا

(ب) کم از کم دو مسلمان بالغ گواہان، قذف کے شکار شخص کے علاوہ، جن کے متعلق عدالت تزکیۃ الشہود کے تقاضے کا لحاظ رکھتے ہوئے، اس امر کے متعلق اطمینان ہو کہ وہ سچ بولنے والے افراد ہیں اور گناہ کبیرہ سے بچتے ہیں، قذف کے ارتکاب کے متعلق بلاواسطہ گواہی دیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی حد قذف کے ثبوت یہی دو طریقے مذکور ہیں، لہٰذا حد قذف کے ثبوت کے طرق پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۰

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۴۶

(3) الدر المختار، ۴: ۴۴

(4) کتاب الام، ۶: ۱۶۵

(5) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:6 (a)(c)

دفعہ ۴: قذف میں اقرار سے رجوع معتبر نہیں ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر قاذف قذف کا اقرار کرے اور بعد میں اپنے اقرار سے رجوع کرے تو اس کا رجوع معتبر نہ ہوگا[2]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے انسان یعنی مقذوف کا حق بھی متعلق ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جہاں بندے کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہو وہاں اقرار سے رجوع معتبر نہیں ہوتا۔ جبکہ دیگر حدود خالصتاً حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان میں رجوع معتبر ہوتا ہے۔

دفعہ ۵: حد قذف میں مقذوف کا آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور زنا سے پاک ہونا ضروری ہے[3]۔

وضاحت

حد قذف کے اجراء کے لئے مقذوف کا محصن ہونا ضروری ہے اور احصان، حریت، عقل، بلوغ، اسلام اور زنا سے عفت ہونا جیسی صفات پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غلام، مجنون، نابالغ، کافر اور جسے زنا سے عفت حاصل نہ ہو، پر تہمت زنا لگانے سے قاذف پر حد قذف واجب نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجنون و نابالغ سے زنا متصور نہیں اس لئے ان پر زنا کی تہمت صریح جھوٹ ہوگا۔ جبکہ اسلام، حریت اور عفت کا شرط ہونا آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[4]"

ترجمہ: جو لوگ پرہیزگار اور برے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر مقذوف کے لئے محصنات کے لفظ سے آزاد، غافلات سے عفائف من الزنا اور مؤمنات سے مسلمان کا ذکر کیا گیا[5]۔ جبکہ عفت من الزنا سے مراد یہ ہے کہ اس نے کبھی کسی عورت سے وطی نہ کی ہو، نہ زنا کی صورت میں، نہ شبہ اور نکاح فاسد کی صورت میں۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۵ میں مقذوف میں چند صفات ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے:

"In this section Muhsan means a sane and adult Muslim who either had no sexual inter course or has had such intercourse only with his or her lawfully wedded spouse[1]".

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۰

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۵۰

(3) كنز الدقائق، ۱: ۳۵۶

(4) النور، ۲۴: ۲۳

(5) بدائع الصنائع، ۷: ۴۰

ترجمہ: اس دفعہ میں محصن سے مراد کوئی عاقل اور بالغ مسلمان ہے، جس نے کبھی جنسی فعل نہ کیا ہو یا کیا ہو تو صرف اپنی جائز شادی شدہ بیوی یا خاوند سے کیا ہو۔[1]

مقذوف کے لئے یہی شرائط فتاویٰ عالمگیری میں بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ للہذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں مطابقت ہے۔

دفعہ ۶: کسی بھی قسم کی حرام وطی سے احصان باطل ہو گا[2]۔

وضاحت

احصان کے شرائط میں سے ایک زنا سے عفت ہے۔ للہذا اگر کوئی کسی بھی قسم کی حرام وطی کا مرتکب ہوا تو اس کا احصان باطل ہو جائے گا [3] اور اس پر تہمت زنا لگانے سے حد واجب نہیں ہو گی۔ حرام زنا صغیرہ سے کی جائے یا کبیرہ سے اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کوئی کسی شخص کی تین طلاق دی ہوئی معتدہ عورت یا بائنہ عورت سے وطی کرے یا باندی سے وطی کر کے خریدے پھر اس کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کرے، مشترکہ باندی سے وطی کرے، شب زفاف میں اپنی بیوی کی بجائے مذاق کے طور پر بیٹھی ہوئی عورت سے وطی کرے، کفر کی حالت میں دار الحرب میں وطی کرے یا ایسی باندی سے وطی کرے جو اس پر رضاعت کی وجہ سے حرام ہو۔ ان تمام مذکورہ صورتوں میں شبہ کی وجہ سے احصان زائل ہو جاتا ہے، للہذا قاذف پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی[4]۔

دفعہ ۷: حرمت مؤبد ثابت ہونے کے بعد وطی کرنے والے کا احصان زائل ہو گا[5]۔

وضاحت

حرمت مؤبد ثابت ہونے کے بعد وطی کرنے والے کا احصان زائل ہو گا۔ اگر مقذوف نے کسی ایسی عورت سے وطی کی کہ جس کی ماں سے یہ پہلے وطی کر چکا ہے یا ایسی باندی سے وطی کی کہ جس سے اس کا باپ وطی کر چکا ہو تو دونوں صورتوں میں قاذف کو حد نہیں لگایا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کو صرف شہوت سے چھوا ہو یا اس کی فرج کو بنظر شہوت دیکھا ہو تو ایسی عورت کی ماں یا بیٹی سے خریدنے یا نکاح کرنے کے بعد وطی کرنے والے کے احصان سے متعلق ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ صاحبین ایسے شخص کے احصان کے زائل ہونے کے قائل ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احصان زائل نہ ہو گا۔ للہذا صاحبین کے نزدیک ایسے شخص پر تہمت زنا لگانے والے کو حد قذف نہیں مارا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احصان چونکہ باقی ہے اس لئے قاذف کو حد قذف مارا جائے گا[6]۔

---

(1) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:5(Explanation,1)

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۱ :۱۶۱

(3) کنز الدقائق، ۱ :۳۵۸

(4) تبیین الحقائق، ۳ :۲۰۵

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۶۱

(6) البحر الرائق، ۵ :۳۶

دفعہ ۸: حرمت مؤقت میں وطی کرنے والے کا احصان زائل نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر ملک برقرار رہتے ہوئے مؤقت حرمت میں وطی سے احصان زائل نہ ہوگا جیسے کوئی شخص اپنی مجوسیہ، مکاتبہ یا شرط فاسد سے خریدی گئی باندی یا اپنی ایسی بیوی جو رمضان کے روزے سے ہو یا اس سے ظہار کیا ہو یا وہ حالت حیض میں ہو، سے وطی کرتا ہے تو احصان زائل نہ ہوگا کیونکہ مذکورہ تمام صورتوں میں اگرچہ حرمت موجود ہے لیکن مؤبد حرمت نہیں بلکہ مؤقت ہے اور ملک بہر حال قائم ہے۔ لہٰذا ایسے شخص پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۹: عقود فاسدہ کے نتیجے میں کی گئی وطی سے احصان زائل ہوگا[3]۔

وضاحت

عقود فاسدہ کے نتیجے میں کی گئی وطی سے احصان زائل ہوگا جیسے چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں نکاح، آزاد بیوی کے ہوتے ہوئے باندی سے نکاح یا دو بہنوں سے بیک وقت نکاح چونکہ عقود فاسدہ ہے تو اس عقد فاسد کے بعد وطی کرنے والے کا احصان زائل ہوگا اور ایسے شخص پر تہمت زنا لگانے والے کو حد قذف نہیں مارا جائے گا۔ حرمت مصاہرت کے ثبوت کے وقت بھی یہی حکم ہے۔

دفعہ ۱۰: جس وطی سے حد واجب نہ ہو، مہر لازم ہو اور نسب ثابت ہو، تو اس سے احصان زائل نہ ہوگا۔

وضاحت

ایسی وطی جس میں ایسی علت موجود ہو کہ حد واجب کرنے والی نہ ہو، اس سے مہر لازم آجائے اور نسب ثابت کیا جائے تو اس سے احصان زائل نہ ہوگا۔ ایسی وطی کرنے والے پر اگر کسی نے تہمت زنا لگائی تو قاذف کو حد قذف لگایا جائے گا[4]۔

فعہ ۱۱: نکاح باطل کے نتیجے میں وطی کرنے والے کا احصان زائل ہوگا[5]۔

وضاحت

ایسی نکاح جو باطل ہو یعنی ابتداء ہی سے منعقد نہ ہو، جیسے بغیر گواہوں کے نکاح، ایسی عورت سے نکاح کرنا جس کا شوہر موجود ہو، عدت میں بیٹھی عورت سے نکاح یا ذی رحم سے نکاح۔ ایسی باطل نکاحوں کے نتیجے میں وطی کرنے والے شخص کا احصان زائل ہوگا اور اس پر تہمت زنا لگانے والے پر حد قذف

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۶۱

(2) فتح القدير ،۵ :۳۳۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۱ :۱۶۱

(4) النهر الفائق، ۳: ۱۵۶

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۶۱

جاری نہیں کیا جائے گا۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مذکورہ عقود لا علمی میں طے پائے ہو تو ایسے شخص کا احصان زائل نہ ہو گا اور اس کے قاذف پر حد جاری کیا جائے گا[1]۔

اگر ذمی نے اسلام لانے سے قبل ایسے ذی رحم محرم سے نکاح کیا جو اس کے دین میں جائز تھا تو اگر اس نے اسلام لانے کے بعد اس عورت سے وطی کی ہے تو اس کا احصان زائل ہو گا اور اس کے قاذف پر حد قذف جاری نہیں کیا جائے گا اور اگر اسلام لانے سے پہلے وطی کر چکا ہے تو صاحبین کے نزدیک اس صورت میں اس کا احصان زائل نہیں ہو گا جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا احصان زائل ہو گا[2]۔اسی طرح دو باندیاں جو سگی بہنیں ہوں اگر کسی کے ملک میں جمع ہو گئی اور اس شخص نے دونوں سے وطی کر لی تو اس کا احصان زائل نہ ہو گا اور اس کے قاذف پر حد قذف جاری کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۲: ایسی عورت جس کا زنا کسی بھی صورت ثابت ہو، اس کا احصان زائل ہو گا[3]۔

وضاحت

ایسی عورت جس پر زنا ثابت ہو جائے چاہے کسی بھی صورت ہو، جیسے کسی عورت کو اس سے پہلے زنا کی حد لگائی گئی ہو یا قاضی نے اس کے شوہر اور اس کے درمیان لعان کرا کے اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے قطع کر کے اس کے ساتھ لاحق کیا ہو یا ایسی عورت ہو کہ اس کے ساتھ ایک ایسا بچہ ہو، جس کا باپ معلوم نہیں تو اس عورت پر تہمت زنا لگانے والے کو حد قذف نہیں مارا جائے گا۔ کیونکہ زنا کے ثبوت سے اس کا احصان زائل ہو گیا۔ لیکن اگر لعان میں بچے کا نسب شوہر سے قطع نہیں کیا گیا یا قطع کیا گیا مگر شوہر نے اپنی تکذیب کی اور بچے کا نسب اس سے لاحق ہو گیا تو اس صورت میں چونکہ عورت کا زنا کر ناثابت نہیں ہوتا اس لئے اس کا احصان زائل نہ ہو گا اور اس کو قذف کرنے والے پر حد قذف جاری کیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۱۳: عورت مرد کے تہمت زنا کے جواب میں اس مرد سے زنا کا دعویٰ کرے تو صرف عورت پر حد جاری ہو گا[5]۔

وضاحت

کسی مرد نے عورت پر زنا کی تہمت لگائی جواب میں عورت نے زنیت بک (میں تیرے ساتھ زنا کیا) کہا، تو صرف عورت پر حد جاری کیا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد نے عورت پر زنا کی تہمت لگائی تو عورت نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے زنیت بک۔ لٰہذا مرد چونکہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اس لئے حد سے محفوظ رہے گا۔ جبکہ عورت نے جواباً اسے قذف کیا اور مرد نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ لٰہذا عورت پر حد قذف جاری کیا جائے گا[6]۔ لیکن اگر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور اس نے جواباً زنیت بک کہا تو دونوں پر کچھ واجب نہ ہو گا۔ اس لئے کہ مرد کے ایسا کہنے سے لعان

---

(1) الجوهرة النيرة، ابو بكر بن علی الحنفی، ۲ : ۱۹۱، المطبعة الخيرية، ۱۳۲۲ھ

(2) شرح مختصر الطحاوی، ۶ : ۲۴۰

(3) بدائع الصنائع، ۷ : ۴۲

(4) البحر الرائق، ۵: ۴۱

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۱

(6) بدائع الصنائع، ۷: ۴۳

واجب ہوتا ہے اور عورت کے کہنے سے قذف واجب ہوتا ہے۔ لیکن جب عورت نے زنیت بک کہا تو اس میں دو احتمالات ہے، پہلا یہ کہ عورت کے الفاظ کو تصدیق سمجھا جائے تو ایسا کہنے سے لعان نہیں بلکہ حد واجب ہو گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ عورت اپنے قول سے بعد ا لنکاح وطی مراد لے رہی ہو۔ لہٰذا احتمال موجود ہونے کی وجہ سے لعان و حد دونوں ساقط ہو گئے[1]۔

دفعہ ۱۴: حد قذف صرف اس صورت میں واجب ہو گا جب زنا موجب حد کی تہمت لگائی ہو[2]۔

وضاحت

حد قذف صرف اس صورت میں واجب ہو گا کہ جب قاذف مقذوف پر ایسی زنا کی تہمت لگائے ہو جو حد زنا کو واجب کرنے والی ہو، جیسے کسی عورت کو کہا کہ تیرے شوہر نے تیرے ساتھ نکاح سے پہلے زنا کیا تو قاذف کو حد لگایا جائے گا اور اگر یہ کہا کہ تیرے شوہر نے تیرے ساتھ نکاح سے پہلے انگلی سے زنا کیا تو قاذف پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح یہ کہا کہ تیرے ران یا کمر کے ساتھ زنا کیا تو قاذف کو حد قذف نہیں مارا جائے گا[3]۔
اسی طرح کسی کو یہ کہا کہ تو نے قوم لوط کا عمل کیا ہے یا تمہیں مجبور کر کے تم سے زنا کیا گیا ہے، سوتے ہوئے، حالت جنون میں تم سے زنا کیا گیا ہے یا دار الحرب میں تم زنا کے مرتکب ہوئے تو قاذف پر حد قذف واجب نہ ہو گی کیونکہ لواطت، حالت اکراہ، جنون اور حالت نوم میں کیا جانے والا زنا موجب حد نہیں ہوتا[4]۔

دفعہ ۱۵: غیر واضح اور مبہم انداز میں تہمت لگانے والے کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا[5]۔

وضاحت

غیر واضح طور پر تہمت لگانے والے کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا، ابہام چاہے الفاظ میں ہو یا اشخاص میں، جیسے ایک شخص نے کسی کے زنا پر گواہی دی دوسرے نے صرف یہ کہا کہ میں بھی گواہ ہوں یا کسی سے کہا کہ اے زانی، دوسرے شخص نے کہا کہ تو نے سچ کہا تو تصدیق کرنے والے کو حد نہیں لگایا جائے گا، جب تک کہ وہ واضح الفاظ میں تصدیق نہ کرے، جیسے یہ کہے کہ میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں جس کی تو نے گواہی دی یا تو نے سچ کہا یا یوں کہا کہ یہ بالکل ویسا ہے جیسا کہ تو نے اسے کہا ہے تو دونوں کو حد لگایا جائے گا[6]۔ اسی طرح غیر متعین شخص پر تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگایا جائے گا، جیسے دو آدمیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک زانی ہے تو قاذف کو حد نہیں لگایا جائے گا۔ کیونکہ یہاں مقذوف مجہول اور غیر متعین ہے[7]۔

---

(1) البحر الرائق، ۵: ۴۱

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۱

(3) النهر الفائق، ۲: ۱۶۰

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۴۵

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۲

(6) النهر الفائق، ۳: ۱۵۵

(7) بدائع الصنائع، ۷: ۴۲

دفعہ ۱۶: کئی معانی کے احتمال رکھنے والے الفاظ کہنے سے قذف واجب نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

قاذف کو حد قذف صرف اس صورت میں لگایا جائے گا کہ جب وہ مقذوف پر ایسے الفاظ سے میں تہمت لگائے کہ جو زنا موجب حد کے علاوہ دیگر معانی کا احتمال نہ رکھے۔ اگر ایسے الفاظ کے ساتھ تہمت لگائی جو دیگر معانی کا احتمال رکھتے ہو تو قاذف کو حد نہیں لگایا جائے گا، جیسے کسی کو ابن قحبہ کہا تو حد واجب نہ ہوگی کیونکہ قحبہ زانیہ کے علاوہ ایسی عورت کو بھی کہا جاتا ہے جو زنا کے لئے تیار ہوا گرچہ اس نے ابھی تک زنا نہیں کیا ہو یا کسی کو کہا کہ فلاں نے تمہارے ساتھ حرام جماع کیا ہے تو حد واجب نہ ہوگی کیونکہ حرام جماع کا اطلاق صرف زنا موجب حد پر نہیں ہوتا[2]۔ اسی طرح عربی کو نبطی کہنے اور ابن ماء السماء کہنے سے بھی حد واجب نہیں ہوتا کیونکہ نبطی اور ابن السماء غیر فصیح اور بہادری کے لئے استعمال ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، اس لئے ان الفاظ کے قائل پر حد جاری نہیں کیا جائے گی[3]۔

دفعہ ۱۷: ایسے شخص کو قذف کرنے سے حد جاری نہ ہوگا، جو زنا پر قادر نہ ہو[4]۔

وضاحت

اگر قاذف نے ایسے شخص کو قذف کیا جس سے زنا کا وقوع ممکن نہ ہو تو قاذف پر حد جاری نہیں کی جائے گی جیسے مجبوب اور رتقاء پر زنا کی تہمت لگانا کیونکہ ان سے زنا کا وقوع ممکن نہیں اور اس قول میں قاذف کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے[5]۔ بلکہ اگر مراہق کو قذف کیا اور اس نے بلوغ کا دعویٰ بھی کیا تو تو قاذف کو قذف نہیں لگایا جائے گا[6]۔

دفعہ ۱۸: مخاطب کے واسطے سے کسی اور کو قذف کیا ہو تو حد مارا جائے گا[7]۔

وضاحت

اگر براہ راست مخاطب کو قذف کرنے کی بجائے اس کے واسطے سے کسی اور کو قذف کیا ہو تو قاذف کو حد مارا جائے گا[8] جیسے کسی ایسے شخص کو جس کی ماں محصنہ ہو، کو ابن الزنا کہہ دینا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عرف وعادت میں اس سے مراد یہ ہے کہ تم زنا کے پانی سے بنے ہو[1]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۶۲

(2) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۵۹

(3) الهداية، ۲: ۳۵۷

(4) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۶۲

(5) مجمع الانهر، ۱: ۶۰۵

(6) الدر المختار، ۴: ۴۵

(7) الفتاوىٰ الهندية، ۲ : ۱۶۲

(8) فتح القدير، ۵: ۳۲۱

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۵ میں قذف موجب حد کی صورتوں کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا :

"If a person makes in respect of another person the imputation that such other person is an illegitimate child, or refuses to recognize such person to be legitimate child , he shall be deemed to have committed Qazf liable to Hadd in respect of the mother of that person[2]".

ترجمہ: اگر کوئی دوسرے شخص کے متعلق یہ الزام لگائے کہ وہ ناجائز اولاد ہے یا ایسے شخص کو جائز اولاد ماننے سے انکار کرے تو ایسا شخص دوسرے شخص کی والدہ کے متعلق قذف مستوجب حد کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

حدود آرڈیننس میں ایک شخص کے واسطے سے دوسرے کو قذف کرنے والا قذف موجب حد کا مرتکب قرار دیا گیا ہے، فتاوٰی عالمگیری میں یہی حکم مذکور ہے۔ لٰہذا اس مسئلے میں شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۱۹: قذف میں الفاظ اور قاذف کے حالت کی رعایت رکھی جائے گی [3]۔

وضاحت

قذف کے مقدمے میں قاضی قذف کے الفاظ اور الفاظ کے ادائیگی کے وقت قاذف کی حالت کی بھی رعایت رکھے گا[4]۔ کیونکہ فقہاء کے نزدیک قاذف کی حالت الفاظ کے معنی پر اثر انداز ہوتی ہے، جیسے کسی کو کو کہا کہ زنأت علی الجبل تو اگر غصے کی حالت میں کہا ہے تو حد جاری کیا جائے گا اور اگر بغیر غصہ کے کہا تو حد جاری نہیں کی جائے گی[5]۔ اسی طرح اگر زنأت فی الجبل غصے کی حالت میں کہا تو اگرچہ دعوی کرے کہ میری مراد پہاڑ پر چڑھنا ہے تب بھی حد جاری کیا جائے گا اور اگر بغیر غصے کے کہا اور یہی دعوی کیا تو حد جاری نہیں کی جائے گی[6]۔ اسی طرح غصے کی حالت میں یہ کہنا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں قذف کا موجب ہوگا۔

---

(1) بدائع الصنائع، ۷: ۴۲

(2) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 ,1979,Sec:5(Explanation,2)

(3) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۶۲

(4) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۴۵

(5) فتح القدير، ۵: ۳۳۱

(6) تبيين الحقائق، ۳: ۲۰۴

دفعہ ۲۰: پیغام رساں اگر اپنی طرف سے قذف کے الفاظ کہے تو حد جاری کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی نے پیغام رساں سے کہا کہ فلاں کو کہوں کہ "اے زانی" اور پیغام رساں نے جا کر اسے کہا کہ اے زانی تو پیغام رساں کو حد قذف لگایا جائے گا۔ لیکن اگر پیغام رساں نے کہا کہ فلاں نے کہا ہے کہ اے زانی تو پیغام رساں اور بھیجنے والے دونوں میں کسی کو بھی حد نہیں لگایا جائے گا [2]۔

دفعہ ۲۱: ایسے الفاظ کے ساتھ قذف کرنے سے کہ جس کا جھوٹ ہونا بالکل ظاہر ہو موجب حد نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر قاذف نے کسی کو ایسے الفاظ کے ساتھ قذف کیا جس کا جھوٹ ہونا بالکل ظاہر ہو تو قاذف کو حد نہیں مارا جائے گا، جیسے کسی کو کہا کہ تو اپنی ماں کا بیٹا نہیں ہے تو اس کا ماں کے بغیر پیدائش مکمل جھوٹ اور اس کی بات کا باطل ہونا ظاہر ہے۔اسی طرح اگر کسی کو کہا کہ تو اپنے والدین کا بیٹا نہیں ہے تو اس بات کا جھوٹ ہونا بھی ظاہر ہے، لہٰذا ان الفاظ کے قائل کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا[4]۔اس کی بجائے اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہے تو یہ اس کی ماں کو قذف کرنے کے مترادف ہے اس لئے ان الفاظ کے قائل کو قذف لگایا جائے گا[5]۔

دفعہ ۲۲: مجازاً باپ کہلائے جانے والے رشتہ داروں کی طرف نسبت کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوگا[6]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کو ایسے رشتہ دار کی طرف منسوب کیا جو مجازاً باپ کہلائے جاتے ہیں تو قائل پر حد جاری نہ ہوگا، جیسے کسی کو دادا، چچا، ماموں یا سوتیلے باپ کی طرف منسوب کیا تو قاذف کو حد قذف نہیں مارا جائے گا۔ کیونکہ عرف میں یہ لوگ باپ کہلائے جاتے ہیں[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۲

(2) فتح القدير، ۵: ۳۴۴

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۳

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۴۵

(5) بداية المبتدی، ۱: ۱۰۹

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۳

(7) العناية، ۵: ۳۲۹

دفعہ ۲۳: اگر کسی کے رشتہ دار کو اس کے واسطے سے قذف کیا تو اس رشتہ دار کو حق خصومت حاصل ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کو کہا کہ اے زانی کے بھائی تو اس کے بھائی کو حق خصومت حاصل ہو گا۔ اگر جواباً اس آدمی نے کہا کہ میرا بھائی نہیں بلکہ تو زانی ہے تو اس شخص پر قذف فوراً واجب ہو گی جب کہ پہلے والے کے خلاف اس شخص کے بھائی کو خصومت کا اختیار ہو گا۔ لیکن اگر کسی کو کہا کہ تیرا دادا یا نانا زانی ہے تو قاذف کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا۔ اس لئے کہ یہاں مقذوف مجہول ہے۔ یہ صورت اس وقت بھی ہو گی کہ جب کسی کو کہا کہ اے زانی کے بھائی اور مخاطب کے دو بھائی ہو تو مقذوف مجہول ہونے کی وجہ سے قاذف پر حد واجب نہ ہو گی[2]۔ البتہ جب کسی کو ابن الزانیتین یعنی دو زانی عورتوں کا بیٹا کہا تو اگر اس کی سگی ماں محصنہ ہے تو قاذف کو حد مارا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ولادت میں نسبت نزدیک ترین کی طرف کی جاتی ہے[3]۔

دفعہ ۲۴: قاذف کی تہمت سے جس کو بھی عار ملحق ہو تو مقذوف کی غیر موجودگی میں اسے حق خصومت حاصل ہو گا[4]۔

وضاحت

اگر مقذوف موجود نہ ہو تو اس کے قذف سے جس کسی کو عار ملحق ہو اسے حق خصومت حاصل ہو گا، جیسے کسی کو زانی یا زانیہ کا بیٹا کہا تو یہ بلاشبہ اس کے والدین کو قذف کیا، اس صورت میں ابتداءً حق خصومت اس کے ماں باپ دونوں کو حاصل ہو گا لیکن اگر وہ وفات پا چکے ہیں تو چونکہ ان کو قذف کرنے سے عار اس کے ساتھ لاحق ہو گی، اس لئے اس کو بھی حق خصومت حاصل ہو گا[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس جرم قذف دفعہ ۸ میں کہا گیا ہے:

> "If a person makes in respect of another person the imputation that such other person is an illegitimate child, or refuses to recognize such person to be legitimate child , he shall be deemed to have committed Qazf liable to Hadd in respect of the mother of that person[6]".

ترجمہ: اگر کوئی دوسرے شخص کے متعلق یہ الزام لگائے کہ وہ ناجائز اولاد ہے یا ایسے شخص کو جائز اولاد ماننے سے انکار کرے تو ایسا شخص دوسرے شخص کی والدہ کے متعلق قذف مستوجب حد کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۶۳

(2) الدر المختار، ۴ :۵۰

(3) الجوهرة النیرة، ۲ :۱۵۹

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۶۳

(5) النهر الفائق، ۳ :۱۵۸

(6) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:5(Explanation,2)

دفعہ ۲۵: کسی پر ایسی تہمت لگائی جو شرعاً زنا کی تعریف میں داخل نہ ہو، تو قاذف پر حد جاری نہیں ہو گی[1]۔

وضاحت

کسی پر ایسے کام کی تہمت لگائی جو شرعاً زنا کی تعریف میں داخل نہ ہو تو قاذف کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا، جیسے کسی عورت سے یہ کہنا کہ تم نے اونٹ، بیل، گدھے یا گھوڑے سے زنا کیا ہے تو قاذف کو حد نہیں لگایا جائے گا ،اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں سے بدکاری کو شرعاً زنا نہیں کہا جاتا۔ اگر مذکورہ جانوروں کی بجائے گائے، بکری یا اونٹنی کا نام لیا تو چونکہ ان میں ایلاج و دخول کی صلاحیت نہیں لہٰذا اس سے مراد یہ ہو گا کہ تم نے زنا کر کے بدلے میں یہ جانور لیا ہے، اس لئے قاذف کو حد مارا جائے گا[2]۔

دفعہ ۲۶: مستقبل، استعجاب یا استفہام کے صیغے سے جو تہمت لگائی جائے موجب حد نہ ہو گی[3]۔

وضاحت

ایسی تہمت زنا جس میں استقبال، استعجاب یا استفہام کے صیغے استعمال ہو موجب حد قذف نہ ہو گی، جیسے کسی سے کہا کہ تو زنا کرے گا یا یہ کہا کہ کیسے ممکن ہے کہ تو زنا کرے اور میں مارا جاؤں؟، تو ان صورتوں میں زنا کی تہمت یقینی نہیں لہٰذا حد قذف جاری نہیں کیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۲۷: زمانہ کفر و رقیت کے زنا کی تہمت لگانے پر حد جاری نہیں کیا جائے گا[5]۔

وضاحت

اگر کوئی کافر مسلمان ہو یا غلام آزاد ہو اور کوئی اسے ان الفاظ کے ساتھ قذف کرے کہ تم نے زمانہ کفر یا زمانہ رقیت میں زنا کیا تھا تو قاذف کو حد نہیں لگایا جائے گا۔ کیونکہ قذف سے اصطلاح میں مراد اس زنا کا تہمت لگانا ہے جو اسلام لانے یا حریت کے بعد کیا گیا ہو[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۳

(2) الدر المختار، ۴: ۵۰

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۳

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۴۳

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۳

(6) فتح القدیر، ۵: ۳۳۷

دفعہ ۲۸: سیاق وسباق سے ہٹ کر کسی پر تہمت لگائی تو قذف واجب نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی پر ایسی تہمت لگائی جو سیاق و سباق سے ہٹ کر ہو یعنی حقیقت کے خلاف ہو تو قاذف پر حد نہ ہو گی، جیسے کسی کو حجام، جولاہے، حبشی، کانے، درزی، نصرانی، مجوسی یا یہودی کا بیٹا کہہ دیا اور اس کا باپ ایسا نہ تھا تو حد واجب نہ ہو گی۔ اسی طرح آزاد کو غلام کہہ دیا یا کہا کہ تو آدم کا بیٹا یا انسان نہیں تو کہنے والے کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا۔ اگرچہ نصرانی، یہودی یا مجوسی کا بیٹا کہنے سے تعزیر واجب ہو گی[2]۔

دفعہ ۲۹: الفاظ قذف میں عرف کی رعایت رکھی جائے گی۔

وضاحت

اگر کسی کو ایسے الفاظ سے پکارا جو عرف و عادت میں زانی کے لئے مستعمل ہو تو قاذف کو حد لگایا جائے گا، جیسے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بغل چونکہ اہل عمان کی اصطلاح میں زانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے ان الفاظ کے ساتھ پکارنے والے کو حد لگایا جائے گی۔

دفعہ ۳۰: حد قذف کے سقوط سے متعلق قاذف کا قول مقبول ہو گا۔

وضاحت

اگر قاذف نے کسی کو قذف کیا اور قذف کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کیا جو حد کو ساقط کرنے کا سبب بن سکتا ہے تو اس کا قول بغیر گواہوں کے مقبول ہو گا اور مقذوف اس کا دعویٰ بغیر گواہوں کے رد نہیں کر سکتا، جیسے قاذف نے کسی کو زانیہ کا بیٹا کہا اور پھر اس کی ماں کی رقیت یا غیر مسلم ہونے کا دعویٰ کیا تو مقذوف کا قول بغیر گواہوں کے مقبول نہیں ہو گا۔ اسی طرح تہمت کے بعد مقذوف کی رقیت کا دعویٰ کیا تو قاذف کا قول مقبول ہو گا اور اس کا دعویٰ مقذوف گواہوں کے ذریعے ہی رد کر سکے گا۔ جبکہ قاذف تہمت لگانے کے بعد اگر اپنے متعلق رقیت کا دعویٰ کرے تب بھی قاذف کا قول بغیر گواہوں کے مقبول ہو گا[3]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۳

(2) فتح القدیر، ۵: ۳۴۴

(3) بدائع الصنائع، ۷: ۵۴

دفعہ ۳۱: شبہ کے زمرے میں آنے والی وطی کے بعد بغیر گواہوں کے بیع کا دعویٰ کرنے والے کا احصان زائل ہو گا[1]۔

وضاحت

جو کوئی ایسی وطی کا مرتکب ہو جو شبہ کے زمرے میں آتی ہو[2] جیسے اپنے ماں باپ یا بیٹے کی باندی سے وطی کی اور پھر بیع کا دعویٰ کیا حالانکہ اس کے پاس بیع کے گواہ نہ تھے یا صرف ایک گواہ تھا تو اس کا احصان زائل ہو گا اور اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف نہیں لگایا جائے گا کیونکہ مقذوف غیر کے ملک میں وطی کا مرتکب ہوا ہے[3]۔

دفعہ ۳۲: مقذوف کے ساتھ گواہ نہ ہونے کی صورت میں قاذف سے قسم نہیں لیا جائے گا[4]۔

وضاحت

قاذف نے مقذوف کو قذف کیا۔ مقذوف نے قاذف پر دعویٰ کیا لیکن اپنے دعویٰ کے ثبوت پر اس کے پاس کوئی گواہ نہ تھے۔ لہٰذا اس نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ قاذف سے اپنی برأت پر قسم لے لے، تو قاضی قاذف سے قسم نہیں لے گا۔ کیونکہ احناف کے نزدیک حدود اللہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور حقوق اللہ میں قسم کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ جبکہ امام شافعیؒ[5] کے نزدیک حد قذف حق العبد[6] ہے لہٰذا دیگر حقوق العباد کی طرح اس میں بھی قاضی قاذف سے قسم لے گا۔

دفعہ ۳۳: قذف کے ثبوت کے بعد قاذف اپنے دعویٰ کو گواہوں سے ثابت کرنے کا پابند ہو گا[7]۔

وضاحت

اگر قاذف پر قذف گواہوں کے ذریعے یا اپنے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اس سے گواہوں کے ذریعے تہمت کو ثابت کرنے کا مطالبہ کرے گا۔ اگر اس نے مقذوف کا زنا ثابت کیا تو اس سے حد قذف ساقط ہو گا اور مقذوف پر حد زنا جاری کیا جائے گا لیکن اگر وہ گواہوں کے ذریعے تہمت کو ثابت نہ کر سکا تو

---

(1) الفتاویٰ الهندیۃ، ۲: ۱۶۴

(2) شبہ کے متعلق بحث کتاب الحدود، باب الزنا دفعہ ۲ میں تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔

(3) تبیین الحقائق، ۳: ۱۷۹

(4) الفتاویٰ الهندیۃ، ۲: ۱۶۴

(5) محمد بن ادریس بن عباس الشافعی(۲۰۴ھ) غزہ فلسطین میں پیدا ہوئے۔ حصول علوم کے لئے کثرت سے اسفار کئے۔ شعر، لغت، ایام عرب، فقہ اور حدیث کے امام تھے۔ نہایت ذہین، فطین اور حاضر جواب تھے۔ آپ کے اساتذہ میں محمد بن حسن الشیبانی شامل ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف میں الاُم، احکام القرآن اور الرسالۃ شامل ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ۱۰: ۵)

(6) وہ امور جن کا نفع و نقصان عام نہ ہو بلکہ کسی ایک شخص کے ساتھ خاص ہو، حق العبد کہلاتے ہیں۔ اس کے برعکس جن امور کا نفع و نقصان کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ بلکہ مکمل طور پر عام ہو حق اللہ کہلاتے ہیں۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷: ۵۶)

(7) الفتاویٰ الهندیۃ، ۲: ۱۶۴

اس پر حد قذف جاری کیا جائے گا۔ اگر کچھ حد جاری ہونے کے بعد قاذف نے اپنے دعویٰ کے ثبوت پر گواہ پیش کئے تو بقیہ حد ساقط ہو گا اور قاذف فاسق و مردود الشہادت نہیں ٹھہرے گا بلکہ اس کی گواہی قبول کی جائے گی[1]۔

دفعہ ۳۴: قاضی گواہوں سے قذف اور اس کی کیفیت سے متعلق پوچھے گا[2]۔

وضاحت

جب مقذوف قاذف پر قذف کا دعویٰ کرے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت پر گواہ پیش کرے اور گواہ قذف پر گواہی دے تو قاضی گواہوں سے دو سوالات پوچھے گا۔ پہلا یہ کہ قذف کیا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ قذف کی کیفیت کیا تھی؟ یعنی کن الفاظ کے ساتھ قذف کیا تھا، کیونکہ ہو سکتا ہے صریح زنا کے الفاظ نہ ہو اور مقذوف اور گواہ اسے قذف سمجھتے ہو۔ اگر گواہ جواب دیں کہ کہ قاذف نے مقذوف کو اے زانی یا دوسرے صریح زنا کے الفاظ کہے تھے تو گواہوں کی عدالت معلوم ہونے کی صورت میں قاضی قاذف پر حد جاری کرے گا اور اگر گواہوں کی عدالت معلوم نہ ہو تو قاضی قاذف کو اس بات کی تحقیق تک قید میں رکھے گا[3]۔ جبکہ علامہ حمویؒ کے [4] نزدیک قاضی قذف کے زمان و مکان کے متعلق بھی گواہوں سے پوچھے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کہ دارالحرب یا بچپن میں قذف کیا ہو[5]۔

دفعہ ۳۵: گواہوں میں زمان و مکان کے متعلق اختلاف سے حد ساقط نہ ہو گا جبکہ زبان کے اختلاف حد ساقط ہو گا[6]۔

وضاحت

حد قذف کے مقدمے میں گواہوں کے درمیان قذف کے زمانے اور مکان کے اختلاف سے حد ساقط نہ ہو گا، جیسے ایک گواہ نے گواہی دی کہ قاذف نے جمعہ کے دن قذف کیا اور دوسرے نے اتوار کے دن قذف کی گواہی دی یا ایک گواہ نے کوفہ اور دوسرے نے بصرہ میں قذف پر گواہی دی، ان صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد ساقط نہ ہو گی اور صاحبین کے نزدیک حد ساقط ہو گا[7]۔ لیکن اگر گواہوں نے قاذف کے ادا شدہ الفاظ زبان و

---

(1) بدائع الصنائع، ۷: ۵۳

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۴

(3) فتح القدير، ۵: ۳۴۲

(4) ابراہیم بن سلیمان الحموی الحنفی (۷۳۲ھ) محدث، فقیہ، مفسر، نحوی اور منطقی تھے۔ آپ کا تعلق حماۃ سے تھا لیکن آپ درس و تدریس کی غرض سے دمشق میں منتقل ہوئے اور آخر دم تک وہی رہے۔ آپ کی تصانیف میں جامع الکبیر نے شہرت پائی۔ (اعلام للزرکلی، ۱: ۴۱)

(5) البحر الرائق، ۵: ۳۴

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۴

(7) الاصل، محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی، ۷: ۱۹۳، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء

ولغت میں اختلاف کیا تو تمام ائمہ کے نزدیک حد ساقط ہو گا، جیسے ایک گواہ نے کہا کہ قاذف نے قذف کے لئے عربی الفاظ استعمال کئے اور دوسرے نے کہا کہ فارسی الفاظ استعمال کئے تو گواہی باطل ہو گی۔ کیونکہ لغت وزبان کے اختلاف کا صراحت پر اثرانداز ہونا ممکن ہے[1]۔

دفعہ ۳۶: قذف لگانے والی جماعت اگر قید کو بغیر اتصال کے ذکر کریں تو حد قذف واجب ہو گی[2]۔

وضاحت

قذف لگانے والی جماعت اگر کسی کی زنا پر گواہی دیتے وقت قید کو اتصال کے ساتھ ذکر کریں گے تو حد قذف سے محفوظ ہوں گے، جیسے اس طرح کہے کہ ہم نے فلاں کو زنا کرتے دیکھا علاوہ فرج کے تو قاذفین و مقذوف میں سے کسی پر بھی حد جاری نہیں ہو گا۔ لیکن اگر یوں کہا کہ ہم نے فلاں کو زنا کرتے دیکھا پھر کلام قطع کیا اور پھر قید لگاتے ہوئے کہا کہ علاوہ فرج کے تو تمام قاذفین کو حد قذف لگایا جائے گا[3]۔

دفعہ ۳۷: قذف کے دعویٰ میں مقذوف کے گواہوں کا نصاب پورا ہونے تک قاذف کو قید میں رکھا جاسکتا ہے[4]۔

وضاحت

مقذوف نے قاذف پر قذف کا دعویٰ دائر کر دیا اور اپنے دعویٰ پر ایک گواہ بھی پیش کر دیا تو دوسرا گواہ پیش کرنے تک قاضی قاذف کو استحساناً قید کر سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ بنے گی کہ گواہ کی کیفیت کو دیکھا جائے گا اگر پہلا گواہ عادل ہو اور دوسرا گواہ شہر کے اندر ہو تو قاذف کو دو سے تین دن تک قید میں رکھا جاسکتا ہے اور اگر پہلا گواہ فاسق ہو یا دوسرا گواہ شہر سے باہر ہو تو پھر قاذف کو قید نہیں کیا جائے گا[5]۔

دفعہ ۳۸: قاذف کو اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے گواہ حاضر کرنے تک مہلت دی جائے گی۔

وضاحت

قاذف کسی قذف کرے اور قاضی کے سامنے یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس گواہ موجود ہیں تو اسے اتنی مہلت دی جائے گی کہ جس میں وہ گواہ کو حاضر کر سکے۔ لیکن اگر اس نے گواہوں کو بلانے کے لئے کسی کو نہ پایا تو قاضی اس کے ساتھ پولیس اہلکار بطور حفاظت بھیج کر گواہوں کو عدالت میں طلب کرے گا۔ اگر وہ گواہ نہ لا سکا تو اس پر حد جاری کر دیا جائے گی۔ اب اگر حد جاری ہونے کے بعد قاذف کے گواہ حاضر ہو گئے تو قاذف مردود الشہادت ٹھہرنے سے بچ جائے گا اور آئندہ اس کی شہادت قبول کی جائی گی۔ البتہ اگر قاذف نے اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے چار فاسق گواہ پیش کئے تو قاذف و مقذوف دونوں حد سے محفوظ ہوں گے۔

---

(1) فتح القدیر، ۵: ۳۴۳

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۴

(3) البحر الرائق، ۵: ۳۳

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۴

(5) نفس مصدر

دفعہ ۳۹: مقذوف کی موجودگی میں حد قذف کے مطالبہ کا حق صرف اس کو حاصل ہوگا[1]۔

وضاحت

مقذوف زندہ ہو تو حد قذف کا مطالبہ کا حق صرف اسی کو حاصل ہوگا۔ اگر مطالبہ سے پہلے مقذوف وفات پا گیا تو حد قذف ساقط ہوگا۔ اسی طرح مقذوف نے مطالبہ کر دیا مگر حد کے اجراء سے پہلے مقذوف وفات پا گیا تو اس صورت میں بھی حد ساقط ہوگا، بلکہ اگر مقذوف کے مطالبہ پر حد قذف کا فیصلہ ہو گیا اور کوڑے لگنے شروع ہو گئے اور اسی دوران مقذوف نے وفات پا گیا تو باقی حد ساقط ہوگا، چاہے ایک کوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر مقذوف غائب ہو تو حد ساقط ہوگا اگرچہ حد کا اجراء شروع ہو بھی گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ کہ قذف سے مقذوف کو عار لاحق ہو گیا ہے اور وہی اس کے مطالبہ کا حق دار ہے جب وہ نہ رہا تو حد بھی ساقط ہوگا[2]۔

دفعہ ۴۰: میت کو قذف کیا گیا تو اصول و فروع کو مطالبہ کا حق حاصل ہوگا[3]۔

وضاحت

میت پر تہمت لگائی گئی تو حد قذف کے مطالبہ کا اختیار اصول و فروع کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ قذف میں مقذوف کو عار لاحق ہوتا ہے اور میت کو عار لاحق نہیں ہو سکتا، اس لئے مقذوف کی عدم موجودگی میں عار اصول فروع کو لاحق ہوگا اور حد کے ذریعے عار کو دفع کرنا صرف ان کا حق ہے۔ فروع میں ولد الابن اور بنت الابن برابر ہے، لیکن اصول میں اب الام اور ام الام کو مطالبہ کا حق حاصل نہیں۔ اسی طرح بھائی، بہن، چچا، چچی، ماموں، ممانی وغیرہ کو مطالبہ کا حق نہیں۔ کیونکہ قذف کے ذریعے ان کو کوئی عار لاحق نہیں ہوتا[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۸ میں قذف میں مطالبہ کا حق جن افراد کو حاصل ہے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے:

"(a) If the person in respect of whom the Qazf has been committed be alive, that person, or any person authorized by him or
(b) If the person in respect of whom the Qazf has been committed be dead ,any of the ascendants or descendantsof that person[5]".

ترجمہ: (الف) اگر وہ شخص زندہ ہے جس کی نسبت قذف کا ارتکاب کیا گیا ہے، تو وہ خود یا اس کی طرف سے مقرر کردہ کوئی شخص یا

(ب) اگر وہ شخص فوت ہو چکا ہے جس کی نسبت قذف کا ارتکاب کیا گیا ہے تو اس کے اصول و فروع میں سے کوئی فرد (قذف کا دعویٰ کر سکتا ہے)۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۵

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۵۵

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۵

(4) البناية، ۶: ۳۶۷

(5) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:8(a)(b)

حدود آرڈیننس میں مقذوف کے فوت ہونے کی صورت میں اس کے اصول فروع کو مطالبہ کا حق دیا گیا ہے۔یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے، لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۴۱: اصول اگر فروع پر تہمت لگائے تو حد جاری نہیں ہو گی لیکن فروع اگر اصول پر تہمت لگائے تو حد جاری ہو گی[1]۔

وضاحت

اصول اگر فروع پر تہمت زنا لگائے تو ان پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی، جیسے باپ اپنے بیٹے کو قذف کرے تو حد سے محفوظ رہے گا۔اس کے بر عکس اگر فروع میں کوئی اصول پر تہمت زنا لگائے تو اس کو حد لگایا جائے گا ۔اسی طرح بھائی چچا وغیرہ کو قذف کرنے پر بھی حد مارا جائے گا[2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۹ میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جن کو قذف کرنے پر حد جاری نہیں کی جائے گی:

"When a person has committed Qazf against any of his descendants[3]".

ترجمہ: جب ایک شخص اپنے اولاد یعنی فروع میں سے کسی پر تہمت لگائے۔

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے۔لہٰذا اس مقام پر وضعی قانون مکمل طور پر شرعی قانون کے موافق ہیں۔

دفعہ ۴۲: اپنی مردہ بیوی کو قذف کیا تو اگر اس عورت کی کسی اور سے اولاد ہو تو انہیں مطالبہ کا حق حاصل ہو گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی کی بیوی مر گئی ہو اور اس نے اپنے بیٹے کو ابن الزانیہ کہہ کر مردہ بیوی کو قذف کیا تو اس بیٹے کو حد قذف کے مطالبہ کا اختیار حاصل نہیں۔لیکن اگر اس عورت کا اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے بیٹا ہو تو اس کو حد قذف کے مطالبہ کا اختیار ہو گا اور قاذف کو اس کے مطالبہ پر حد لگایا جائے گا۔اسی طرح مقذوف مردہ ہو اور اس کے دو بیٹوں میں ایک قاذف کی تصدیق کرے یا اسے معاف کرے تو دوسرے بیٹے کے حد قذف کے مطالبہ کا اختیار باقی رہے گا۔البتہ اگر میت مقذوف کا ایک ہی بیٹا ہو اور وہ ابتداءً قاذف کی تصدیق کرے تو اس کے مطالبہ کا اختیار ساقط ہو جائے گا اور بعد میں چاہنے کے باوجود وہ اجراء حد کا مطالبہ نہیں کر سکے گا[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۵

(2) فتح القدير، ۵ :۳۴۳

(3) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:9, 1(a)

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۵

(5) البحر الرائق، ۵ :۳۸

دفعہ ۴۳: تہمت زنا کو مشروط کر کے لگانے والے پر حد جاری نہیں ہو گی[1]۔

وضاحت

تہمت زنا کو کسی شرط سے مشروط کرنے والے کو حد نہیں لگایا جائے گا، جیسے کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو ایسا کام کیا تو تم زانیہ کے بیٹے ہوں گے تو دوسرے نے کہا کہ ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ اس صورت میں ابتداء کرنے والے پر حد قذف جاری نہیں ہو گی[2]۔

دفعہ ۴۴: قذف کے جواب میں قذف کرنے والے کو بھی حد لگایا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر ایک آدمی نے دوسرے کو قذف کیا اور دوسرے نے جواباً اس کو قذف کیا تو اگر دونوں آزاد ہو تو دونوں کو حد قذف لگایا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک غلام ہو تو صرف غلام کو حد لگایا جائے گا اور آزاد حد سے محفوظ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کو قذف کرنے پر حد قذف واجب نہیں ہوتا[4]۔ اسی طرح ایک عورت کو قذف کرنے والے پر حد قذف جاری کیا گیا، پھر ایک اور شخص نے اس کو عورت کو قذف کیا تو اس کو حد مارا جائے گا۔

دفعہ ۴۵: مرد کسی خاص عورت سے زنا کے جرم میں رجم کیا گیا اس عورت کو قذف کرنے والے پر حد جاری نہیں کیا جائے گی[5]۔

وضاحت

ایک مرد پر چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور عورت کا نام لیا جو کہ معروف و مشہور تھی۔ مرد کو اس جرم میں رجم کیا گیا اور مذکورہ عورت غائب ہونے کی وجہ سے حد زنا سے بچ گئی۔ پھر اس دوران اس عورت کو قذف کیا گیا اور مقدمہ اسی قاضی کی عدالت میں لایا گیا جس نے رجم کا حکم دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک استحساناً اس قاذف کو حد نہیں لگایا جائے گا۔ لیکن اگر اس قاضی کے علاوہ کسی اور قاضی کی عدالت میں قذف کا مطالبہ کیا گیا تو اس مرد کو حد قذف مارا جائے گا۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۲ : ۱۶۵

(2) بدائع الصنائع، ۷ :۴۶

(3) الفتاوىٰ الهندية، ۲ : ۱۶۵

(4) بداية المبتدى، ۱ :۱۰۹

(5) الفتاوىٰ الهندية، ۲ : ۱۶۵

دفعہ ۴۶: ایک ہی موجب حد جرم کا کئی مرتبہ ارتکاب کرنے والے کو ایک ہی حد لگایا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے کئی مرتبہ قذف کیا یا کئی مرتبہ زنا کا ارتکاب کیا یا کئی مرتبہ شراب پیا پھر پکڑا گیا اور اسے ایک حد لگایا گیا تو یہ ایک حد تمام مرتبہ کے کئے ہوئے جرائم کے لئے کافی ہوگا اور اسے ہر ہر مرتبہ جرم کے لئے الگ الگ حد نہیں مارا جائے گا۔ اسی طرح پوری جماعت کو قذف کرنے والے کو بھی ایک ہی حد لگایا جائے گا۔ چاہے تمام مطالبہ کرے یا ان میں سے ایک مطالبہ کرے۔ اگر ان میں سے ایک کے مطالبہ پر حد جاری کی گئی پھر اجراء حد کے بعد ایک اور نے حد کا مطالبہ کیا تو اس کا دعویٰ رد کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک شخص کو قذف کیا اور قاذف کو حد قذف لگایا گیا۔ اس کے بعد کسی اور کو قذف کیا تو اسے دوبارہ حد لگایا جائے گا۔

دفعہ ۴۷: قذف کے علاوہ جرائم میں دوران حد مجرم بھاگنے کے بعد موجب حد جرم کا مرتکب ہوا تو از سر نو حد لگایا جائے گا [2]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے زنا کیا یا شراب پیا پھر وہ حد مارے جانے کے دوران بھاگ گیا۔ اس کے بعد وہ پھر سے موجب حد جرم کا مرتکب ہوا اور قاضی کی عدالت میں اس کا جرم ثابت ہو گیا اور قاضی نے اس کو حد لگانے کا حکم دیا تو اسے از سر نو حد لگایا جائے گا۔ لیکن قذف کے حد سے بھاگنے والا اگر دوبارہ قذف کرنے کے بعد پکڑا جائے تو اگر وہی اول مقذوف حاضر ہو تو قاذف کو اول حد کے بقیہ کوڑے لگائے جائیں گے اور دوسرے مقذوف کی وجہ سے قاذف کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ لیکن اگر دوسرے مقذوف نے مطالبہ کیا تو اول حد کو چھوڑ کر نیا حد لگایا جائے گا۔ البتہ اگر قاذف کو ایک حد پورا لگایا جائے اور اس کے بعد کسی اور قذف کرے تو دوسرے مقذوف کے مطالبہ پر الگ سے حد لگایا جائے گا۔ کیونکہ حد پہلے جرائم کو ختم کرتا ہے لیکن بعد کے جرائم کو ختم کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔

دفعہ ۴۸: کسی نے کئی موجب حد جرائم کا ارتکاب کیا تو ہر جرم کے لئے اسے الگ سے حد لگایا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر کوئی مختلف موجب حد جرائم کا مرتکب ہوا ہو مثلاً زنا، شراب خوری اور قذف کا مرتکب ہوا تو ہر ایک جرم کے لئے مجرم کو الگ سے حد لگایا جائے گا۔ لیکن یہ حدود پے در پے قائم نہیں کئے جائیں گے کیونکہ اس میں ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس لئے ایک حد مارنے کے بعد اس سے افاقہ ہونے پر دوسرا

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۶۵

(2) نفس مصدر

(3) نفس مصدر، ۲ : ۱۶۶

حد لگایا جائے گا۔اس میں سب سے پہلے حد قذف لگایا جائے گا کیونکہ اس میں حق العبد ہے۔ جبکہ باقی میں امام المسلمین کو اختیار حاصل ہوگا کہ کس جرم کی سزا پہلے دیتا ہے [1]۔

دفعہ ۴۹: پوری جماعت کو قذف کرنے والا اگر کسی غیر معین کا استثنیٰ کرے تو تمام کو مطالبہ کا حق حاصل ہوگا [2]۔

وضاحت

اگر کسی نے پوری جماعت کو ان الفاظ کے ساتھ قذف کیا کہ تم سب زانی ہو سوائے ایک کے، تو تمام کو حد قذف کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، کیونکہ قاذف نے استثنیٰ کیا ہے لیکن غیر معین ہے۔اگر وہ کسی ایک کو معین کر دیتا تو اس معین فرد کو مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

دفعہ ۵۰: قاذف کو حد قذف لگایا گیا تو اس کی شہادت تاحیات قبول نہیں کی جائے گی [3]۔

وضاحت

جس شخص کو قذف میں حد لگایا گیا، اس کی شہادت تاحیات مردود ہوگی۔اس کا ثبوت سورۃ النور کی یہ آیت کریمہ ہے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ" [4]

ترجمہ: اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔اور یہی بدکردار ہیں)۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر قاذف کے لئے تین احکامات ذکر کئے گئے ہیں:

۱: قاذف کو اسی (۸۰) کوڑے مارنا

۲: قاذف کی گواہی کا ساری زندگی قبول نہ کیا جانا

۳: قاذف کا توبہ کے وقت تک فاسق رہنا

احناف کے نزدیک قاذف حد کے بعد توبہ بھی کرلے تب بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔لیکن اس میں یہ بات مد نظر رہے کہ محض تہمت لگانے سے قاذف کی گواہی رد نہیں کی جائے گی بلکہ جب جرم ثابت ہوا اور بطور حد قذف اسے کوڑے لگائے جائے تب اس پر گواہی کی عدم قبولیت اور فسق کا حکم لگایا جائے گا۔کیونکہ مذکورہ آیت کریمہ میں یہ حکم اس وقت کے ساتھ متعلق کر دیا گیا ہے جب قاذف تہمت لگانے کے بعد اس پر چار گواہ نہ لا

---

(1) بدائع الصنائع، ۷: ۶۳

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۶

(3) نفس مصدر

(4) النور، ۲۴: ۴

سکے۔ اگر وہ گواہوں کے ذریعے زنا ثابت کرتا ہے تو وہ تینوں سزاؤں (کوڑے، عدم قبولیت شہادت اور فسق) سے محفوظ رہے گا[1]۔ اسی طرح دوران اجراء حد سے بھاگنے والے کی گواہی اس وقت تک مقبول ہوگی جب تک اس کو پورے اسی (۸۰) کوڑے نہیں لگائے جاتے۔

یہی حکم کفار کے لئے بھی ہے کہ اگر کسی کافر کو حد قذف لگایا گیا تو دیگر اہل ذمہ پر اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول کرلے تو اس کی گواہی اہل ذمہ اور مسلمانوں دونوں کے متعلق قبول کی جائے گی۔ البتہ اگر کافر نے قذف کے بعد اسلام قبول کرلیا اور حالت اسلام میں اس پر کفر کے زمانے کی قذف کی وجہ سے حد جاری کیا گیا تو اس کی گواہی تاحیات مردود رہے گی اور بعینہ یہی حکم غلام کا ہے کہ حریت سے قبل کی قذف کی وجہ سے حریت کے بعد حد لگایا گیا تو ساری زندگی اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔

اگر حد قذف کے طور پر قاذف کو کوڑے مارے گئے اور اس کے بعد چار گواہوں نے اس کے سچے ہونے کی گواہی دی تو اس کے بعد قاذف کی گواہی قبول کی جائے گی۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۷ میں حد قذف کی سزا کے دوسرے جز یعنی قاذف کے مردود الشہادت ہونے کا بیان ہے:

"After a person has been convicted for the offence of Qazf liable to Hadd, his evidence shall not be admissible in any court of law[2]".

ترجمہ: کسی شخص کو قذف مستوجب حد کے جرم میں سزا ہوگئی، تو اس کی گواہی کسی عدالت میں قابل قبول نہ ہوگی۔

یہی حکم اصول شریعت کی روشنی میں فتاویٰ عالمگیری میں بھی بیان ہوا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۵۱: حد قذف جاری ہونے سے پہلے مقذوف کا احصان زائل ہوگیا یا اس نے اقرار کرلیا تو قاذف سے حد ساقط ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر قاذف نے کسی پر تہمت زنا لگائی اور مقذوف کے مطالبہ پر قاضی نے قاذف پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ابھی قاذف پر حد جاری نہیں ہوا تھا کہ مقذوف کا احصان زائل ہوگیا تو قاذف سے حد ساقط ہوگا، جیسے مقذوف زنا کرے یا مقذوف مرتد ہوجائے تو ان صورتوں میں احصان زائل ہوجاتا ہے لہٰذا قاذف سے حد ساقط ہوجائے گا۔ اسی طرح مقذوف نے دوران حد یا حد جاری ہونے سے پہلے قاذف کی تصدیق کرتے ہوئے اقرار کرلیا تو اس صورت میں بھی قاذف سے حد ساقط ہوگا[4]۔

---

(1) احکام القرآن، ۵: ۱۱۶

(2) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:7(2)

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۶

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۶۱

دفعہ ۵۲: زنا کا نصاب شہادت پورا کئے بغیر قاذف سے حد ساقط نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

قاذف سے حد اس صورت میں ساقط ہوگا جب وہ اپنے دعویٰ کی تصدیق پر اتنے گواہ پیش کرے جس سے مقذوف کا زنا ثابت ہو جائے۔ چونکہ مقذوف کا زنا ثابت ہونے کے لئے نصاب چار گواہ ہے۔ اس لئے قاذف کم از کم چار گواہ پیش کرے گا تو اس سے حد ساقط ہوگا۔ اگر قاذف کے پیش کئے گئے چار گواہ مقذوف کی ایسی زنا پر گواہی دے جو متقادم ہو تب بھی قاذف سے حد ساقط ہوگا۔ اگر تین گواہ پیش کر کے قاذف خود کو بطور چوتھے گواہ کے پیش کرے تو قاذف سمیت تینوں گواہوں پر حد جاری کیا جائے گا۔ البتہ اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو مقذوف کے اقرار زنا پر بطور گواہ پیش کرے تو قاذف سے حد ساقط ہوگا اور گواہوں کو بھی حد نہیں لگایا جائے گا۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرم قذف) دفعہ ۳ میں زنا کی تہمت لگانے اور گواہ پیش نہ کرنے والے کے متعلق کہا گیا:

> "A complainant makes an accusation of zina against another person in a court, but fails to produce four witness in support there before the court [2]".

ترجمہ: کسی مستغیث نے عدالت میں کسی دوسرے شخص پر زنا کا الزام لگایا ہو لیکن اس کی تائید میں عدالت کے سامنے گواہان پیش کرنے میں ناکام رہا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی بعینہ یہی حکم مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قوانین مکمل شریعت کے مطابق ہے۔

دفعہ ۵۳: مستامن کا امان کسی مسلمان کے قذف کو شامل نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر کوئی مستامن دار الحرب سے دار الاسلام میں امان طلب کرتے ہوئے داخل ہو تو اسے امان ملنے کے باوجود مسلمان پر تہمت لگانے کی جرم میں امان حاصل نہ ہوگا بلکہ اسے حد قذف لگایا جائے گا۔

دفعہ ۵۴: حد قذف اور حد زنا کے احکامات الگ الگ ہے[4]۔

وضاحت

حد قذف مندرجہ ذیل احکامات میں حد زنا سے مختلف ہے:

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۶

(2) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:3(a)

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۶

(4) نفس مصدر

۱: حد زنا تقادم سے ساقط ہوتا ہے اور حد قذف تقادم سے ساقط نہ ہوگا۔

۲: حد زنا میں مطالبہ شرط نہیں جبکہ حد قذف میں مقذوف کا مطالبہ شرط ہے۔

۳: حد قذف میں دعویٰ ثابت ہونے کے بعد گواہی مقبول ہوتی ہے۔

دفعہ ۵۵: حد قذف کو ممکنہ حد تک ہٹانے کی کوشش کی جائے گی[1]۔

وضاحت

حدود اللہ میں ممکنہ حد تک دفع کیا جانا مستحسن ہے۔ حدیث مبارک میں آتا ہے:

"ادرءوا الحدود ما استطعتم[2]"

ترجمہ: حدود کو ممکنہ حد تک دفع کرو۔

اس لئے حد قذف میں مقذوف کا مطالبہ سے دستبردار ہونا اس کے اجراء سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک جب مقذوف قاذف کے خلاف دعویٰ دائر کرے گا تو ابتداء میں قاضی اسے مطالبہ چھوڑ کر معاف کرنے کی ترغیب دے گا۔

دفعہ ۵۶: تعزیر وہ سزا ہے جو مقدار میں حد سے کم ہے اور ایسی جرائم پر دی جاتی ہے جو حد واجب کرنے والی نہ ہو[3]۔

وضاحت

لغت میں تعزیر تادیب کے معنیٰ میں آتا ہے[4]۔ اصطلاح میں تعزیر سے مراد وہ سزا ہے جو مقدار میں حد سے کم ہو اور ایسی جرائم پر دی جاتی ہو جو حد کو واجب کرنے والی نہ ہو[5] [6]۔ یہ حق اللہ جیسے نماز، روزہ وغیرہ ترک کرنے پر بھی واجب ہو سکتی ہے اور حق العبد میں کوتاہی کرنے پر جیسے کسی مسلمان کو فاسق و خبیث وغیرہ کہنے پر بھی واجب ہو سکتی ہے۔ تعزیر کی مشروعیت قرآن کریم اور حدیث مبارک سے ثابت ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَاضْرِبُوهُنَّ[7]"

ترجمہ: ان کو مارو۔

اسی طرح حدیث مبارک میں آتا ہے:

---

(1) نفس مصدر، ۲ : ۱۶۷

(2) سنن الدار قطنی، کتاب الحدود والدیات، رقم الحدیث: ۳۰۹۷

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۶۷

(4) الصحاح تاج اللغة، اسمٰعیل بن حماد الجوہری، ۲ : ۷۴۴، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

(5) بدائع الصنائع، ۷ :۶۳

(6) العنایة، ۵ :۳۴۴

(7) النساء، ۴ :۳۴

"لَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ أَهْلِكَ[1]"

ترجمہ: اپنے اہلخانہ سے لاٹھی مت ہٹاؤ۔

تقابل

حدود آرڈیننس (امتناع منشیات) دفعہ ۲ میں تعزیر کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا:

"Tazir means any punishment other then Hadd[2]".

ترجمہ: تعزیر، حد کے علاوہ سزا کو کہتے ہیں۔

حدود آرڈیننس میں تعزیر ایسی سزا کو کہا گیا ہے جو حد تک نہ پہنچے۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی تقریباً یہی تعریف مذکور ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ سزا جو ایسے جرائم میں دی جائے جو حد واجب کرنے والی نہ ہو۔

دفعہ ۵۷: حق اللہ ترک کرنے پر واجب ہونے والی تعزیر کا اجراء امام پر لازم ہے[3]۔

وضاحت

وہ تعزیر جو حق اللہ ترک کرنے پر واجب ہوتا ہے اس کا اجراء امام پر واجب ہوتا ہے[4]۔ البتہ مجرم تعزیر سے پہلے منزجر ہو گیا ہو تو پھر امام پر تعزیر دینا لازم لازم نہیں۔ لہٰذا تعزیر کے ثبوت میں ایسا کرنا بھی جائز ہے کہ جو مدعی ایک گواہ کے ساتھ حاضر ہو، امام اس مقدمے میں مدعی بنے اور وہ پہلا مدعی گواہ بن جائے اور امام دو گواہوں کی گواہی پر مجرم کو تعزیر دے[5]۔

دفعہ ۵۸: مسلمان کو حالت گناہ میں پانے والے ہر مسلمان کو تعزیر کا حق حاصل ہے[6]۔

وضاحت

کسی کو حالت گناہ میں پانے والے ہر مسلمان کے لئے تعزیر کا جاری کرنا جائز ہے[7]۔ لیکن اگر مجرم گناہ سے فارغ ہو چکا ہے تو سوائے امام کے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کو تعزیر دے، کیونکہ عین حالت گناہ میں گناہ سے روکنا نہی عن المنکر کے زمرے میں آتا ہے جو ہر مسلمان پر لازم ہے۔ جبکہ گناہ سے فراغت کے بعد نہی عن المنکر کا تصور ہی نہیں تو اس کا اجراء صرف امام کے لئے جائز ہے۔ البتہ شوہر کو بیوی پر اور آقا کو غلام پر ہر وقت تعزیر کے

---

(1) مسند المؤطا، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الجوہری، ۱: ۴۰۸، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

(2) Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) , Ordinance No.8 1979,Sec:7(2)

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۷

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۶۳

(5) النهر الفائق، ۳: ۱۶۷

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۷

(7) البحر الرائق، ۵: ۴۵

اجراء کا حق حاصل ہے[1]۔ لیکن شوہر کا حق اس حد تک ہے کہ اگر بیوی کو کسی کے ساتھ زنا کرتا پائے تو اسے آواز یا ضرب سے روکے گا، اگر آواز و ضرب سے نہ رکے تو اس کے لئے زانی کا قتل کرنا جائز ہے اور بیوی کا قتل صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ زانی کی مطاوعت کر رہی ہو۔

دفعہ ۵۹: جو شخص عوام کو اذیت و تکلیف پہنچاتا ہو، اس کو تعزیراً قتل کرنا جائز ہے[2]۔

وضاحت

اگر کوئی شخص مسلمانوں کو تکلیف واذیت دیتا ہو تو اس کو بطور تعزیر قتل کرنا جائز ہے جیسے ڈاکو، ظالم، ساعی (بلیک میلر)۔ علامہ عینیؒ[3] کے نزدیک ایسے ایسے مجرم کو تعزیراً جلاوطن کیا جائے۔ البتہ علامہ بزازیؒ[4] فرماتے ہیں کہ مجرم کو جرم سے جس صورت بھی روکا جانا ممکن ہو روکا جائے چاہے قید کے ذریعے ہو مارنے کے ذریعے یا جلاوطنی کے ذریعے[5]۔

دفعہ ۶۰: جو تعزیر حق العبد کی وجہ سے واجب ہو اس کے اجراء کا اختیار صرف حاکم کو حاصل ہے[6]۔

وضاحت

جو تعزیر حق العبد کی وجہ سے واجب ہو اس کے اجراء کا اختیار صرف حاکم کو حاصل ہے، جیسے کسی کو ایسے الفاظ کے ساتھ قذف کیا جو موجب حد نہ ہو تو قاذف کو تعزیر دینے کا اختیار امام المسلمین کو حاصل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے مقدمے میں مدعی کی طرف سے دعویٰ دائر کرنا شرط ہوتا ہے، جو امام کے علاوہ کسی اور کے پاس دائر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حق العبد کی وجہ سے جو تعزیر واجب ہو اس میں دیگر حقوق کی طرح اس میں بری کرنا، معافی دینا، شہادت علی الشہادت اور قسم لینا جائز ہوتا ہے[7]۔

---

(1) النہر الفائق، ۳: ۱۶۶

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲ : ۱۶۷

(3) محمود بن احمد بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) مؤرخ، محدث اور امام تھے۔ قاہرہ کے قاضی رہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں عمدۃ القاری فی شرح البخاری، البنایۃ فی شرح الہدایۃ، رمز الحقائق اور طبقات الشعراء شامل ہیں۔ (الاعلام للزرکلی، ۷: ۱۶۳)

(4) محمد بن محمد بن شہاب البزازی (۸۲۷ھ) مشہور حنفی فقیہ ہیں۔ آپ خوارزم میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مشہور فاتح تیمور لنگ کے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ آپ کی تصانیف میں الجامع الوجیز، المناقب الکردریۃ اور مختصر فی بیان تعریفات الاحکام شامل ہیں۔ (الاعلام للزرکلی، ۷: ۴۵)

(5) النہر الفائق، ۳: ۱۶۶

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۶۷

(7) فتح القدير، ۵: ۳۴۶

دفعہ ۶۱: تعزیر کے ثبوت میں مردوں کی طرح عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہوتی ہے[1]۔

وضاحت

تعزیر کا ثبوت قاضی کی عدالت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ہو سکتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے اور اس میں مردوں کی طرح عورتوں کی گواہی مقبول ہوتی ہے[2]۔

دفعہ ۶۲: مدعی کے دعویٰ کے بعد گواہوں کو حاضر کرنے تک مدعی علیہ سے کفیل لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے قاضی کی عدالت میں دوسرے شخص پر گالی یا ضرب کا دعوی دائر کیا اور گواہوں کو حاضر کرنے کی مہلت مانگی تو تین دن کے لئے مدعی علیہ سے کفیل لیا جائے گا۔اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے دعویٰ ثابت ہو جائے تو گواہی کی تعدیل تک مدعی علیہ سے کفیل لیا جائے گا۔اگر گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو مدعی علیہ پر تعزیر جاری کر دی جائے گی[4]۔

دفعہ ۶۳: بطور تعزیر مجرم سے جرمانہ لینا یعنی تعزیر بالمال جائز نہیں[5]۔

وضاحت

تعزیر کے طور پر مجرم سے جرمانہ لینا جائز نہیں یہ جمہور کا قول ہے[6]۔البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تعزیر بالمال جائز ہے[7]، لیکن اس کی صورت یہ ہو گی کہ حاکم مجرم کو زجر کرنے کے لئے اس سے کچھ پیسے بطور جرمانہ لے لے گا اور کچھ مدت گزرنے کے بعد اس کو واپس کرے گا یعنی اپنے لئے یا بیت المال کے لئے جرمانہ نہیں لیا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی سبب کے مسلمان کا مال لینا جائز نہیں۔تعزیر بالمال کے قائلین فقہاء کے نزدیک حاکم مال لینے کے بعد مجرم کی توبہ کا انتظار کرے گا اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کا مال اس کو لوٹایا جائے گا[8]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۷

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۶۵

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۷

(4) الاصل، ۱۰: ۵۱۸

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۶۷

(6) العنایة، ۵: ۳۴۴

(7) فتح القدیر، ۵: ۳۴۵

(8) البحر الرائق، ۵: ۴۴

دفعہ ۶۴: تعزیر کے اجراء میں لوگوں کے مراتب کی رعایت رکھی جائے گی[1]۔

وضاحت

قابل تعزیر جرم سرزد ہو جانے کے بعد حاکم دیکھے گا کہ جرم کرنے والا کون ہے، لہٰذا معاشرے میں اس کے مقام و مرتبے کی رعایت رکھتے ہوئے اس کو تعزیر دے گا یعنی جن لوگوں کو جس طریقے سے زجر کرنا ممکن ہو، انہیں اسی طریقے سے تعزیر دی جائے گی[2]، جیسے علماء کو محض اعلام کے ذریعے کہ حاکم اسے محض یہ کہے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے یہ جرم کیا ہے۔ امراء اور زمینداروں کو اعلام اور عدالت تک گرفتار کر کے لانے کی صورت میں تعزیر دی جائے گی۔ اسی طرح متوسط طبقے کے لوگوں کو اعلام، گرفتاری اور قید کے ذریعے، جبکہ نچلے درجے کے لوگوں کو اعلام، گرفتاری، قید اور کوڑے مارنے کی صورت تعزیر دی جائے گی[3]۔

دفعہ ۶۵: تعزیر کی کم مقدار حاکم کے سپرد ہے جب کہ زیادہ سے زیادہ انتالیس (۳۹) کوڑے ہے[4]۔

وضاحت

تعزیر اگر کوڑوں کی صورت میں ہو تو کم سے کم مقدار حاکم کے سپرد ہے کہ مجرم کو حسب مصلحت کوڑے لگائے۔ جبکہ بطور تعزیر کوڑوں کی زیادہ سے زیادہ مقدار انتالیس کوڑے ہیں[5]۔ اس قول کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

"من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين[6]"

ترجمہ: جو بغیر حد کے حد کی مقدار کو پہنچے تو وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ نے آزاد کے حد کو حدود اللہ کے لئے پیمانہ مانا ہے، اس لئے ان کے نزدیک تعزیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار پچھتر (۷۵) کوڑے ہے، جبکہ طرفین غلام کی حد کو پیمانہ مقرر کرتے ہیں اور تعزیر کی کم سے کم مقدار انتالیس (۳۹) کوڑے مقرر کرتے ہیں[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الہندیۃ، ۲: ۱۶۷

(2) المبسوط، ۹: ۷۱

(3) بدائع الصنائع، ۷: ۶۴

(4) المبسوط، ۹: ۷۱

(5) الفتاویٰ الہندیۃ، ۲: ۱۶۷

(6) السنن الکبریٰ للبیہقی، جماع ابواب الصفۃ السوط، باب ما جاء فی التعزیر، رقم الحدیث: ۱۷۵۸۴۔ حکم: امام بیہقی نے اس حدیث کو محفوظ کہا ہے اور مرسل کہا ہے۔

(7) الہدایۃ، ۲: ۳۶۰

حد کی مقدار کا تعین کرتے ہوئے حاکم دیکھے گا کہ اگر جرم موجب حد ہو لیکن کسی عارض کی وجہ سے حد جاری نہ ہو سکتا ہو تو تعزیر کی انتہائی مقدار لگائی جائے گی، جیسے کسی کی باندی یا ام ولد کو زانیہ کہا تو مقذوف کے محصن نہ ہونے کی وجہ سے حد جاری نہیں ہو گا لیکن حاکم قاذف کو تعزیر کی انتہائی مقدار کے کوڑے لگائے گا[1]۔

دفعہ ٦٦: تعزیر میں دو مختلف سزائیں جمع کی جاسکتی ہے[2]۔

وضاحت

حاکم کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ بطور تعزیر ایک ہی جرم میں حسب مصلحت دو مختلف سزائیں جمع کرے، جیسے کسی مجرم کو ایک جرم میں کوڑے لگائے جانے کے بعد حاکم اگر مناسب سمجھے تو مجرم کو قید میں ڈال سکتا ہے[3]۔ بطور تعزیر قید کی کوئی مخصوص مدت مقرر نہیں بلکہ حاکم کو اختیار حاصل ہے، وہ جتنی مدت مناسب سمجھے قید کر سکتا ہے[4]۔

دفعہ ٦٧: کوڑوں کی صورت میں سزا دیتے ہوئے تعزیر کے مجرم کو سب سے زیادہ شدت کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں گے[5]۔

وضاحت

جن جرائم کی سزا کوڑے لگانے کی صورت میں دی جاتی ہے، ان میں سب سے زیادہ شدت کے ساتھ کوڑے تعزیر میں لگائے جائیں گے۔ اس کے بعد حد زنا میں تعزیر سے ذرا کم شدت کے کوڑے مارے جائیں گے۔ اس کے بعد بالترتیب حد شرب الخمر اور حد قذف کے مجرم کو کوڑے لگائے جائیں گے[6]۔

دفعہ ٦٨: حد و تعزیر کے اجراء کی وجہ سے مجرم کی موت واقع ہو گئی تو اس کا خون ہدر ہو گا[7]۔

وضاحت

اگر حاکم کسی کے متعلق حد و تعزیر میں سزا کا حکم دے اور دوران اجرائے سزا مجرم کی موت واقع ہو جائے تو اس کا خون ہدر ہو گا اور اس کے خون کے بدلے کسی پر قصاص و دیت لازم نہ ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوڑے مارنے والا وہ شریعت کا حکم پورا کر رہا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تعزیراً مارے اور اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ ضامن ہو گا کیونکہ وہ اس کو اس میں آزادی حاصل تھی کوئی شریعت کا حکم نہ تھا[1]۔

---

(1) الموسوعة الفقهية الكويتية، ١٢: ٢٦٢

(2) الفتاویٰ الهندية، ٢ : ١٦٨

(3) مجمع الانهر، ١ :٦١٢

(4) البحر الرائق، ٥ :٤٦

(5) الفتاویٰ الهندية، ٢ : ١٦٨

(6) تحفة الفقهاء، ٣ :١٤٣

(7) الفتاویٰ الهندية، ٢ : ١٦٨

دفعہ ۶۹: تعزیر جاری کرتے وقت اضافی کپڑے ہٹا کر، حالت قیام میں، سر اور شرمگاہ کے علاوہ اعضاء پر کوڑے مارے جائیں گے۔

وضاحت

تعزیر کے اجراء کے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے گا:

1. مجرم کے جسم سے اضافی کپڑے ہٹائے جائیں گے اور عام کپڑے رہنے دیئے جائیں گے۔
2. تعزیر حالت قیام میں لگائی جائی گی۔
3. سر اور شرمگاہ کے علاوہ جسم کے مختلف اعضاء پر کوڑے لگائے جائیں گے[2]۔

دفعہ ۷۰: ایسی گالی دینا جس سے مقذوف کو عار لاحق ہو لیکن یہ گالی حد قذف تک پہنچنے والی نہ ہو تو تعزیر لگائی جائے گی[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے دوسرے شخص کو ایسے الفاظ کے ساتھ گالی دی کہ جس سے حد قذف تو واجب نہیں ہوتا ہو لیکن مقذوف کو عار لاحق ہوتا ہو تو قاذف پر تعزیر واجب ہو گی، جیسے غیر فاسق کو فاسق کہا یا کسی کو لوطی، شارب الخمر، دیوث، مخنث، زندیق وغیرہ کہے تو قائل کو تعزیر دی جائے گی[4]۔ اس کی بجائے اگر ایسے الفاظ کے ساتھ گالی دی جائے کہ جس سے عار لاحق نہ ہو، جیسے کسی کو سانپ، بھیڑیا، دیہاتی، مسخرہ وغیرہ کہہ دیا تو تعزیر نہیں دی جائے گی[5]۔

دفعہ ۷۱: گالی دیتے ہوئے ایسے فعل کی طرف نسبت کرنا جو کہ مقذوف میں موجود ہو تعزیر کے وجوب کا سبب نہیں بنے گی[6]۔

وضاحت

اگر کسی کو گالی دیتے ہوئے اس کی طرف ایسے فعل کی نسبت کی جو اس میں موجود ہو تو تعزیر نہیں دی جائے گی، جیسے فاسق شخص کو فاسق، چور کو چور، فاجر کو فاجر، شراب خور کو شراب خور یا ظالم کو ظالم کہا تو تعزیر واجب نہ ہو گی۔ لیکن اگر وہ فعل اس میں موجود نہ ہو تو تعزیر واجب ہو گی جیسے صالح انسان کو چور، مشرک یا کافر کہہ دینے سے تعزیر واجب ہو گی[7]۔

---

(1) الهداية، ٢: ٣٦١

(2) فتح القدير، ٥: ٣٥٢

(3) الفتاوىٰ الهندية، ٢ : ١٦٨

(4) البحر الرائق، ٥: ٤٦

(5) فتح القدير، ٥: ٣٤٧

(6) الفتاوىٰ الهندية، ٢ : ١٦٨

(7) الجوهرة النيرة، ٢: ١٦١

دفعہ ۷۲: اہل علم کی اہانت و تنقیص شان قابل تعزیر جرم ہے[1]۔

وضاحت

اگر کوئی شخص کسی بھی طرح اہل علم کی اہانت و تنقیص شان کا مرتکب ہوا تو اس کو تعزیراً سزا دی جائے گی، جیسے کسی شخص نے کسی جھگڑے میں اہل علم سے فتویٰ لیا اور اپنے مقابل کو دکھایا تو مقابل نے کہا کہ میں اسے نہیں مانتا یا یہ فتویٰ صحیح نہیں ہے، حالانکہ وہ جاہل تھا اور اہل علم کو تحقیر کے ساتھ یاد کیا تو تعزیر واجب ہو گی۔

دفعہ ۷۳: موجب تعزیر بات کے جواب میں ویسا ہی جواب دیا تو تعزیر واجب نہ ہو گی[2]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کو ایسے الفاظ کے ساتھ گالی دی کہ جو موجب تعزیر ہو تو مناسب یہی ہے کہ دوسرا جواب نہ دے۔ البتہ اسے مقدمہ دائر کر کے سزا دلوانے کا اختیار ہو گا۔ لیکن اگر اس نے جواباً کہا کہ نہیں تو ایسا ہے تو تعزیر واجب نہ ہو گی[3]۔

دفعہ ۷۴: جو وطی ایسی ہو کہ موجب حد نہ ہو تو اس سے تعزیر واجب ہو گی[4]۔

وضاحت

ایسی وطی جو موجب حد نہ ہو اس سے تعزیر واجب ہو گی، جیسے جانور سے وطی کی یا شبہ میں وطی کی تو وطی کرنے والے کو تعزیر لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس طرح کی وطی میں وطی موجب حد ہونے کی شرائط نہیں پائی جاتی[5]۔

دفعہ ۷۵: اپنے غلام پر جنایت کرنے والے کو تعزیر دی جائے گی[6]۔

وضاحت

اپنے غلام کو جنایت کرنے والے کو تعزیر دی جائے گی، جیسے کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا یا اپنے غلام کو قتل کیا تو اس کو تعزیر دی جائے گی[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۶۸

(2) نفس مصدر ۲ : ۱۶۹

(3) فتح القدیر، ۵ : ۳۵۳

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۶۹

(5) الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ۲۴ : ۳۳

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲ : ۱۷۰

(7) البحر الرائق، ۸ : ۳۹۴

خلاصۂ باب

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الحدود کے پانچ (۵) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلا باب حدود اللہ کے تعارف، رکن اور شروط پر مشتمل ہے اور اس میں تین (۳) دفعات ہیں۔ دوسرا باب زنا اور حد زنا سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں چھ (۶) دفعات ہیں۔ تیسرا باب حد کی اقامت اور کیفیت سے متعلق ہے اور اس میں بارہ (۱۲) دفعات ہے۔ چوتھے باب میں زنا موجب حد اور زنا غیر موجب حد کی وضاحت کی گئی ہے اور اس میں آٹھ (۸) دفعات ہیں۔ پانچواں باب زنا کے مقدمے میں گواہی دینے اور گواہی سے رجوع سے متعلقہ احکام پر مشتمل ہے اور اس میں اکتیس (۳۱) دفعات ہے۔

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے حد شرب الخمر اور حد قذف سے متعلق دو (۲) ابواب پر مشتمل ہے۔ چھٹے باب میں حد شرب الخمر سے متعلق مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس باب میں کل تیرہ (۱۳) دفعات ہیں۔ ساتویں باب میں حد قذف کے متعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اس فصل میں کل پچھتر (۷۵) دفعات ہیں۔

اس طرح باب اول میں کتاب الحدود جس میں زنا، شرب الخمر اور قذف کے مباحث شامل ہیں، جو ایک سو اڑتالیس (۱۴۸) دفعات پر مشتمل ہے۔ اس باب میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات کے درمیان کل پینتیس (۳۵) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے، جس میں فصل اول کے بیس (۲۰) اور فصل دوم میں پندرہ (۱۵) دفعات شامل ہیں۔ تقابلی جائزہ میں اکثر مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت پائی گئی ہے۔

باب دوم

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب السرقۃ کی دفعہ بندی اور حدود آرڈیننس سے تقابل

فصل اول

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب السرقۃ کے باب نمبر ا اور باب نمبر ۲ کی دفعہ بندی اور حدود آرڈیننس میں سرقہ سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب السرقہ کے دو(۲) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلے باب میں سرقہ اور حد سرقہ سے متعلقہ مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس میں بتیس(۳۲) دفعات ہیں۔ دوسرا باب سرقہ کے مستوجب حد اور غیر مستوجب حد صورتوں کے بیان پر مشتمل ہے اور اس میں اکیاون(۵۱) دفعات ہیں۔

کتاب السرقۃ

باب نمبر۱: سرقہ (چوری) اور اس کے ظہور کے بیان میں

دفعہ ۱: غیر کی ملک جو نصاب محرز (محفوظ) ہو یا جس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو، کو خفیہ طور پر ایسا شخص لے جو مکلف ہو سرقہ کہلاتا ہے[1]۔

وضاحت

لغت میں سرقہ کسی کی چیز کو خفیہ طور پر لینے کو کہتے ہیں۔ جبکہ اصطلاح شریعت میں کسی عاقل بالغ کا غیر کی ایسی محرز[2] چیز کو خفیہ طور پر لینا جو دس درہم کے برابر ہو[3] [4]، لہٰذا اگر کوئی کسی کا ایسا مال لے جو حرز میں نہ ہو تو اس پر سرقہ کی تعریف صادق نہیں آتی۔

مکلف کے لفظ سے مجنون، نابالغ، کافر کا غیر کی چیز لینا سرقہ کی تعریف سے خارج ہو گیا۔ سرقہ اگر دن کے وقت کیا جائے تو ابتداء سے مال لے جانے تک اخفاء معتبر ہو گا اور اگر رات کے وقت ہو تو صرف ابتداء میں اخفاء معتبر ہو گا[5]۔ لیکن اگر کوئی کسی کے گھر میں رات کے وقت خفیہ طور پر داخل ہوا اور صاحب خانہ کے جاگنے پر انہیں یرغمال بنا کر مال چھینے تو اس کا ہاتھ قطع کیا جائے گا اور دن کے وقت خفیہ طور پر داخل ہونے والا اگر بزور مال چھینے تو اس کا ہاتھ قطع نہیں کیا جائے گا۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف املاک) دفعہ ۵ میں چوری مستوجب حد کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا:

> "Whoever being an adult surreptitiously commits, from any hirz, theft of property of the value of the nisab or more, not being stolen property, knowing that it is or likely to be of the value of he nisab or more is, subject to the provisions of this Ordinance, said the commit theft liable to Hadd[6]".

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۰

(2) محرز سے مراد یہ ہے کہ وہ مال ایسی جگہ میں رکھا گیا ہو، جہاں عموماً مال کو محفوظ تصور کیا جاتا ہو، جیسے، گھر، صندوق وغیرہ۔ (التعریفات الفقهیة، محمد عمیم الاحسان، ۱: ۷۸، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء)

(3) تحفة الفقهاء، ۲: ۱۴۹

(4) الهدایة، ۲: ۳۶۲

(5) النهر الفائق، ۳: ۱۸۴

(6) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:5

ترجمہ: جو کوئی بالغ ہوتے ہوئے کسی حرز سے نصاب کی مالیت یازائد املاک جو مسروقہ املاک نہ ہو، کی چوری کاارتکاب کرے یہ جانتے ہوئے کہ وہ نصاب کی مالیت کی یااس سے زیادہ کی ہوگی یاہوسکتی ہیں توآرڈیننس ہذاکے احکام کے تابع، چوری مستوجب حد کامرتکب ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی چوری مستوجب حد میں بلوغت، حرزاور نصاب کے شرائط ذکر کئے گئے ہیں، لہٰذااس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۲: حد سرقہ میں قطع(ہاتھ کاٹنے) کے لئے کم از کم نصاب دس دراہم ہیں[1]۔

وضاحت

حد سرقہ میں قطع کے لئے ضروری ہے کہ چورنے کم از کم دس درہم یااس کی قیمت کے برابر چیز چرائی ہو، اگراس سے دس سے کم دراہم یااس سے کم قیمت کی چیز چرائی تو حد جاری نہ ہوگا[2]۔ سامان چرانے کی صورت میں شہر میں رائج نقدی سے اندازہ لگایاجائے گاکہ دس دراہم تک قیمت پہنچ رہی یا نہیں، قیمت کااندازہ لگانے میں ایک شخص کے قول کااعتبار نہیں کیاجائے گا۔اسی طرح اگر قیمت لگانے والوں کے درمیان اختلاف ہوتو بھی حد جاری نہ ہوگا۔ قیمت لگانے والوں کاعادل ہونااور اندازہ لگانے میں صاحب تجربہ ہونا بھی ضروری ہے[3]۔

تقابل

حدودآرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۶ میں حد سرقہ کانصاب(مال کی وہ مقدار جس میں ہاتھ کاٹاجائے) کے متعلق کہاگیا:

"The nisab fot the theft liable to Hadd is four decimal four five seven(4.457) grams of gold, or other property of equivalent value, at the time of theft[4]".

ترجمہ: چوری مستوجب حد کے لئے نصاب بوقت چوری چاراعشاریہ چارپانچ سات(۴۔۴۵۷) گرام سونایااسی مالیت کے دیگر املاک ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں نصاب سرقہ دس(۱۰) درہم چاندی مذکورہے۔فتاویٰ عالمگیری میں مذکورہ نصاب یعنی دس(۱۰) درہم موجودہ اوزان کے حساب سے تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ(۳۰۔۶۱۸) گرام بنتاہے اور حدودآرڈیننس میں سونے کے حساب سے چاراعشاریہ چارپانچ سات(۴۔۴۵۷) مقرر شدہ مقدار اجزاء کے لحاظ سے برابر ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۰

(2) بدائع الصنائع، ۷ :۷۸

(3) البحر الرائق، ۵ :۵۵

(4) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:6

دفعہ ۳: سرقہ کے نصاب کے پورے ہونے میں چور کی طرف کا اعتبار کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

سرقہ کے نصاب کا پورا ہونے میں چور کی طرف کا اعتبار کیا جائے گا، نہ کہ مالکوں کی طرف کا یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ چور نے دس درہم چرائے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ ایک شخص سے چرائے ہے یا دس اشخاص سے۔ لیکن حرز کا ایک ہونا ضروری ہے اگر دو مختلف منازل سے دس درہم کی چوری کی ہو تو حرز متعدد ہونے کی وجہ سے قطع نہ ہوگا۔ اگر ایک ہی گھر کے مختلف کمروں سے چوری کرے تو یہ ایک ہی حرز شمار ہوں گے لہٰذا ایک گھر کے مختلف کمروں سے اگر مشترکہ طور پر دس دراہم چرائے ہیں تو ہاتھ کاٹا جائے گا[2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۶ کی تمثیلات میں بعینہٖ یہی حکم بیان ہوا ہے کہ مختلف احراز سے چوری کی گئی یا ایک ہی حرز سے متعدد لوگوں کا مال چوری کیا گیا تو حد ساقط ہوگا[3]۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قوانین شرعی قوانین کے موافق ہے۔

دفعہ ۴: اگر چور متعدد ہو اور سب کے حصے میں بقدر نصاب مال آئے تو تمام کے ہاتھ قطع ہوں گے[4]۔

وضاحت

اگر چور جماعت کی صورت میں چوری کرے اور ہر ایک کے حصے میں بقدر نصاب یعنی کم از کم دس دراہم آئے تو تمام کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر چوری بعض نے کی ہو اور بعض نے صرف مدد کی ہو تو مددگاروں سمیت تمام کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ لیکن اگر چوری کرنے والوں میں نابالغ، معتوہ یا صاحب خانہ کا رشتہ دار شامل ہو تو کسی ایک کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۸ میں یہ حکم مذکور ہے:

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۱

(2) الدر المختار، ۴: ۸۵

(3) If the theft is committed form the same hirz in more then one transaction, or frommore then one hirz, and the value of he stolen property in each case is less then the nisab, it is not theft liable to Hadd even if the value of the property involved in all the cases adds up to, or exceed, the nisab. [Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:6(Explanation)]

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۱

(5) البحر الرائق، ۵: ۵۷

"Where theft liable to Hadd ic committed by more then one person and the aggregate value of stolen property is such that, if the property is divided equally amongst such of them as have entered the hirz, each one them gets a share which amounts to, or exceeds, the hirz, whether or not each one of them has moved the stolen property or any part thereof [1]".

ترجمہ: جب ایک سے زیادہ اشخاص چوری کریں اور چوری شدہ مال کی مجموعی مالیت اتنی ہو کہ اگر اس ان لوگوں پر جو حرز میں داخل ہوئے برابر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کو اتنا حصہ ملے جو نصاب کے برابر ہو یا اس سے زائد ہو، تو ان تمام پر، جو حرز میں داخل ہوئے تھے، حد قائم کی جائے گی، خواہ ان میں کسی نے مال مسروقہ کے کسی حصے کو اٹھایا ہو یا نہ اٹھایا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری اور حدود آرڈیننس میں اس مقام پر ایک جیسے شرائط مذکور ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے میں شرعی قوانین اور وضعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۵: سرقہ میں وکیل کو صرف مال واپس لینے کا اختیار ہوگا[2]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے اپنے تمام امور کے لئے وکیل مقرر کیا تو سرقہ کے مقدمے میں اس وکیل کو ہاتھ کاٹنے کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا بلکہ چور سے صرف مال واپس کرنے کا مطالبہ کر سکے گا۔ پھر اگر موکل فیصلے کے بعد خود حاضر ہو تو اسے بھی ہاتھ کاٹنے کے مطالبے کا اختیار نہ ہوگا۔

دفعہ ۶: حد سرقہ میں ہاتھ قطع ہونے میں آزاد اور غلام برابر ہے۔

وضاحت

حدود اللہ کی مقدار میں آزاد و غلام کے درمیان فرق ہے اور غلام کو آزاد کی نسبت آدھا حد لگایا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لیکن چوری میں ہاتھ قطع ہونے میں آزاد و غلام کے درمیان کوئی فرق نہیں چور چاہے آزاد ہو یا غلام اس کا ہاتھ کاٹا کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ کہ ہاتھ قطع کرنے میں تنصیف یعنی آدھا حد جاری کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا لوگوں کی اموال کی حفاظت کے لئے اس پر پورا حد جاری کر دیا جائے گا اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[3]۔

---

(1) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:8

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۱

(3) الهدایة، ۲ :۳۶۲

دفعہ ۷: قاضی کی عدالت میں سرقہ کا ثبوت گواہی اور اقرار سے ہوگا[1]۔

وضاحت

قاضی کے سامنے سرقہ کا ثبوت دو طریقوں سے ہوگا، گواہوں کی گواہی اور چور کے بذات خود چوری کا اقرار کرنے سے۔ گواہی میں گواہوں کا مرد ہونا، عادل ہونا اور اصالت شرط ہے۔ لہٰذا چوری میں عورت، فاسق اور شہادت علی الشہادت جائز نہیں۔ دیگر حدود کی طرح حد سرقہ میں بھی عدم تقادم کا ہونا شرط ہے اور وقت کا گزرنا قطع کو ساقط کر دیتا ہے[2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۷ میں چوری مستوجب حد کے ثبوت کے دو طریقے بیان ہوئے ہیں:

"(a) The accused pleads guilty of the commission of the theft to Hadd and (b) at least two Muslims adult male witnesses, other the victim of the theft, about whom the court is satisfied , having regard to the requirements of tazkiah al-shuhod , that they are truthful persons and abstain from major sins, give evidence as aye-witnesses of the occurrence[3]".

ترجمہ: (الف) ملزم خود چوری مستوجب حد کے ارتکاب کا اقرار کرلے اور

(ب) چوری کے شکار شخص کے علاوہ کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہان، جن کے متعلق تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عدالت مطمئن ہو کہ وہ سچ بولنے والے اور کبیرہ گناہ اجتناب کرنے والے ہیں، واقعہ کے عینی شاہد کے طور پر گواہی دی۔

یہی شرائط فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہیں لہٰذا، چوری کے ثبوت کے متعلق وضعی قوانین مکمل طور پر شریعت کے تابع ہیں۔

دفعہ ۸: حد سرقہ کے ثبوت کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے[4]۔

وضاحت

زنا کی طرح سرقہ میں متعدد مرتبہ اقرار ضروری نہیں بلکہ حد سرقہ کا قاضی کے سامنے ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ سارق ایک مرتبہ اقرار کرے[5]۔ اقرار کی صورت میں قاضی سرقہ کی ماہیت اور مسروقہ کے مال ہونے اور جنس، مقدار اور چوری کے وقت کے متعلق دریافت کرے گا۔ لہٰذا اگر مسروقہ چیز مال نہ ہو، دس درہم سے کم قیمت کا ہو یا چوری پر وقت گزرا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۱

(2) بدائع الصنائع، ۷ :۸۱

(3) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:7(a)(b)

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۱

(5) البناية، ۷ :۱۰

دفعہ ۹: سرقہ کے مقر کا اقرار سے رجوع کرنا قطع کے حق میں جائز ہے جبکہ مال کے حق میں جائز نہیں[1]۔

وضاحت

اگر کسی نے سرقہ کا اقرار کیا تو قاضی کو چاہیئے کہ اس کو رجوع کی تلقین کرے تو اگر اس نے اقرار سے رجوع کیا تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہوگا۔ لیکن یہ رجوع صرف قطع کے حق میں معتبر ہوگا۔ جبکہ مال ادا کرنا اس کے ذمے باقی رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قطع خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور کوئی اس کی تکذیب کرنے والا نہیں جبکہ مال کے معاملے میں اس کا خصم اس کی تکذیب کر رہا ہوتا ہے[2]۔ سرقہ کے اقرار میں مالک غیر معین ہو تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۱ میں مقر کے اقرار سے انحراف سے متعلق کہا گیا:

"When theft is proven only by the confession of the convict, but he retracts his confession before the execution of Hadd[3]".

ترجمہ: جب چوری صرف مجرم کے اقرار سے ثابت ہو، لیکن حد پر عمل درآمد سے قبل وہ اپنے اقرار منحرف ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں مقر کے اقرار سے رجوع کرنے کو صرف قطع کے اسقاط کے حق میں معتبر مانا گیا ہے۔ جبکہ حدود آرڈیننس میں قطع کے حق میں رجوع کے تسلیم کرنے کا ذکر ہے لیکن مال کے متعلق کوئی حکم موجود نہیں۔ لہٰذا اس مقام پر فتاویٰ عالمگیری میں یہ وضاحت موجود ہے کہ مقر اپنے اقرار سے رجوع کرنے کے بعد بھی مال مسروقہ کا ضامن ہوگا لیکن حدود آرڈیننس میں یہ وضاحت موجود نہیں۔

دفعہ ۱۰: ایک شخص کا اقرار دوسرے کے حق میں معتبر نہیں ہوگا۔

وضاحت

ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اور میرے فلاں ساتھی نے یہ چیز چوری کی ہے اور اور اس کے ساتھی نے اس کی تصدیق کی تو دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ لیکن اگر اس کے دوسرے ساتھی نے اس کی تردید کی تو صرف مقر کا ہاتھ کاٹ کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے ساتھی نے کہا کہ یہ چیز میری ہے تو دونوں قطع سے محفوظ ہوں گے[4]۔

---

(1) الفتاویٰ الہندیۃ، ۲: ۱۷۱

(2) الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود، ۴: ۱۰۵، مطبعۃ الحلبی، القاہرۃ، ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء

(3) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:11

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۸۸

دفعہ ۱۱: قسم سے انکار پر چور مال کا ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعویٰ کیا لیکن چور نے انکار کیا اور ساتھ قسم کھانے کو بھی تیار نہیں تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن وہ مدعی کے لئے مال کا ضامن ہوگا۔ اگر پہلے مدعی کی تصدیق کرتے ہوئے اقرار کیا پھر رجوع کیا تو بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن مال کا ضامن ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۲: مقر کی تصدیق و تکذیب کے حوالے سے مسروق منہ (جس سے چوری ہوئی ہے) کا قول معتبر ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے مال چوری کرنے کا اقرار کیا پھر دوسرے نے بھی وہی مال چوری کرنے کا اقرار کیا تو جس سے چوری ہوئی ہے اس کا قول معتبر ہوگا وہ جس کی تصدیق کرے گا اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر اس نے پہلے ایک کی تصدیق پھر دوسرے کی تصدیق کی تو دونوں قطع اور مال کے ضامن ہونے سے محفوظ ہوں گے کیونکہ دوسرے کی تصدیق سے پہلے کی تکذیب لازم آئے گی۔ اگر پہلے کی تصدیق کرنے کے بعد تکذیب کی اور پھر دوسرے کی تصدیق کی تو پہلے پر کچھ لازم نہ ہوگا البتہ دوسرا صرف مال کا ضامن ہوگا اور قطع سے محفوظ رہے گا۔ اگر پہلے کے اقرار پر مسروق منہ نے اس کی تصدیق کی پھر دوسرے نے اقرار کیا تو اس کی بھی تصدیق کی تو دوسرا مال کا ضامن ہوگا[4]۔ اگر مسروق منہ چوری کا انکار کر کے غصب کا دعویٰ کرے تو سارق مال کا ضامن ہوگا اور قطع سے محفوظ رہے گا۔

دفعہ ۱۳: اگر ایسے ساتھی کے ساتھ چوری کا اقرار کیا جو اقرار کرنے کا اہل نہیں تو قطع (ہاتھ کاٹنے) کا حکم ساقط ہوگا[5]۔

وضاحت

اگر کسی نے چوری کا اقرار کیا اور اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو شریک بتایا جو اقرار کرنے کا اہل نہ ہو تو قطع کا حکم ساقط ہوگا، جیسے چوری کرنے میں بچے یا گونگے کو شریک بتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کے فعل کو جنایت سے تعبیر نہیں کیا جاتا تو اگر وہ خود بھی اقرار کرے تو اس کا اقرار جھوٹ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح گونگا بولنے سے قاصر ہوتا ہے اور اقرار کے لئے خطاب ضروری ہے۔ تو جب خود ان کا اقرار ان پر نافذ نہیں ہوتا تو دوسرے کا اقرار تو بطریق اولیٰ ان پر نافذ نہیں ہوگا[6]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۷۱

(2) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۷۲

(3) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۷۱

(4) المبسوط، ۹: ۱۹۱

(5) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۷۲

(6) بدائع الصنائع، ۷: ۴۹

دفعہ ۱۴: اقرار کرنے والوں میں سے بعض کا رجوع تمام سے قطع (ہاتھ کاٹنا) ساقط کر دیتا ہے[1]۔

وضاحت

اگر متعدد لوگ چوری کا اقرار کرے پھر ان میں سے بعض اپنے اقرار سے رجوع کرے تو تمام سے قطع ید ساقط ہو جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اقرار سے رجوع، مقر کے حق میں رجوع اور دوسروں کے حق میں شبہ پیدا کرتا ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہوتے ہیں[2]۔

دفعہ ۱۵: سارق (چور) نے چوری کا اقرار کر کے مال کا دوسرے شخص کے پاس جانے کا دعویٰ کیا تو قبول نہیں کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا اور پھر مزید کہا کہ میں یہ چیز فلاں سے چوری کی ہے اور جس کے ہاتھ میں اب ہے اس کو ہبہ کیا ہے یا اس نے مجھ سے غصب کیا ہے اور قابض اس کی تکذیب کرے تو سارق کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا اقرار صرف خود پر نافذ ہوتا ہے نہ کہ دوسرے شخص پر، لہٰذا سارق کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور قابض کے ذمے کچھ ثابت نہ ہوگا۔اسی طرح اگر کوئی ہزار دراہم چوری کرنے کا اقرار کرے اور کہے کہ فلاں شخص چوری کرنے میں میرے ساتھ شریک تھا تو صرف اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، جس میں دوسرے ساتھی کے آنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس چور کا اقرار صرف اس پر نافذ ہوگا۔

دفعہ ۱۶: دو مختلف چوریوں کا اقرار کر کے پہلی سے رجوع کرنے والے کا دوسری چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دو مختلف چوریوں کا ایک ہی وقت میں اقرار کیا لیکن اس طرح کہ پہلی چوری سے استثنیٰ کر کے دوسری کا اقرار کیا تو اگر دوسری چوری کے مال کی مقدار سرقہ کے نصاب تک پہنچتی ہو تو دوسری چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور پہلی چوری کے اقرار سے چونکہ رجوع کیا ہے، تو رجوع صحیح ہے لیکن اس میں مال کا ضامن ہوگا[5]۔اسی طرح اگر چوری کے اقرار پر قائم تھا لیکن مقرلہ (جس سے چوری کی) کے نام میں تبدیلی کی تو ہاتھ نہیں کیا جائے جائے گا بلکہ دونوں کے لئے ضامن ہوگا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۲

(2) الهدایة، ۲ :۳۷۲

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۲

(4) نفس مصدر

(5) عیون المسائل، ۱ :۲۸۹

دفعہ ۱۷: اقرار کے لئے مقر (اقرار کرنے والا) کا بالغ ہونا شرط ہے [1]۔

وضاحت

سرقہ کے اقرار کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اقرار کرنے والا بالغ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود کے معاملے میں نابالغ کا اقرار کوئی حیثیت نہیں رکھتا [2]۔ بلوغت کے لئے ظاہری نشانیوں کو دیکھا جائے گا یعنی لڑکے کو احتلام ہوا ہو یا اس سے کسی عورت کا حمل ٹھہرا ہو۔ اسی طرح عورت حاملہ یا حائضہ ہوئی ہو۔

دفعہ ۱۸: قاضی کے فیصلے کے بعد مسروق منہ نے چوری شدہ مال کی ملکیت سے انکار کیا تو قطع کا حکم ساقط ہوگا [3]۔

وضاحت

قاضی نے گواہوں یا اقرار کے بعد قطع کا حکم دیا، فیصلے کے بعد مسروق منہ نے کہا یہ تو اس کا اپنا مال ہے اس نے مجھ سے چوری نہیں کیا یا یہ میں نے خود اس کو دیا تھا یا میرے گواہ جھوٹے تھے یا اس نے جو اقرار کیا وہ باطل ہے، تو قطع کا حکم ساقط ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حد کے وجوب کے بعد ساقط ہونے کی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسروق منہ گواہوں کی تکذیب کرے [4]۔

دفعہ ۱۹: زبردستی کرکے چوری کا اقرار معتبر نہ ہوگا [5]۔

وضاحت

اگر کسی سے زبردستی اقرار کروایا گیا تو یہ اقرار معتبر نہ ہوگا بلکہ باطل تصور ہوگا۔ فقہاء کے نزدیک مار پیٹ اور زبردستی چوری کا اقرار کرانا جائز نہیں۔ اگر کسی کے خلاف چوری کا دعویٰ دائر ہو تو مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہو تو مدعی علیہ سے قسم لیا جائے گا۔ البتہ متأخرین کے نزدیک زبردستی اقرار کرنے والے کا معاملہ حاکم کی رائے پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر قاضی مدعی علیہ کو چور سمجھتا ہو تو اسے تعزیراً سزا دے سکتا ہے [6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۲

(2) الکافی فی فقه اهل المدینة ، ۲ :۸۸۶

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۳

(4) بدائع الصنائع ، ۷ :۸۸

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۳

(6) البحر الرائق، ۵ :۵۶

دفعہ ۲۰: اقرار کرکے بھاگنے والے کا بھاگنا رجوع تصور ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی نے چوری کا اقرار کیا اور پھر بھاگ گیا تو اس کا بھاگنا رجوع تصور ہوگا اور اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر گواہوں سے کسی کی چوری ثابت ہوئی ہو تو ایسے شخص کا پیچھا کیا جائے گا اور اگر مال نصاب تک پہنچتا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۲۱: عبدماذون[3] اور مکاتب[4] کا اقرار قطع اور ضمان دونوں کے حق میں معتبر ہوگا[5]۔

وضاحت

اگر عبدماذون اور مکاتب نے چوری کا اقرار کیا تو اس کا اقرار قطع اور مال کے ضمان دونوں کے حق میں معتبر ہوگا، چاہے چوری کا مذکورہ مال تلف ہو چکا ہو یا موجود ہو۔ البتہ اگر عبد مجور[6] نے چوری کا اقرار کا کرلیا لیکن چوری کا مال تلف ہو چکا ہو تو اقرار صرف قطع کے حق میں صحیح ہوگا لیکن اگر مال موجود ہو اور مولیٰ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے تو غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال مالک کو لوٹایا جائے گا اور اگر مولیٰ نے اس کی تکذیب کی تو اس صورت میں بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قطع وضمان دونوں کے حق میں اس کا اقرار معتبر ہوگا[7]۔

دفعہ ۲۲: چوری کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی ضروری ہے[8]۔

وضاحت

چوری کا ثبوت اقرار کے علاوہ گواہی سے بھی ہوتا ہے۔ دیگر حدود کی طرح اس میں بھی صرف مردوں کی گواہی مقبول ہوگی۔ اکیلے عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی لیکن اگر ایک مرد کے ساتھ عورتیں بھی گواہی دیں تو مال کے حق میں گواہی مقبول ہوگی اور قطع کے حق میں مقبول نہ ہوگی[9]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۳

(2) الدر المختار، ۴ :۸۷

(3) عبدماذون سے مراد وہ غلام ہے جس کو آقا نے تجارت کی اجازت دی ہو۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲ :۳۸۴)

(4) مکاتب سے مراد وہ غلام ہے، جس کے ساتھ آقا نے یہ معاہدہ کیا ہو کہ وہ مال کی اتنی مقدار آقا کو دے گا تو آزاد ہو گا۔ (الهداية، ۳: ۲۵۰)

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۳

(6) عبد مجور اس کو غلام کو کہا جاتا ہے، جس کو آقا نے مال میں کسی بھی قسم کے تصرف سے منع کیا ہو۔ (الملخص الفقهي، صالح بن فوزان، ۲ :۸۹، دار العاصمة، الرياض، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء)

(7) بدائع الصنائع، ۷ :۸۱

(8) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۳

(9) نفس مصدر، ۳ :۱۳۰

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۷ میں چوری مستوجب حد کی گواہی سے متعلق کہا گیا:

"at least two Muslims adult male witnesses, other the victim of the theft, about whom the court is satisfied , having regard to the requirements of tazkiah al-shuhod , that they are truthful persons and abstain from major sins, give evidence as aye-witnesses of the occurrence[1]".

ترجمہ: چوری کے شکار شخص کے علاوہ ہو کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہان، جن کے متعلق تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عدالت مطمئن ہو کہ کہ وہ سچ بولنے والے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں، واقعہ کے عینی شاہد کے طور پر گواہی دیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی شرائط مذکور ہیں، لہٰذا چوری مستوجب حد کے ثبوت میں وضعی قانون مکمل طور پر شرعی قانون کے مطابق ہے۔

دفعہ ۲۳: چوری کے ثبوت کے لئے گواہی میں اصالت شرط ہے۔

وضاحت

جس طرح دیگر حدود اللہ کے ثبوت کے لئے یہ شرط ہے کہ گواہ بذات خود عدالت میں حاضر ہوں گے اور شہادت علی الشہادت مقبول نہیں کی جاتی، اسی طرح چوری کے ثبوت کے لئے بھی یہی شرط ہے، کہ گواہ خود عدالت میں پیش ہو کر گواہی دیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شہادت علی الشہادت شبہات کا باعث بنتا ہے اور حدود اللہ شبہات سے ساقط ہوتے ہیں[2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس دفعہ ۷ میں بھی چوری مستوجب حد کے ثبوت کے لئے گواہی چشم دید ہونے کی شرط لگائی گئی ہے[3]۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قانون شرعی قانون کے موافق ہے۔

---

(1) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:7 (b)

(2) المبسوط، ۹: ۶۲

(3) At least two Muslims adult male witnesses, other the victim of the theft, about whom the court is satisfied , having regard to the requirements of tazkiah al-shuhod , that they are truthful persons and abstain from major sins, give evidence as aye-witnesses of the occurrence.[Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:7 (b)]

دفعہ ۲۴: گواہی کے بعد فیصلے سے پہلے گواہوں سے چوری کی تفصیل معلوم کی جائے گی[1]۔

وضاحت

جب گواہ چوری کی گواہی دیں تو اس کے بعد قاضی ان سے چوری کا مفہوم، مال مسروقہ کی مقدار، جنس، وقت، مکان اور مسروق منہ کے متعلق سوالات پوچھے گا، تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اگر مال مسروقہ عدالت میں موجود ہو تو پھر مقدار اور جنس کے متعلق پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد قاضی گواہوں کی عدالت معلوم ہونے تک سارق کو قید میں رکھے اور تزکیہ ہونے کے بعد مسروق منہ کی موجودگی میں قطع کا فیصلہ سنائے گا۔ اگر مسروق منہ موجود نہ ہو تو قطع کا فیصلہ نہیں سنایا جائے گا اور اگر فیصلے کے وقت مسروق منہ حاضر تھا لیکن قطع کے وقت غائب ہو گیا تو بعض فقہاء اس صورت میں قطع کے اجراء کے قائل ہیں اور بعض مسروق منہ کی عدم موجودگی میں قطع کے عدم اجراء کے قائل ہیں[2]۔

دفعہ ۲۵: گواہی دینے کے بعد گواہوں کا غائب یا مردود الشہادت ہونا ثابت ہو تو گواہی مردود ہو گی[3]۔

وضاحت

اگر گواہوں نے کسی کی چوری پر گواہی دی اور پھر غائب ہو گئے یا مر گئے یا فسق اور اندھے ہونے کی وجہ سے مردود الشہادت بن گئے تو قاضی ان کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرے گا اور اگر فیصلہ کر چکا ہو تو حد کا اجراء روک دیا جائے گا اور اگر گواہوں نے دو اشخاص کی چوری پر گواہی دی اور ان میں ایک غائب تھا تو جو موجود ہے اس کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا اور دوسرا جب حاضر ہو تو دوبارہ سے قاضی گواہوں کو بلا کر گواہی دلوائے اور دوسرے کے خلاف بھی فیصلہ سنائے[4]۔

دفعہ ۲۶: حدود اللہ ثابت ہونے کے بعد معافی سے ساقط نہیں ہوتے[5]۔

وضاحت

اگر کسی شخص پر گواہی یا اقرار سے چوری ثابت ہو گئی اور قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ سنا دیا تو مسروق منہ کے معاف کرنے سے حد ساقط نہیں ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معافی کے لئے معاف کرنے کا حق ضروری ہوتا ہے اور قطع ید اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو کہ کسی انسان کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا[1]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۳

(2) الجوهرة النیرة، ۲: ۱۶۵

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۴

(4) تبیین الحقائق، ۴: ۲۱۸

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۴

دفعہ ۲۷: اگر گواہوں میں اختلاف ہوا تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی[2]۔

وضاحت

اگر گواہوں کی گواہی میں اختلاف ہوا تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جیسے ایک گواہ نے گائے چوری کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے بیل چوری کرنے کی اور اگر دونوں گواہوں نے گائے چوری ہونے کی گواہی دی، لیکن گائے کے رنگ میں اختلاف کیا تو اگر تفاوت زیادہ ہو جیسے ایک نے سفید اور دوسرے نے سیاہ رنگ کے گائے چوری کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اگر دو گواہوں نے ایک شخص کو چور بتایا اور دو اور گواہوں نے کسی دوسرے شخص کے چور ہونے کی گواہی دی اور مال مسروقہ ایک ہی ہے تو اگر مسروق منہ نے پہلے شخص پر الزام عائد کیا تب بھی اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[3]۔

دفعہ ۲۸: عبد ماذون اگر چوری کرے تو آقا کی موجودگی کی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[4]۔

وضاحت

عبد ماذون پر انکار کرنے کے باوجود اگر چوری ثابت ہو تو آقا کی موجودگی میں حد جاری کیا جائے گا۔ اگر آقا موجود نہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر مال موجود ہو تو مال مالک کو لوٹایا جائے گا۔ اگر موجود نہ ہو تو آقا کی موجودگی کی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور اگر آقا موجود نہ ہو تو ضامن ہوگا۔ اگر چوری کی مالیت دس درہم سے کم ہو تو آقا کی موجودگی اور غیر موجودگی سے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ دونوں صورتوں میں غلام مال کا ضامن ہوگا، لیکن اگر غلام مجور ہو تو اس صورت میں آقا کی غیر موجودگی میں قطع کا حکم بھی نہیں دیا جائے گا اور مال کی ضمانت بھی نہیں ہوگی[5]۔

دفعہ ۲۹: چور کو چوری کرتے ہوئے قتل کیا تو اس کا خون ہدر ہے[6]۔

وضاحت

اگر چور کسی کے گھر میں داخل ہو کر مال اٹھائے اور صاحب خانہ اسے آواز سے روکے اور چور چوری کرنے سے منع نہ ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے اور صاحب خانہ پر قصاص اور دیت کچھ لازم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ابھی چور گھر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہو اور داخل نہ ہوا ہو تو اس صورت میں

---

(1) بدائع الصنائع، ۴: ۲۱۸

(2) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۷۴

(3) الھدایۃ، ۳: ۱۲۷

(4) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۷۴

(5) بدائع الصنائع، ۲: ۱۷۴

(6) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۷۴

قتل کرنے کی صورت میں برادری پر دیت لازم ہو گی[1]۔اسی طرح اگر رات کو چور چوری کر کے گھر سے مال سمیت نکلے تو اگر صاحب خانہ کسی اور طریقے سے مال اس سے واپس نہیں لے سکتا تو اس کو قتل کی اجازت ہے اور اس پر قتل کا ضمان بھی نہ ہو گا۔

دفعہ ۳۰: چوری کرنے میں مشہور چور اگر چوری نہ کر رہا ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں[2]۔

وضاحت

اگر کوئی چور چوری کرنے میں مشہور ہو پھر کوئی اسے ایسی حالت میں پائے کہ وہ اپنا کوئی کام کر رہا ہو یعنی اس وقت چوری نہ کر رہا ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہو گا، بلکہ اسے پکڑ کر امام کے پاس لائے گا تاکہ وہ اس کو قید میں رکھ کر توبہ کرائے[3]۔

دفعہ ۳۱: چوری کے مقدمے میں اجرائے حد کے لئے دعویٰ اور گواہی میں سرقہ کے الفاظ بولنا لازمی ہیں[4]۔

وضاحت

چوری کے مقدمے میں اجرائے حد کے لئے دعویٰ دائر کرتے وقت اور گواہی دیتے وقت سرقہ کے الفاظ بولنے ضروری ہیں۔اگر سرقہ کے الفاظ نہ بولے جائیں تو قطع ید کا حکم ساقط ہو گا اور صرف مال کا ضمان لازم آئے گا۔فقہاء کے نزدیک مدعی اور گواہوں کے لئے مستحب یہی ہے کہ وہ سرقہ کے الفاظ استعمال نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ اس نے مال لیا ہے،اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ مالک کو اس کا مال واپس مل جائے گا اور چور قطع ید سے بچ جائے گا[5]۔

گا[5]۔

دفعہ ۳۲: اقرار پر دی جانے والی گواہی پر مقر خاموش رہا یا انکار کیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[6]۔

وضاحت

اگر مقر کے اقرار پر گواہی دی گئی لیکن مقر نے تسلیم نہیں کیا بلکہ انکار کیا یا بالکل خاموش رہا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اقرار میں رجوع کا امکان موجود ہے اور اس کا تسلیم نہ کرنا رجوع پر دلالت کرتا ہے اور سکوت بھی انکار کی طرح ہے[7]۔مدعی کے دعویٰ پر چور سے قسم طلب کی گئی تو اس نے انکار کیا تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ وہ صرف مال کا ضامن ہو گا۔

---

(1) الدر المختار،۴ : ۱۱۷

(2) الفتاویٰ الهندیة،۲ :۱۷۵

(3) فتح القدیر،۵ : ۳۶۳

(4) الفتاویٰ الهندیة،۲ :۱۷۵

(5) المبسوط،۹ : ۱۴۶

(6) الفتاویٰ الهندیة،۲ :۱۷۵

(7) الدر المختار،۴ : ۸۶

باب نمبر ۲ : ان صورتوں کے بیان میں جن میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور جن میں نہ کاٹا جائے گا

دفعہ ۳۳: جو حقیر (معمولی) اشیاء دار الاسلام میں عام پائی جاتی ہیں اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

جو حقیر (معمولی) اشیاء عام طور پائی جاتی ہیں اور عام طور پر کسی کی ملکیت نہیں سمجھی جاتی ان کو چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جیسے لکڑیاں، گھاس، بانس، مچھلی اور چونہ وغیرہ[2]۔ اس کی دلیل حدیث مبارک ہے:

"إن اليد كانت لا تقطع على عهد رسول الله عليه الصلاة والسلام في الشيء التافه[3]"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حقیر اشیاء کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

تقابل

حدود آرڈیننس دفعہ ۱۰ میں یہی حکم موجود ہے:

"when the stolen property is wild gross ,fish, bird, dog, pig, intoxicant, musical instruments or perishable foodstuffs, for the preservation of which provision does not exits[4]".

ترجمہ: جب مال مسروقہ جنگلی گھاس، مچھلی، پرندہ، کتا، سور، نشہ آور اشیاء، موسیقی کا آلہ ہو یا جلد تلف ہونے والی خوردنی اشیاء جن کے خراب ہونے سے بچاؤ کا بندوبست نہ ہو، تو ان صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۳۴: قیمتی پتھروں اور زیورات کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا[5]۔

وضاحت

قیمتی پتھروں، ہیرے جواہرات، یاقوت وزبرجد، سونا اور چاندی کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ البتہ اگر ایسے کسی صورت میں یہ چیزیں چرائی کہ جس میں یہ مباح ہوتی ہو تو پھر اس صورت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جیسے جب یہ مٹی میں ملی ہوئی ہو یا پتھر کے ساتھ مخلوط ہو[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۵

(2) الاختيار لتعليل المختار، ۴ : ۱۰۷

(3) مسند اسحاق بن راهويه، ۲ : ۲۳۱، رقم الحدیث: ۷۳۸۔ حکم: اس حدیث کو ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے اپنے مصنفات میں مرسلاً روایت کیا ہے۔

(4) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:10(d)

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۵

(6) تبيين الحقائق، ۳ : ۲۱۵

دفعہ ۳۵: جلد خراب ہونے والی اشیاء میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

جلد خراب ہونے والی اشیاء کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، جیسے سبزیاں، پھل اور دودھ وغیرہ، لیکن یہ اس صرف اس صورت میں ہوگا کہ جب یہ چیزیں پودے یا درخت پر ہو اور ابھی نہیں کاٹے گئے ہو یا یہ چیزیں کٹے ہوئے محرز ہو پھر چوری کی جائے تو پھر اس صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس کی دلیل ایک حدیث مبارک ہے:

"لا قطع في ثمر[2]"

ترجمہ: پھلوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

البتہ جو پھل خشک کر کے رکھے جاتے ہیں جیسے اخروٹ، بادام وغیرہ اس کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا[3]۔ اسی طرح گوشت کی چوری میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا چاہے نمک دیا گیا ہو یا نہیں[4]۔ حدود آرڈیننس دفعہ ۱۰ میں حد سرقہ کے اسقاط کی وجوہات میں یہ وجہ بھی بیان ہوئی ہے[5]۔

دفعہ ۳۶: قحط کے سال میں کھانے کی چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[6]۔

وضاحت

اگر قحط کے سال میں کسی نے کھانے کی کوئی چیز چوری کر لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[7]، چاہے یہ کھانے کی چیز جلد خراب ہونے والی ہو یا جلد خراب ہونے والی نہ ہو۔ قحط کے سال کے علاوہ بھی کھانے کی ایسی چیزیں جو جلد خراب ہونے والی ہے ان کی چوری میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ جو جلد خراب ہونے والی نہ ہو ان کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا[8]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۶

(2) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی مالا یقطع فیه، رقم الحدیث:۴۳۸۸

(3) بدائع الصنائع، ۷ : ۶۹

(4) تحفة الفقهاء، ۳ : ۱۵۳

(5) when the stolen property is wild gross ,fish, bird, dog, pig, intoxicant, musical instruments or perishable foodstuffs, for the preservation of which provision does not exits.[Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:10(d)]

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۶

(7) نصب الرایة، عبداللہ بن یوسف الزیلعی، ۳ :۳۶۲، مؤسسۃ الریان، بیروت، ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء

(8) العنایة، ۵ :۳۶۶

دفعہ ۳۷: کھانے یا گھریلوں استعمال کی ایسی چیزیں جو ذخیرہ ہو سکتی ہو، چوری کرنے میں ہاتھ کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

کھانے یا گھریلوں کی استعمال کی ایسی چیزیں جو ذخیرہ کی جاسکتی ہو، ایسی اشیاء چوری کرنے میں ہاتھ کاٹا جائے گا، جیسے گندم، گیہوں، گھی، چربی، تیل، عود اور مشک وغیرہ۔ البتہ نمک کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۳۸: شکار کو چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

شکار چاہے بری ہو یا بحری، وحشی یا غیر وحشی اس کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، جیسے کتا، چیتا وغیرہ۔ لیکن یہ حکم اس صورت ہے کہ اس میں حرز میں ہو نا نہ پایا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عام مسلمان شریک ہوتے ہیں اور حرز بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ اس کی دلیل ایک حدیث مبارک ہے:

"الصيد لمن أخذه[4]"

ترجمہ: شکار پکڑنے والے کا ہو گا۔

یہی حکم درختوں کی چوری کا بھی ہے۔

دفعہ ۳۹: جن چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہیں ان کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا[5]۔

وضاحت

جن اشیاء کی خرید و فروخت حرام ہیں ان کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، جیسے شراب اور خنزیر، کیونکہ مسلمانوں کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور نہ کسی کی ملکیت ہوتی ہے۔ اسی طرح پرندوں کی چوری میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، جیسے باز وغیرہ[6]، اس کی دلیل ایک حدیث مبارک ہے:

"لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ[7]"

ترجمہ: پرندوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۶

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۶۹

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۶

(4) نصب الراية، ۴: ۴۱۸

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۶

(6) المبسوط، ۹: ۱۵۴

(7) مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الحدود، الرجل يسرق الطير او البازی ما عليه، رقم الحديث: ۲۸۶۰۸

دفعہ ۴۰: آلات موسیقی کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

آلات موسیقی کو چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، جیسے باجا، ڈھولک وغیرہ کیونکہ یہ آلات لہو ہے[2]۔ لیکن اگر یہ جنگ کے لئے استعمال ہونے والا طبل ہو تو پھر فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس میں کاٹا جائے گا کہ نہیں؟ تو بعض نے مال متقوم ہونے کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے آلات لہو ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہ کاٹنے کو ترجیح دی ہے[3][4]۔

دفعہ ۴۱: کتب و مصحف کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔

وضاحت

مصحف کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، چاہے اس پر سونے کا غلاف چڑھا ہوا ہو[6]۔ اسی طرح کتب نحو، صرف، لغت وغیرہ میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ کتابت سے پہلے چرائے گئے صفحات اور حساب کتاب کے رجسٹروں کو چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ ان کی چوری میں مقصود مال نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ رجسٹروں میں لکھا ہے وہی مقصود ہوتا ہے[7]۔

دفعہ ۴۲: عبادت کی غرض سے استعمال ہونے والی اشیاء کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[8]۔

وضاحت

جو اشیاء کسی بھی مذہب میں عبادت کے لئے استعمال ہوتی ہو، ان کو چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اگرچہ ان کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو یا بہت زیادہ قیمتی ہو، جیسے سونے یا چاندی سے بنا ہوا صلیب یا بت۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اشیاء کو توڑنے کی اجازت ہے۔ البتہ اگر دراہم پر اشکال بنائی گئی ہو تو اس کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ یہ عبادت کی غرض سے نہیں بنائی گئی ہوتی[9]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۷

(2) العنایة، ۵: ۳۶۸

(3) فتح القدیر، ۵: ۳۷۲

(4) دفعہ ۳۸، ۳۹ اور ۴۰ میں جو حکم بیان ہوا ہے وہ حدود آرڈیننس دفعہ ۱۰(د) جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے، میں موجود ہے۔

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۷

(6) بدایة المبتدی، ۱: ۱۱۰

(7) الجوهرة النیرة، ۲: ۱۶۶

(8) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۷

(9) الجوهرة النیرة، ۲: ۱۶۶

دفعہ ۴۳: غلام اگر بڑا ہو تو اس کو چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

غلام اگر بڑا یعنی ممیز ہو کہ اپنی پہچان کر سکتا ہو تو اس کو چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگرچہ وہ حالت نیند، مجنون یا مقامی زبان سے نابلد ہو۔ لیکن اگر صغیر غلام کو چوری کیا جو ممیز نہیں ہو تو اس کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے غلام کی چوری پر سرقہ کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ غصب یا فریب کے زمرے میں آتا ہے[2]۔

دفعہ ۴۴: قرض کے بدلے مقروض سے چوری کی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے دوسرے کو قرض دیا پھر قرض کے بدلے اس سے کچھ سامان چرایا تو اگر قرضہ فی الحال ادائیگی کا متقاضی ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو پھر بھی استحساناً ہاتھ نہ کاٹا جائے گا، اگرچہ چرایا گیا مال قیمت میں قرض سے زیادہ ہو۔ اسی طرح چاہے قرض کی جنس سے کوئی نقد چیز چرائی ہو یا اس کی جنس کے علاوہ کوئی نقد چیز چرائی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[4]۔ البتہ اگر قرض دراہم کے بدلے زیور چرالے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر مال ضائع کیا ہو تو اس کی قیمت بھی واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کے حق کی برابری نہیں ہے بلکہ نئی بیع ہے[5]۔ اگر دائن کی بجائے اس کے غلام نے قرض کے بدلے مقروض سے کچھ چرایا تو اگر آقا کی طرف سے وہ غلام قبض پر مامور نہ ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح باپ، بڑے بیٹے اور عبد مکاتب کے قرض دار سے چوری کرنے والے کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ البتہ نابالغ بیٹے کے قرضدار سے چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا نہیں کیا جائے گا[6]۔

دفعہ ۴۵: متعدد اشیاء چرانے والے میں مقصودی چیز کے اعتبار سے قطع وعدم قطع کا فیصلہ کیا جائے گا[7]۔

وضاحت

اگر کسی نے ایسی متعدد اشیاء چرائی کہ ان میں سے بعض کی چوری پر قطع واجب ہوتا ہے جبکہ بعض کی چوری پر قطع واجب نہیں ہوتا تو دیکھا جائے گا کہ چور کی نیت اصل میں کس چیز کو چوری کرنے کی تھی۔ اگر اصل نیت اس کی ایسی چیز کو چرانے کی تھی جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ قطع کا

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۷

(2) فتح القدير، ۵ :۳۷۰

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۷

(4) تبيين الحقائق، ۳ :۲۱۸

(5) البناية، ۷ :۳۰

(6) فتح القدير، ۵ :۳۸۷

(7) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۷۷

حکم ساقط ہوگا۔ اگرچہ تبعاًوہ چیز بھی چوری کی کہ جس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہواور موجب قطع ہو[1]۔ یہی وجہ ہے کہ چاندی کا برتن چرانے والا جس میں نبیذ، دودھ یا کھانے کی کوئی چیز ہو جو جلد خراب ہونے والی ہو تو برتن میں موجود اشیاء کا اعتبار کرکے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح آزاد بچے کو جس نے زیور پہنا ہو، کو چوری کرنے پر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

دفعہ ۴۶: حرز کی عدم موجودگی میں چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[2]۔

وضاحت

حد سرقہ کے لئے مال مسروقہ کا حرز میں ہونا شرط ہے، جو مال حرز میں نہ ہو اس کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لہٰذا فریب، دھوکہ دہی، لوٹ اور بزور طاقت لئے ہوئے مال میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ان میں حرز کی شرط موجود نہیں۔ اسی طرح کفن چوری کرنے، قبر یا تابوت سے کوئی چیز چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[3]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۵ میں چوری مستوجب حد کی تعریف میں حرز سے چوری کرنے کی قید لگائی گئی ہے:

"Whoever being an adult, surreptitiously commits, from any hirz, theft of property of value of the isab or more[4]".

ترجمہ: جو کوئی نابالغ ہوتے ہوئے، خفیہ طور پر، کسی حرز سے، نصاب کی مالیت یا زیادہ کی املاک کی چوری کا ارتکاب کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی چوری کے لئے حرز سے کئے جانے کی شرط موجود ہے، لہٰذا حرز سے چوری کئے جانے کی شرط میں شرعی اور وضعی قوانین مکمل طور پر یکساں ہیں۔

دفعہ ۴۷: ملکیت کا شبہ ہونے کے بعد چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔

وضاحت

ملکیت کا شبہ قطع کو ساقط کردیتا ہے، جیسے مشتری نے خیار کے ساتھ کوئی چیز خریدی اور مدت خیار میں بائع کے ہاں سے چوری کی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اس میں ملکیت کا شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ البتہ اگر موصی نے اپنے مرنے کے بعد کسی کے لئے مال کی وصیت کی اور موصی کے مرنے سے پہلے

---

(1) بدائع الصنائع، ۷: ۷۹

(2) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۸

(3) بداية المبتدی، ۱: ۱۱۱

(4) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:5

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۸

اس شخص نے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، نے وہی مال چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ یہاں نہ ملکیت ہے اور نہ ملکیت کا شبہ۔ اگر موصی کی موت کے بعد وہی مال چوری کیا تو ملکیت ثابت ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

دفعہ ۴۸: ایسے مال سے جس میں چور کا کچھ نہ کچھ حصہ ہو چوری کرنے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا[2]۔

وضاحت

ایسے مال سے چوری کی جس میں سارق کا کچھ نہ کچھ حصہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، جیسے غنیمت کے مال یا بیت المال سے چوری کی، چاہے چوری کرنے والا آزاد ہو یا غلام[3]۔

دفعہ ۴۹: مال مسروقہ کی جنس کے تبدیل ہونے سے پہلے دوبارہ چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی نے مال چوری کی اور چور پر حد جاری کیا گیا اور مال مالک کو لوٹایا گیا، اس کے بعد دوبارہ وہی مال چوری کرنے پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مال اسی جنس سے ہے اور جنس کی تبدیلی سے پہلے مال کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر چور کے گھر سے چوری کا مال دوسرے نے چوری کیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ جنس کی تبدیلی ہو جائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا، جیسے روئی سے تار بنایا گیا ہو یا تار سے کپڑے بنائے۔

دفعہ ۵۱: باغیوں کے مال میں سے چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔

وضاحت

اہل اسلام میں کوئی رات کے وقت باغیوں کی لشکر گاہ میں داخل ہوا اور وہاں سے چوری کر لی، پھر مال مسروقہ حاکم کے پاس لایا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ اہل اسلام کے لئے باغیوں کا مال لینا جائز ہے، چاہے کسی بھی صورت میں ہو۔ اگر باغی توبہ کریں یا مر جائے تو اس کا مال اس کے ورثا کو لوٹایا جائے گا اور اسی بنا پر اس میں شبہ پیدا ہو گیا اور حد ساقط کرنے کا سبب بنا۔ اسی طرح اگر باغیوں میں سے کوئی لشکر اسلام کی لشکر گاہ میں داخل ہو کر چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ اپنے لئے مسلمانوں کا مال حلال سمجھتا ہے، اگرچہ اس کی یہ تاویل باطل ہے لیکن منعہ کے انضمام سے تاویل صحیح کی طرح ہے[6]۔

---

(1) النھر الفائق، ۳: ۱۸۰

(2) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۷۸

(3) تبیین الحقائق، ۳: ۲۲۱

(4) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۷۸

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۷۹

(6) بدائع الصنائع، ۷: ۸۰

دفعہ ۵۲: حد سرقہ میں معتبر حرز دو طرح کا ہے، حرز بہ مکان اور حرز بہ حافظ [1]۔

وضاحت

حد سرقہ کے اجراء کے لے شرط یہ ہے کہ مال مسروقہ حرز سے چوری کی گئی ہو۔ حد سرقہ میں جس حرز کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ دو قسم پر ہے: حرز بہ مکان اور حرز بہ حافظ۔ حرز بہ مکان سے مراد یہ ہے کہ چوری ہونے والی چیز کسی چار دیواری، خیمہ، دکان وغیرہ میں موجود ہو، چاہے چار دیواری کا دروازہ کھلا ہو یا سرے سے دروازہ ہی نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمارت کی غرض احراز ہی ہوتی ہے۔ لیکن اس میں ہاتھ کاٹنے کے لئے شرط یہ ہے کہ سارق نے مال مسروقہ حرز سے باہر نکالی ہو۔ اگر حرز سے باہر نہیں نکالی اور پکڑا گیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ حرز بہ حافظ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے پاس مال رکھ لیتا ہے چاہے بازار میں ہو یا مسجد میں، لیکن وہ مال اتنے فاصلے پر ہو جسے وہ دیکھ سکتا ہو۔ اس میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ وہ شخص سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے، کسی بھی صورت میں اس سے مال چوری کرنا موجب حد ہو گا [2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۲ میں حرز کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا:

> "Property placed in a house whether its door is closed or not, or in an almirah or a box or other container or in the custody of a person whether he is paid for such custody or not is said to be in hirz[3]".

ترجمہ: جو مال کسی مکان میں موجود ہو خواہ اس کا دروازہ بند ہو یا نہ ہو یا کسی الماری یا صندوق یا دیگر ظرف میں موجود یا کسی شخص کی تحویل میں رکھا گیا ہو خواہ تحویل کے لئے اسے ادائیگی زر کی جائے یا نہ، وہ حرز میں کہلاتا ہے۔

حدود آرڈیننس میں بھی دو طرح کی حرز کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی وہ حرز مکان کی صورت میں ہو یا انسان (چوکیدار) کی حفاظت کی صورت میں۔ یہ دونوں فتاویٰ عالمگیری کے مندرجہ بالا دفعہ میں بھی مذکور ہے، لہٰذا اس مقام پر وضعی و شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۷۸

(2) البنایة، ۷ :۳۸

(3) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:2(d)

دفعہ ۵۳: ہر چیز میں اس کی حیثیت دیکھ کر حرز کا اعتبار کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

ہر چیز میں اس کی حیثیت دیکھ کر حرز کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی کے مطابق کوئی چیز چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا، جیسے گھوڑے کے لئے اصطبل، بکری کے لئے حظیرہ حرز تصور ہو گا تو ان مقامات سے دراہم وزیور چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح کسی ایک نوع کے لئے حرز ہر نوع کے لئے حرز سمجھا جائے گا، لہٰذا سبزیوں اور کھجور کی ٹوکری کو دراہم اور موتیوں کے لئے حرز تصور کیا جائے گا[2]۔

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۲ میں حرز کی تعریف میں مختلف حرز کی مختلف صورتوں کو جمع کیا گیا ہے جس میں مکان، صندوق اور دیگر ظروف کا ذکر ہے[3]، جبکہ فتاویٰ عالمگیری میں کسی شے کی حرز اس شے کے اعتبار سے ہونا مذکور ہے۔

دفعہ ۵۴: ایسے مقامات جہاں لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہو حرز تصور نہیں کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

ایسے مقامات جہاں لوگوں کی آمد و رفت مسلسل جاری رہتی ہو حرز تصور نہیں کیا جائے جیسے حمام وغیرہ اور ایسے مقامات سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح جن علاقوں میں رات کے وقت حمام میں آنے کی عادت نہ ہو، وہاں رات کو حمام سے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر مال مسروقہ کا مالک حمام میں موجود ہو اور کوئی اس کے حمام سے چوری کرے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، البتہ صاحبین کے نزدیک اس صورت میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۹

(2) الجوهرة النیرة، ۲: ۱۶۸

(3) Property placed in a house whether its door is closed or not, or in an almirah or a box or other container or in the custody of a person whether he is paid for such custody or not is said to be in hirz.[Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:2(d)]

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۷۹

(5) بدائع الصنائع، ۷: ۷۴

دفعہ ۵۵: ایک مقام میں اجازت لے کر داخل ہونے والے کے حق میں وہ مقام حرز تصور نہیں ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کوئی کسی عمارت وغیرہ میں اجازت لے کر داخل ہوا اور پھر وہاں سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اجازت لے کر آنے والے کے حق میں وہ مقام حرز تصور نہیں کیا جاتا، چاہے مال کا مالک موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح ایسی عمارات جہاں لوگ بغیر اجازت داخل ہوتے ہو جیسے مسجد، مدرسہ تو اس کا حکم چوری کے معاملے میں عام میدان جیسا ہے کہ نگہبان موجود ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں[2]۔

دفعہ ۵۶: بار شدہ جانور کو راستے سے چوری کرنے میں ہاتھ کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

بار شدہ جانور کو راستے سے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس میں حرز نہیں، البتہ اگر محافظ ساتھ ہو تو پھر ہاتھ کاٹا جائے گا اور سامان کے بغیر ریوڑ سے جانور چوری کرنے والے کا بھی بعینہ یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر سامان کی بوری کھولے بغیر غیر حرز سے چوری کی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ محافظ کی موجودگی میں چوری کی تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ البتہ اگر بوری چیر کر سامان نکال کر چوری کیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ بوری میں رکھے سامان کے لئے بوری ہی حرز تصور ہوگی[4]۔

دفعہ ۵۷: مال مسروقہ کو حرز سے نکالنے سے پہلے چور پکڑا گیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔

وضاحت

حد سرقہ کے اجراء کے لئے یہ شرط ہے کہ مال مسروقہ حرز سے چوری کیا گیا ہو۔ اس میں مزید تفصیل یہ ہے کہ اگر چور نے مال مسروقہ کو چوری کر کے حرز سے باہر نکالا، تو تب اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر حرز سے مال نکالنے سے پہلے پکڑا گیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح ایک چور نے حرز میں داخل ہو کر چوری کی اور مال مسروقہ کو حرز ہی سے اپنے باہر کھڑے ساتھی کی جانب پھینکا، تو کسی کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح حرز میں باہر سے ہاتھ داخل کر کے چوری کرنے والے کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۹

(2) بدائع الصنائع، ۷: ۷۴

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۷۹

(4) الهداية، ۲: ۳۶۹

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۸۰

(6) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۵۲

دفعہ ۵۸: حد سرقہ کے اجراء کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی وقت میں چوری کی گئی ہو[1]۔

وضاحت

حد سرقہ کے اجراء کے لئے یہ ضروری ہے کہ چوری کی کاروائی ایک ہی وقت میں مکمل کی گئی ہو۔ اگر ایک رات آکر ایسی نقب لگائی کہ رات کو نظر آسکتی ہو یا دن کی روشنی میں مالک اس نقب کو دیکھ چکا ہو پھر دوسری رات آکر چوری کی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح دو مرتبہ ایک ہی حرز سے چوری کی اور دونوں مرتبہ کا مال ملا کر نصاب تک پہنچتا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۵۹: حد سرقہ کے اجراء کے لئے حرز میں دخول اس وقت شرط ہے کہ جب داخل ہونا ممکن ہو[3]۔

وضاحت

حرز میں داخل ہونے کی شرط اس وقت معتبر ہوگی جبکہ داخل ہونا ممکن ہو اگر حرز اتنا چھوٹا ہو جس میں داخل ہونا ممکن ہی نہ ہو تو باہر سے ہاتھ داخل کر کے چوری کرنے والے کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا، جیسے چھوٹی سی کوٹھری یا صندوق وغیرہ[4]۔

دفعہ ۶۰: فشاش[5] اور قفاف[6] کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا[7]۔

وضاحت

فشاش اگر دن کے وقت دروازہ کھول کر ایسی حالت میں چوری کرے کہ گھر میں کوئی نہیں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر گھر میں کسی کی موجودگی میں چوری کی تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح قفاف نے دراہم میں سے چوری کر لئے حالانکہ مالک کو علم نہ ہو تو قفاف کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی وجہ دونوں صورتوں میں حرز کا نہ ہونا ہے[8]۔

---

(1) الفتاویٰ الھندیة، ۲: ۱۸۰

(2) البحر الرائق، ۵: ۵۵

(3) الفتاویٰ الھندیة، ۲: ۱۸۱

(4) الھدایة، ۲: ۳۶۹

(5) فشاش اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے پاس ایسی چیز ہو جس سے دروازہ کھولا جا سکتا ہو۔ (المغرب فی ترتیب المعرب، ناصر بن عبد السید الخوارزمی، ۱: ۳۶۱، دار الکتاب العربی، بیروت، ت ن)

(6) قفاف اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو درہم پرکھنے کے لئے دی جائے اور وہ اس میں چوری کرے۔ (نفس مصدر، ۱: ۳۹۱)

(7) الفتاویٰ الھندیة، ۲: ۱۸۱

(8) تبیین الحقائق، ۳: ۲۲۲

دفعہ ۶۱: عمارت کادروازہ بند نہ ہو تورات کے وقت چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

عمارت کو حرز کی حیثیت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر دروازہ بند نہ کیا گیا تو دن کے وقت چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جبکہ رات کے وقت خفیہ طور پر داخل ہو کر خفیہ طریقے سے چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ رات کا اعتبار اس وقت سے کیا جائے گا کہ جب لوگوں کی آمد ورفت رک جائے[2]۔

دفعہ ۶۲: حرز سے چوری کی گئی مقصودی چیز کی قیمت نصاب تک نہ پہنچتی ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

ایک شخص نے حرز سے ایک ایسی بکری چرائی جس کی قیمت نصاب تک نہ پہنچتی ہو، لیکن ساتھ میں ایک اور بکری خود آگئی، جس سے دونوں کی قیمت نصاب تک پہنچ گئی تو چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ اس نے جو مال حرز سے چرایا ہے اس کی قیمت نصاب سے کم ہے اور اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا[4]۔ اسی طرح چراگاہ سے کوئی جانور چوری کیا تو چاہے چرواہا موجود ہو یا نہ ہو ہاتھ نہ کاٹا جائے، کیونکہ چراگاہ کو حرز نہیں کہا جاسکتا اور چرواہے کی موجودگی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ چرانے کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا حرز کی عدم موجودگی کی وجہ سے سارق کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[5]۔ البتہ اگر پتھر یا جھاڑیوں کی مدد سے ایک حظیرہ بنایا ہوا اور اس سے بکری چوری کی تو ہاتھ کاٹا جائے گا، چاہے محافظ ہو یا نہ ہو اور محافظ چاہے جاگ رہا ہو یا سو رہا ہو، ہر حالت میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

دفعہ ۶۳: اصول وفروع اور ذی رحم سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[6]۔

وضاحت

کسی شخص نے اپنے اصول یعنی باپ، دادا وغیرہ یا فروع یعنی بیٹے، پوتے وغیرہ یا ذی رحم محرم جیسے بھائی، بہن، چچا اور ماموں وغیرہ سے چوری کی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح کسی اور کا مال مذکورہ لوگوں کے گھر سے چرایا تو بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ مذکورہ لوگوں کا مال کسی دوسرے کے گھر سے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس کی ایک وجہ ایک تو حرز میں دخول کی اجازت ہے یعنی ان لوگوں پر وہاں داخل ہونے کی کوئی پابندی نہیں ہوتی اور

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۱

(2) البحر الرائق، ۵ :۶۴

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۱

(4) الدر المختار، ۴ :۱۰۲

(5) فتح القدير، ۵ :۳۸۶

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۱

دوسری وجہ یہ ہے کہ اصول کے لئے حدیث مبارک میں فروع کے مال کی ملکیت ثابت کی گئی ہے[1]۔ البتہ رضاعی رشتوں پر مذکورہ حکم لاگو نہیں ہوگا۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۰ میں حد سرقہ کی اسقاط کی مختلف صورتوں کا ذکر ہے جس میں اصول وفروع اور دیگر رشتہ داروں کو شامل کیا گیا ہے:

> "When the offender and victim of the theft are related to each other as spouses ascendants, paternal or maternal descendants, paternal or maternal[2]".

ترجمہ: جب مجرم اور مسروق منہ آپس میں رشتہ دار ہو بطور زوجین، پدری یا مادری آباؤ واجداد، پدری یا مادری اولادیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی بعینہٖ یہی حکم بیان ہوا ہے، لہٰذا اس مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۶۴: زوجین کے ایک دوسرے سے چوری کرنے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

زوجین میں کوئی ایک دوسرے سے چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے مال کو ایک ایسی حرز سے چوری کرے کہ جہاں یہ نہ رہتے ہو تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ زوجیت کے ثبوت کے لئے دخول شرط نہیں۔ اسی طرح اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ موجودہ وقت میں اس کی زوجیت میں ہے یا اس کی عدت گزار رہی ہے بلکہ اگر چوری کرکے مقدمے کے اندراج سے پہلے نکاح ہوگیا تو بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے حرز میں بلا تکلف داخل ہونے کی اجازت دونوں کو حاصل ہے[4]۔

تقابل:

حدود آرڈیننس دفعہ ۱۰ چوری کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں جس میں چور پر حد سرقہ جاری نہ ہوگا، ان صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے سے چوری کرے تو ان پر حد جاری نہ ہوگا[5]۔ یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس مقام پر وضعی ور قانون شریعت کے موافق موافق ہے۔

---

(1) البنایۃ، ۷: ۳۶

(2) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:10(i)(ii)(iii)

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۲: ۱۸۱

(4) فتح القدیر، ۵: ۳۸۳

(5) When the offender and victim of the theft are related to each other as spouses [Ordinance No.6 ,1979) Offence against Property (Enforcement of Hadd, Sec: 10(i)]

دفعہ ۶۵: اصہار (سسرالی رشتہ دار) اور اختان (ذی رحم محارم) سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

اصہار یعنی بیوی کی وجہ مرد پر حرام ہونے والے رشتہ دار اور اختان یعنی ذی رحم محرم جیسے بیٹی، بہن وغیرہ کا شوہر ہو، سے چوری کرنے والا کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ صاحبین کے نزدیک اگر گھر بیٹی یا بیوی کا نہ ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۶۶: غلام آقا یا آقا کے اصول وفروع اور ذی رحم محارم سے چوری کرتا ہے تو غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

غلام اپنے آقا یا آقا کے ایسے رشتہ دار سے چوری کرتا ہے جس سے اگر آقا خود چوری کرتا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاتا جیسے اصول وفروع یا ذی رحم محارم، تو غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ غلام چاہے ماذون ہو یا مدبر یا مکاتب کسی بھی صورت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً غلام کو ان لوگوں کے حرز میں داخل ہونے کی اجازت ہوتی ہے[4]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۰ میں کہا گیا کہ ملازم یا اجیر کا مالک سے چوری حکم بتایا گیا:

"Cases in which had shall not be imposed ....
(C) when a servant or employee has committed theft from the hirz of his master or employer to which he is allowed access[5]".

ترجمہ: وہ صورتیں جن میں حد جاری نہیں کی جائے گی.........

(ج) جب کسی ملازم یا اجیر نے اپنے مالک یا آجر کے حرز سے چوری کی ہو، جہاں اس کو رسائی دی گئی ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی و شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۸۲

(2) البحر الرائق، ۵: ۶۳

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۸۲

(4) البناية، ۷: ۳۶

(5) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:10(C)

دفعہ ۶۷: جس مال تک جانے کی مالک کی طرف سے اجازت ہو اس سے چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[1]۔

وضاحت

جس مال تک عام طور پر مالک کی طرف سے اجازت ہو تو اس سے چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، جیسے قوم کا خادم قوم کے مال میں سے چوری کرتا ہے یا اجیر اس جگہ سے چوری کرتا ہے کہ جہاں اس کو جانے کی اجازت ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی وجہ حرز میں داخل ہونے کی اجازت کا ہونا ہے[2]۔

دفعہ ۶۸: حد سرقہ میں چور کا دایاں ہاتھ گٹے کے جوڑ سے کاٹ کر الگ کر دیا جائے گا[3]۔

وضاحت

چوری اگر حد سرقہ کے لئے مطلوبہ شرائط کے ساتھ ثابت ہو تو چور کا دایاں ہاتھ گٹے کے جوڑ سے کاٹا جائے گا اور خون بند کرنے کے کے لئے تیل میں تل دیا جائے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله[4]"

ترجمہ: اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو، سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

امام ابو بکر جصاص ؒ[5] اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں دایاں ہاتھ کاٹنا مراد ہے[6]۔ خون بند کرنے اور تیل کا خرچہ چور پر ہوگا[7]۔ دوسری دفعہ چوری کرنے پر بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ تیسری دفعہ چوری کرنے پر اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی یہاں تک کہ وہ توبہ کرے[8]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۹ میں حد سرقہ میں ہاتھ کے کاٹے جانے والے حصہ کی تعین کرتے ہوئے کہا گیا:

"(1)Wherever commits theft liable to Hadd for the first time shall be punished with amputation of his right hand from the joint of the wrist.

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۲

(2) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۶۸

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۲

(4) المائدة، ۵: ۳۸

(5) احمد بن علی الجصاص (۳۷۰ھ) نے ابو بکر الرازی کے نام سے شہرت پائی۔ آپ رے میں پیدا ہوئے اور وہاں سے بغداد منتقل ہوئے جہاں ساری زندگی گزاری۔ حصول علم کے لئے کثرت سے اسفار کئے۔ آپ کی تصنیفات میں احکام القرآن اور الفصول فی الاصول مشہور ہیں۔ (الاعلام للزرکلی، ۱: ۱۷۱)

(6) احکام القرآن للجصاص، ۴: ۶۲

(7) البحر الرائق، ۵: ۶۲

(8) بدایة المبتدی، ۱: ۱۱۲

(2) Wherever commits theft liable to Hadd for the second time shall be punished with amputation of his left foot up to the ankel[1]".

ترجمہ: (۱)جو کوئی پہلی بار چوری مستوجب حد کامر تکب ہوگا،اسے دائیں ہاتھ کو کلائی کے جوڑ سے کاٹنے کی سزادی جائے گی۔

(۲)جو کوئی دوسری بار چوری مستوجب حد کامر تکب ہوگا،اسے اس کے بائیں پاؤں کو ٹخنے تک کاٹ دینے کی سزادی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں حد سرقہ میں بعینہٖ یہی حکم مذکور ہے، لیکن تیسری دفعہ چوری کرنے کی صورت میں عمر قید کی بجائے یہ کہا گیا ہے کہ سارق کو اس وقت تک قید کیا جائے گا کہ جب تک وہ توبہ نہ کرلیں، جبکہ حدود آرڈیننس میں عمر قید کی سزا کا ذکر ہے۔

دفعہ ۶۹: امام چور کو تعزیراً سزائے موت دے سکتا ہے[2]۔

وضاحت

چوری ثابت ہونے کے بعد بطور حد ہاتھ کاٹنا ایک لازمی امر ہے اور کسی کو اس میں معافی یا کمی کا اختیار نہیں۔البتہ امام کو یہ اختیار حاصل کرے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو بطور تعزیر یا سیاسۃً مناسب سمجھے تو چور کو سزائے موت دے۔اگر ایک چور ہاتھ، پاؤں کٹنے پر بھی چوری سے منع نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس کو قتل کردے[3]۔

دفعہ ۷۰: پہلے سے ہاتھ پاؤں کٹا ہوا یا بیکار ہو تو چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی پر چوری ثابت ہو گئی لیکن اس کا بایاں ہاتھ یا دایاں پاؤں بیکار ہے یا کٹا ہوا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اگر بایاں ہاتھ جزوی بیکار ہو مثلاً ایک دو انگلیاں بیکار یا کٹی ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔البتہ دایاں ہاتھ مکمل یا جزوی طور پر بیکار ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا[5]۔اسی طرح دایاں پاؤں جزوی بیکار یا کٹا ہوا ہو کہ وہ اس پر کھڑا ہو سکتا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا[6]۔اگر دو ہتھیلیاں ہوں تو اصلی کی پہچان اگر ممکن ہو تو صرف وہ کاٹی جائے گی ورنہ دونوں کاٹی جائے گی[7]۔

---

(1) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:9(1)(2)

(2) الفتاویٰ الهندیة،۲ :۱۸۲

(3) الدر المختار،۴ :۶۳

(4) الفتاویٰ الهندیة،۲ :۱۸۲

(5) الهدایة،۲ :۳۷۰

(6) الهدایة،۲ :۳۷۰

(7) الجوهرة النیرة،۲ :۱۷۰

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۱ میں حد سرقہ ساقط ہونے کی وجوہات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا:

> "When the left hand or the left thumb or at least two fingers of the left hand or the right foot of the offender are either missing or entirely unserviceable[1]".

ترجمہ: چور کا بایاں ہاتھ یا انگوٹھا ناکارہ یا بیکار ہو یا بائیں ہاتھ کی کم از کم دو انگلیاں کٹی ہوئی ہو یا دایاں پاؤں نہ ہو یا ناکارہ ہو۔

مذکورہ صورتوں میں چوری کے باجود بطور حد سرقہ ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی حکم مذکور ہے، لہٰذا اس مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۱۷: قاضی کے فیصلے سے پہلے چور کا ہاتھ کاٹا گیا تو جنایت کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا[2]۔

وضاحت

کسی پر چوری کا مقدمہ درج ہوا اور ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں کیا تھا کہ کسی نے چور کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو ہاتھ کاٹنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر خطاً ایسا کیا تو ارش جنایت لیا جائے گا اور اگر مقدمے کے اندراج سے پہلے کسی نے چور کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے۔ البتہ اگر فیصلے کے بعد کسی نے چور کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو جنایت کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا[3]۔ اگر کسی نے چور کے دائیں کی بجائے بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا تو چوری کی وجہ سے دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر دایاں پاؤں کاٹا گیا تو چوری کی وجہ سے جو قطع واجب تھا وہ ساقط ہو جائے گا۔

دفعہ ۲۷: جلاد نے دائیں کی بجائے بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا تو ضامن نہ ہوگا[4]۔

وضاحت

قاضی نے جلاد کو چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس نے عمداً اس کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جلاد پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اس کی تادیب کی جائے گی۔ اگر خطاً ایسا کیا تو اس پر اجماع ہے کہ جلاد ضامن نہ ہوگا۔ اگر چور نے خود ہی بایاں ہاتھ آگے کر دیا تو اس صورت میں بھی جلاد پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر جلاد کے علاوہ کسی نے چور کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا تو اس پر بھی کچھ واجب نہ ہوگا[5]۔ البتہ اگر ہاتھ کی بجائے جلاد نے دایاں پاؤں کاٹ ڈالا تو جلاد سے دیت لی جائے گی اور چور مال مسروقہ کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر جلاد نے بایاں پاؤں کاٹ ڈالا تو جلاد دیت کا ضامن ہوگا اور چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر جلاد نے چور کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو جلاد ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا۔

---

(1) Offence against Property (Enforcement of Hadd Ordinance No.6 1979,Sec:11(d)

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۲

(3) بدائع الصنائع، ۷: ۸۸

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۳

(5) بدایة المبتدی، ۱: ۱۱۲

دفعہ ۷۳: چور گواہوں سے چوری کے ثبوت کے بعد بھاگا اور مدت کے بعد پکڑا گیا تو قطع ساقط ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر چور پر چوری گواہی سے ثابت ہوگئی اور اس کے بعد چور بھاگ گیا اور ایک مدت گزرنے کے بعد اسے پکڑا گیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ اگر اس کا پیچھا کیا گیا اور اس وقت اسے پکڑ کر لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۷۴: ایک شہر میں کی گئی چوری کا مقدمہ ایک ہی ملک کے دوسرے شہر میں درج ہو سکتا ہے[3]۔

وضاحت

اگر کسی چور نے ایک شہر میں چوری کی اور مدعی نے دوسرے شہر میں مقدمہ درج کر دیا اور قاضی نے اس پر قطع کا حکم دیا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ دونوں شہر ایک حاکم کے زیر اثر آتے ہوں۔

دفعہ ۷۵: حد سرقہ کے اجراء سے موت کا خوف ہو تو انتظار کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر گرمی یا سردی کی شدت سے یہ اندیشہ ہو کہ ہاتھ کاٹنے سے چور کی جان چلی جائے گی تو چور کو قید کیا جائے گا اور جب موسم معتدل ہو تو پھر حد جاری کر دی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حد سرقہ میں جان کا تلف کرنا مقصود نہیں۔ اگر گرمی یا سردی کی وجہ سے قطع مؤخر کر کے چور کو قید کیا گیا اور وہ دوران قید مر گیا تو مال مسروقہ کی قیمت اس کے ترکے سے مسروق منہ کو ادا کی جائے[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۹ میں مذکورہ بالا حکم کے متعلق میں کہا گیا:

"If, at the time of the execution of the Hadd, the authorized medical officer is of he opinion that the amputation of hand or foot my cause the death of

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۳

(2) حدود میں زمانہ گزرنے پر حد ساقط ہوتا ہے، لیکن اس مدت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نزدیک اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں بلکہ یہ قاضی کے اختیار میں ہے کہ وہ کتنا زمانہ گزرنے پر موجب حد جرم کو قدیم سمجھتا ہے۔ جبکہ صاحبین نے اس کے لئے ایک مہینہ کا وقت مقرر کیا ہے کہ اگر موجب حد جرم پر ایک مہینہ گزر چکا تو پھر تقادم عہد کی وجہ سے گواہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گا۔ (الهدایة، ۲: ۳۵۰)

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۳

(4) نفس مصدر

(5) المبسوط، ۹: ۱۸۵

the convict, the execution of Hadd shall be postponed until such time as the apprehension of he ceases[1]".

ترجمہ: اگر حد پر عملدرآمد کرتے وقت مجاز میڈیکل آفیسر کی رائے یہ ہو کہ ہاتھ یا پاؤں کاٹنے سے مجرم کی موت واقع ہو سکتی ہے تو حد پر عملدرآمد اس وقت تک ملتوی کیا جائے گا کہ جب تک موت کا خطرہ ٹل نہیں جاتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی بعینہٖ یہی حکم ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قوانین شریعت کے عین مطابق ہیں۔

دفعہ ۷۶: قابض چاہے ملکیت نہ رکھتا ہو خصومت کا حق رکھتا ہے[2]۔

وضاحت

قابض چاہے مال مسروقہ کا مالک نہ ہو لیکن کسی وجہ سے اس کے قبضے میں ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کا مطالبہ کرے، جیسے رہن رکھی ہوئی چیز مرتہن کے ہاں سے چوری ہو، یا غصب شدہ مال غاصب کے ہاں سے چوری ہو تو مرتہن وغاصب کو خصومت کا حق حاصل ہے[3]۔

دفعہ ۷۷: خصومت سے پہلے مال مسروقہ واپس کرنے والے سے قطع کا حکم ساقط ہوگا[4]۔

وضاحت

اگر چور نے چوری کی اور خصومت سے پہلے مالک کو واپس لوٹا دیا تو قطع کا حکم ساقط ہو جائے گا، لیکن اگر فیصلہ کے بعد واپس کر دیا تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اگر خصومت کے بعد فیصلہ سے پہلے مال مسروقہ واپس کر دیا تو استحساناً ہاتھ کاٹا دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ہزار دراہم چوری کرنے والے چور سے ایسے شخص نے وہ ہزار درہم غصب کئے جس کے مسروق منہ پر ہزار درہم تھے تو چور سے قطع کا حکم ساقط ہوگا۔ اسی طرح اگر چور نے مسروقہ منہ کے اہل وعیال میں کسی کو مال مسروقہ لوٹا دیا تو قطع کا حکم ساقط ہوگا[5]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۰ میں حد سرقہ کے اسقاط کی صورتوں میں بیان کیا گیا:

"when he offender, before his apprehension, has an account of repentance, returned the stolen property to the victim[6]".

ترجمہ: جب مجرم نے گرفتاری سے پہلے، پچھتانے کی بناء پر، مال مسروقہ مظلوم کو واپس کر دیا ہو۔

---

(1) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:9(7)

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۸۳

(3) الدر المختار، ۴ :۱۰۷

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۸۴

(5) البنایة، ۷ :۶۲

(6) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:9(7)

فتاویٰ عالمگیری میں گرفتاری سے پہلے مال مسروقہ واپس کرنے کی صورت میں حد کے اسقاط کا ذکر ہے، لہٰذا اس مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں مکمل یکسانیت ہے۔

دفعہ ۷۸: قطع کا حکم ہو جانے کے بعد چور مال مسروقہ کا مالک بنایا گیا تو قطع کا حکم ساقط ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر چور پر چوری ثابت ہو گئی اور قطع کا فیصلہ ہو گیا لیکن مسروق منہ نے مال مسروقہ چور کو ہبہ کر دیا یا اس کے سپرد کر دیا یا اس کو فروخت کر دیا تو قطع کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ چوری ثابت ہو گئی ہے اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۷۹: مال مسروقہ کی قیمت چوری اور قطع دونوں کے ایام میں نصاب تک پہنچتا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا[3]۔

وضاحت

چوری کے مقدمے میں چور کا ہاتھ اس وقت کاٹا جائے گا جب مال مسروقہ کی قیمت چوری کے دن کی طرح قطع کے دن بھی نصاب تک پہنچتا ہو۔ اگر چوری کے وقت مال مسروقہ کی قیمت دس دراہم سے زیادہ ہو اور قطع کے وقت قیمت دس دراہم سے کم ہو گیا ہو تو قطع کا حکم ساقط ہو جائے گا[4]۔

دفعہ ۸۰: غلام ماذون چوری کا اقرار کرے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال کا ضامن ہو گا بشرطیکہ مال باقی ہو[5]۔

وضاحت

اگر غلام ماذون چوری کا اقرار کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال کی بقا کی صورت میں مال مسروق منہ کو لوٹایا جائے گا۔ اگر مال باقی نہیں رہا تو ضامن نہ ہو گا، اس صورت میں آقا کا اس کی تصدیق و تکذیب کرنے سے کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح غلام مجور نے اقرار کیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مال کے بقا کی صورت میں مال مسروق منہ کو لوٹایا جائے گا، چاہے آقا اس کی تصدیق کریں یا تکذیب۔ لیکن اگر مال باقی نہ رہا ہو تو قطع کے سوا غلام پر کچھ واجب نہ ہو گا، چاہے آقا تکذیب کرے یا تصدیق۔ یہ تمام صورتیں اس وقت بنیں گی جب غلام بڑا ہو اگر غلام نابالغ ہو تو کسی صورت میں بھی ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور ماذون ہونے صورت میں چاہے باقی ہو یا نہ ہو مال کا ضامن ہو گا جبکہ غلام مجور ہو تو صرف مال مسروقہ کے بقا کی صورت میں ضامن ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۴

(2) فتح القدير، ۵ :۴۰۶

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۴

(4) البحر الرائق، ۵ :۵۴

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۴

(6) مجمع الضمانات، ۱ :۴۲۴

دفعہ ۸۱: چور کا ہاتھ کاٹا جائے تو صرف مال کے بقا کی صورت میں مال کا ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

چور کا ہاتھ کاٹا جائے تو صرف مال کے بقا کی صورت میں وہ مال کا ضامن ہوگا۔ اگر مال تلف ہو گیا یا اس نے تلف کر دیا ہو تو ضامن نہ ہوگا۔ اگر قطع سے پہلے مسروق منہ مال کا مطالبہ کرتا ہے حالانکہ مال باقی نہیں رہا تو قطع کا حکم ساقط ہو گا اور اگر وہ قطع کا مطالبہ کرتا ہے تو مال واپس نہ دلایا جائے گا کیونکہ مال تلف ہونے کی صورت میں قطع اور مال کے ضمان جمع نہیں ہو سکتے[2]۔

دفعہ ۸۲: چور نے کسی دوسرے کو مال کا مالک بنایا تو مال مسروق منہ کو لوٹایا جائے گا اور ضمان چور پر ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر چور نے چوری کرنے کے بعد مال مسروقہ کسی اور دے دیا تو مال کے بقا کی صورت مال مسروق منہ کو لوٹایا جائے گا، اب اگر چور نے مال بیچا ہو تو مشتری سے مال لے لیا جائے گا اور مشتری چور سے اپنا ثمن واپس لے لے گا۔ اگر مال مسروقہ تلف ہو گیا ہو تو کسی پر ضمان نہیں آئے گا۔ البتہ اگر غاصب نے چور سے مال غصب کر کے تلف کر دیا تو ضمان واجب نہ ہوگا[4]۔

دفعہ ۸۳: اگر کوئی متعدد بار چوری کرنے کے بعد پکڑا گیا تو صرف ایک مرتبہ حد جاری کیا جائے گا[5]۔

وضاحت

اگر کوئی متعدد بار چوری کرنے کے بعد پکڑا گیا تو ایک حد جاری کر دی جائے گی کیونکہ حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور جب ایک جنس کے کئی حدود جمع ہو جائے تو متداخل ہو جاتے ہیں[6] اور اس کا اجراء اس لئے ہوتا ہے کہ جرم سے منع ہو جائے۔ البتہ اگر ایک مرتبہ حد جاری ہونے کے بعد دوبارہ وہی جرم کرے تو یہ اس بات پر دلیل ہوگا کہ وہ پہلے والے حد سے نہ رکا، لہٰذا دوبارہ حد قائم کیا جائے گا۔ اسی طرح کئی مرتبہ چوری کرنے کے بعد اگر ایک چوری میں ہاتھ کاٹا گیا تو باقی میں کسی چیز کا ضامن نہ ہوگا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۸۴

(2) الجامع الصغير، محمد بن حسن الشيبانی، ۱: ۲۹۹، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۸۴

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۸۹

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲: ۱۸۵

(6) المبسوط، ۱۰: ۸۲

فصل دوم

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب السرقۃ کے باب نمبر ۳ اور باب نمبر ۴ کی دفعہ بندی اور حدود آرڈیننس میں ڈاکہ و رہزنی سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے حد سرقہ اور حد حرابہ سے متعلق دو ابواب پر مشتمل ہے۔ تیسرے باب میں مال مسروقہ اور اس سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا گیا اور اس میں چار (۴) دفعات ہے۔ چوتھے باب میں حد حرابہ سے متعلق بحث کی گئی اور اس میں ۱۸ دفعات ہیں۔

باب نمبر ۳: سارق کا مال مسروقہ میں تصرف کے بیان میں

دفعہ ۸۴: نصاب برقرار رہنے یا نہ رہنے میں حرز کا اعتبار کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر چور نے حرز کے اندر مال مسروقہ میں ایسا عیب پیدا کر دیا جس سے اس کی قیمت نصاب سے کم ہو گئی اور پھر باہر نکالا تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ اگر اس نے حرز سے باہر نکالا پھر ایسا عیب پیدا کر دیا کہ اس کی قیمت نصاب سے کم ہو گئی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، جیسے کپڑے کو حرز میں پھاڑ ڈالا جس سے اس کی قیمت گر گئی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن حرز سے باہر لا کر پھاڑ ڈالا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔اسی طرح بکری کو حرز میں ذبح کیا جس سے اس کی قیمت نصاب سے کم ہو گئی اور پھر حرز سے چوری کر کے نکالا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۸۵: چور نے مال مسروقہ میں تصرف کر کے اس کا جنس تبدیل کر دیا تو مسروق منہ کو لوٹایا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر چور نے سونا یا چاندی چوری کی اور اس سے دراہم و دنانیر بنائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ دراہم و دنانیر مسروق منہ کو لوٹائے جائیں گے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک چونکہ جنس تبدیل ہو چکی لہٰذا یہ دراہم و دنانیر مسروق منہ کو نہیں لوٹائے جائیں گے۔اسی طرح لوہا، پیتل وغیرہ چرا کر اس کے برتن بنائے تو اگر ایسے برتن ہو جو وزن کر کے بیچے جاتے ہو تو یہی اختلاف اس میں بھی ہے اور اگر ایسے برتن بنائے جو گن کر فروخت جاتے ہو تو اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ برتن چور کے ہوں گے۔یہی قول کپڑے کے متعلق بھی ہے کہ سینے کے بعد کپڑا چور کا ہو گا یعنی صرف ہاتھ کاٹا جائے گا[4]۔

دفعہ ۸۶: چور نے مال مسروقہ پر خرچہ کر کے اپنی طرف سے زیادتی کی تو مسروق منہ کو نہیں لوٹایا جائے گا[5]۔

وضاحت

چور نے چوری کے بعد مال مسروقہ میں اپنی طرف سے خرچ کر کے اس میں زیادتی کی تو قطع ید کے بعد مال مسروقہ چور ہی کا ہو گا اور مسروق منہ کو نہیں لوٹایا جائے گا جیسے کپڑا چوری کر کے اس کو سرخ رنگ دیا تو نہ کپڑا مسروق منہ کو واپس کیا جائے گا اور نہ چور اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔اگر کپڑے کو کالا

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۵

(2) مجمع الانہر، ۱ :۶۲۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۵

(4) بداية المبتدی، ۱ :۱۱۳

(5) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۵

رنگ دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چونکہ کالا رنگ زیادتی نہیں بلکہ نقصان ہے اس لئے مالک کا حق ختم نہیں ہوا للذا یہ کپڑا مسروق منہ کو لوٹایا جائے گا۔ البتہ فتویٰ اسی پر ہے کہ چاہے کوئی بھی رنگ دیا جاے کپڑا مالک کو لوٹایا جائے گا[1]۔

دفعہ ۸۷: قصاص و سرقہ جمع ہو گئے تو قصاص کو مقدم رکھا جائے گا[2]۔

وضاحت

اگر کسی نے چوری کی اور قاضی نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور ابھی اس پر حد جاری نہیں ہوا تھا کہ اس نے کسی اور کا ہاتھ کاٹ لیا، تو اب چونکہ چور کا ہاتھ کاٹے جانے کی دو وجوہات ہیں، للذا اس صورت میں ہاتھ کا کاٹنا بطور قصاص ہو گا اور قصاص کو سرقہ پر مقدم رکھا جائے گا جبکہ مال مسروقہ کے بدلہ صرف مال کا ضامن ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص حد العبد ہے اور حق العبد کو حاجت انسانی کی بنا پر مقدم کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر قصاص کا فیصلہ ہونے کے بعد قصاص بوجہ معافی یا صلح کے ساقط ہو گیا تو پھر اس صورت میں سرقہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن اگر صلح یا معافی میں ایک زمانہ گزر گیا تو تقادم عہد کی وجہ سے پھر سرقہ میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا[3]۔

باب نمبر ۴: راہزنوں کے بیان میں

دفعہ ۸۸: راہزنی کے احکامات لاگو ہونے کے لئے پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے:

(۱) قوت وزبردستی حاصل ہو (۲) شہر سے دور ہو (۳) دار الاسلام میں ہو (۴) سرقہ کی تمام شرائط موجود ہوں اور رشتہ داروں میں نہ ہو (۵) توبہ سے قبل پکڑے جائیں[4]۔

وضاحت

راہزنوں کے مخصوص احکامات ہیں لیکن راہزن ہونے کے لئے پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط:

ان کو اس قدر قوت وزبردستی حاصل ہو کہ راستے سے گزرنے والے ان سے مقابلہ نہ کر سکیں اور ان کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ یہ غلبہ چاہے انہوں نے ہتھیار سے حاصل کیا ہو یا ڈنڈے اور پتھر سے۔

---

(1) البحر الرائق، ۵ :۷۲

(2) الفتاوىٰ الهندية، ۲ :۱۸۶

(3) المبسوط، ۹ :۱۸۵

(4) الفتاوىٰ الهندية، ۲ :۱۸۶

دوسری شرط:

رہزنی شہر سے فاصلے پر ہو، لیکن فاصلے کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شہر سے تین دن کی مسافت پر ہو۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر فاصلہ تین دن سے کم ہو اور انہوں نے رات کو شہر میں ڈاکہ ڈالا ہو تب بھی رہزنوں کے احکامات جاری ہوں گے۔

تیسری شرط:

راہزنی دارالاسلام میں کی گئی ہو۔ اگر دارالحرب میں کی گئی تو راہزنی کے احکامات جاری نہ ہوں گے۔

چوتھی شرط:

راہزنی میں چوری کی جملہ شرائط موجود ہو۔ ان شرائط کا تذکرہ کتاب السرقہ کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی شرط ہے کہ تمام راہزن اصحاب مال کے رشتہ داروں میں سے نہ ہو اور حد سرقہ میں ہاتھ کاٹنے کے اہل ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو قطاع الطریق کے مخصوص احکامات جاری نہ ہوں گے۔

پانچویں شرط:

امام ان پر توبہ اور اصحاب مال کو مال واپس کرنے سے پہلے قابو پائیں، اگر توبہ یا مال کی واپسی کے بعد امام ان پر قابو پائے تو ان پر راہزنوں کے احکامات جاری نہ ہوں گے[1]۔

دفعہ ۸۹: راہزن قتل وڈاکے سے پہلے پکڑے جائیں تو قید کر دیئے جائیں گے[2]۔

وضاحت

اگر راہزن جماعت کی شکل میں یا اکیلے کوئی ڈاکے کی غرض سے نکلے اور انہیں قوت حاصل ہو، لیکن کسی کو قتل کرنے یا ڈاکہ ڈالنے سے پہلے پکڑے جائیں تو ان پر راہزنوں کے مخصوص احکامات جاری نہیں ہوں گے، بلکہ تعزیر دی جائے گی اور قید میں ڈالیں جائیں گے[3]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۷ میں قتل کرنے اور مال چھیننے سے پہلے مجرم قابو میں آجانے کے متعلق کہا گیا:

"Whoever being an adult is guilty of Haraba in the course of which neither any murder has been committed nor any property has been taken away shall be punished with whipping not exceeding thirty strips and with rigorous imprisonment until the court is satisfied of his being sincerely penitent[4]".

---

(1) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۵۵

(2) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۸۶

(3) بداية المبتدی، ۱: ۱۱۳

(4) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:17(1)

ترجمہ: جو بالغ حرابہ کا مجرم ہو، جس کے دوران نہ تو کسی قتل کا ارتکاب ہوا ہو نہ ہی کوئی مال لوٹا گیا ہو تو اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جو تیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو گی اور اس وقت تک قید بامشقت کی سزا دی جائے گی، جب تک کہ عدالت کو اس کے تائب ہونے کے متعلق تسلی نہ ہو جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں کوئی خاص سزا ذکر نہیں بلکہ تعزیری سزا مقرر کر کے حاکم کے اختیار پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو سزا مناسب سمجھیں وہی دیں، جبکہ حدود آرڈیننس میں واضح طور پر تعزیری سزا مقرر کی گئی ہے جو قید اور تیس تک کوڑوں کی صورت میں ہو گی۔

دفعہ ۹۰: راہزنوں نے صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے [1]۔

وضاحت

راہزنوں نے صرف مال لوٹا چاہے مسلمان کا مال لوٹا ہو یا ذمی کا اور مال کی مقدار اتنی ہو کہ ڈاکے میں ملوث تمام راہزنوں میں بانٹ دیا جائے تو ہر ایک کے حصے میں کم از کم دس دراہم آئیں تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے [2]۔ یہ حکم سورۃ المائدۃ کی درج ذیل آیت سے ثابت ہے:

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ[3]"

اس آیت میں اگرچہ راہزنوں کے لئے مختلف سزاؤں کا ذکر ہے لیکن ائمہ کے نزدیک قتل کے بغیر صرف مال لوٹنے کی صورت میں ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے [4]۔ مستامن پر ڈاکہ ڈالنے والے ڈاکوؤں پر راہزنی کے احکامات لاگو نہیں ہوں گے۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۷ میں ڈاکے میں بغیر قتل صرف مال لوٹنے والے کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا:

"Whoever being an adult is guilty of Haraba in the course of which no murder has been committed but property the value of which amounts to or exceed the nisab has been taken away shall be punished with amputation of his right hand from the wrist and of his left foot from the ankle[5]".

ترجمہ: جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہو، جس کے دوران کوئی قتل نہ ہوا ہو لیکن مال، جس کی مالیت نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو، لوٹا گیا ہو، تو اس کو دایاں ہاتھ کلائی سے اور بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں یہی سزا بتائی گئی ہے، لہٰذا اس مقام پر وضعی قانون اور شرعی قانون میں یکسانیت ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۲ :۱۸۶

(2) بدایة المبتدی، ۱ :۱۱۳

(3) المائدۃ ۵ :۳۳

(4) تحفة الفقهاء، ۳ :۱۵۶

(5) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:17(3)

دفعہ ۹۱: راہزنوں نے مال لوٹے بغیر قتل کیا تو بطور حد قتل کر دیئے جائیں گے [1]۔

وضاحت

اگر راہزنوں نے ڈاکے میں مال نہیں لوٹا مگر کسی کو قتل کیا تو وہ بطور حد قتل کر دیئے جائیں۔ لیکن یہ قصاص کے طور پر قتل نہیں ہوں گے، بلکہ بطور حد قتل ہوں گے، اس لئے اگر ورثا قاتل کو معاف بھی کریں تو حاکم ان کی معافی کی طرف التفات نہیں کرے گا بلکہ راہزنوں کو قتل کر دے گا[2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۷ میں ڈاکے کی صورت میں بغیر مال چھینے صرف قتل کرنے والے مجرم کی سزا کے متعلق کہا گیا:

"Whoever being an adult is guilty of Haraba in the course of which he commits a murder shall be punished with death imposed as Hadd[3]".

ترجمہ: جو کوئی حرابہ کا مجرم ہو جس کے دوران میں اس نے قتل کا ارتکاب کیا ہو تو اسے بطور حد عائد کردہ موت کی سزا دی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں یہی سزا بتائی گئی ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں وضعی قانون شریعت کے مطابق ہے۔

دفعہ ۹۲: راہزنوں نے مال لوٹا اور قتل بھی کیا تو ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر قتل کئے جائیں گے یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے [4]۔

وضاحت

اگر دوران ڈاکہ راہزنوں نے مال لوٹنے کے ساتھ ساتھ قتل بھی کیا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں بطور حد کاٹ کر ان کو قتل کر دیا جائے گا یا سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ اس میں حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے تو ہاتھ، پاؤں کاٹ کر قتل کر دے اور چاہے ہاتھ، پاؤں کاٹنے کے بعد سولی پر چڑھائے۔ یہ بھی جائز کہ بغیر ہاتھ پاؤں کاٹے قتل کرے اور قتل کر کے پھر سولی پر چڑھائے[5]۔ بعض ائمہ کے نزدیک زندہ حالت میں سولی پر چڑھا کر پیٹ میں نیزہ گھونپ دیا جائے گا اور بعض کے نزدیک قتل کے بعد سولی پر چڑھا دیا جائے گا پھر تین دن بعد اتار کر دفن کر دیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۶

(2) البناية، ۷ :۸۱

(3) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:17(4)

(4) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۶

(5) الجوهرة النيرة، ۲ :۱۷۲

(6) بدائع الصنائع، ۷ :۹۵

دفعہ ۹۳: راہزن سے قتل وزخم کا ضمان نہیں لیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر دوران ڈاکہ کسی نے راہزن کو قتل کر دیا یا زخمی کر دیا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔اسی طرح راہزن نے کسی کو زخمی کر دیا تو اس کا بھی ضمان نہیں لیا جائے گا[2]،تاہم اگر راہزن نے نہ قتل کیا نہ مال لوٹا تو پھر اگر اس کو کسی نے زخمی کیا ہے تو قصاص یا ارش لینا جائز ہے[3]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۷ میں بغیر قتل اور مال چھینے میں صرف زخمی کرنے پر قید اور تیس کوڑوں کی سزا کے ساتھ قصاص کا ذکر ہوا:

> "Whoever being an adult is guilty of Haraba in the course of which no property has been taken away but hurt has been caused to any person shall in addition to the punishment provided for in sub section(1) be punished for causing such hurt in accordance with such other law as may for the time being be applicable[4]".

ترجمہ: جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہو جس کے دوران کوئی مال نہ لوٹا گیا ہو، لیکن کسی شخص کو ضرر پہنچایا گیا ہو تو اسے (دفعہ ۱۷ کے) ضمنی دفعہ (۱) میں مقرر کردہ سزا کے علاوہ اس طرح ضرر پہنچانے کے جرم میں ایسے دیگر رائج الوقت قانون کے مطابق سزا دی جائے گی جو قابل اطلاق ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی زخم کے مطابق قصاص و ارش کی سزا کا ذکر ہے، لیکن فتاویٰ عالمگیری کوئی تعزیری سزا مقرر نہیں کی گئی ہے، جیسے کہ حدود آرڈیننس میں مقرر کی گئی ہے۔

دفعہ ۹۴: راہزنوں میں سے ایک نے بھی قتل کیا تو تمام پر حد جاری کر دی جائے گی[5]۔

وضاحت

راہزنوں میں سے کسی ایک نے قتل کیا لیکن باقی کسی نے قتل میں اس کا ساتھ نہ دیا اور نہ اس کی مدد کی تب بھی تمام پر حد شرعی جاری کر دی جائے گی۔ کیونکہ یہ قتل محاربہ کی جزا ہے جس میں بعض دوسرے بعض کے سہولت کار بنے ہے[6] [1]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۸۷

(2) تبيين الحقائق، ۱: ۲۵۰

(3) بداية المبتدى، ۱: ۱۱۴

(4) Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6 1979,Sec:17(2)

(5) الفتاوىٰ الهندية، ۲: ۱۸۷

(6) فتح القدير، ۵: ۴۲۷

دفعہ ۹۵: توبہ کے بعد گرفتار ہونے پر حد حرابہ ساقط ہوگا[2]۔

وضاحت

اگر کسی راہزن نے دوران ڈاکہ قتل یا زخمی کرنے کا ارتکاب کیا تھا اور پھر تائب ہوا، توبہ کرنے کے بعد گرفتار کیا گیا تو اس پر حد حرابہ جاری نہیں کیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں تائب کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ البتہ مقتول کے ورثاء کو قصاص یا معافی کا حق حاصل ہوگا اور اگر اس نے مال بھی لوٹا ہو تو مال کی ہلاکت کی صورت میں مال کا ضمان لیا جائے گا[3]۔

دفعہ ۹۶: توبہ سے پہلے گرفتار ہونے والے راہزنوں نے نصاب سے کم مال لیا تو قتل کی صورت میں اولیاء کو قصاص یا معافی کا حق حاصل ہوگا[4]۔

وضاحت

اگر راہزنوں نے ڈاکے کے دوران لوگوں کو قتل یا زخمی کیا اور نصاب سے کم مال ہر ایک کے حصہ میں آیا، تو توبہ سے قبل گرفتار کئے جانے کی صورت میں اولیاء کو یہ حق حاصل ہوگا کہ چاہے تو قتل وزخم کا قصاص لے لے یا معاف کردیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو فقہاء کے نزدیک قصاصاً قتل کیا جائے گا، نہ کہ بطور حد اور قصاص میں اولیاء کو اختیار حاصل ہوتا ہے[5]۔

دفعہ ۹۷: راہزن نے صرف مال لوٹا اور توبہ کے بعد پکڑا گیا تو مال کا ضامن ہوگا[6]۔

وضاحت

اگر راہزن نے صرف مال لوٹا اور توبہ کے بعد پکڑا گیا تو اگر مال باقی ہو تو واپس کردیا جائے گا اور اگر مال ضائع ہوا ہو تو مال کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر راہزن نے مال لوٹا لیکن پھر ڈاکہ ڈالنا چھوڑا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنے لگا تو کچھ عرصہ بعد گرفتار ہونے کی صورت میں امام اس پر استحساناً حد جاری نہیں کرے گا[7]۔

---

(1) حد حرابہ کا حکم سورۃ المائدۃ آیت ۳۳ میں دیا گیا ہے اور جمہور کے نزدیک یہ آیت عرنیین کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ ساربان کو قتل کیا اور صدقہ کے اونٹ بھگالے گئے۔ جب پکڑے گئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ انہوں نے صرف ایک شخص کو قتل کیا اور بدلے میں وہ تمام بطور حد قتل کئے گئے۔ (تفسیر القرطبی، ۶: ۱۵۰)

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۷

(3) الهدایة، ۲: ۳۷۶

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۷

(5) تبیین الحقائق، ۳: ۲۳۷

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۱۸۷

(7) الدر المختار، ۴: ۱۱۶

دفعہ ۹۸: اگر راہزنوں میں سے کوئی ایسا شخص موجود ہو جس پر حد سرقہ جاری نہ ہو سکتا ہو تو حد حرابہ ساقط ہو گا[1]۔

وضاحت

حد حرابہ کے جاری ہونے کے لئے جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ راہزنوں میں سرقہ کی تمام شرائط موجود ہو۔ اگر تمام راہزنوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہو کہ اس پر حد سرقہ جاری نہ ہو سکتا ہو، جیسے نابالغ بچہ، مجنون، گونگا تو تمام راہزنوں سے حد حرابہ ساقط ہو گی۔ اسی طرح اگر راہزنوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہو کہ ڈاکہ پڑنے والے لوگوں میں ان کا کوئی ذی رحم رشتہ دار ہو تو تمام راہزنوں سے حد حرابہ ساقط ہو گا کیونکہ حد سرقہ کے اجراء کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسروق منہ چوری کرنے والے کا ذی رحم رشتہ دار نہ ہو[2]۔

دفعہ ۹۹: حد حرابہ کے اجراء کے لئے ضروری ہے کہ جن پر ڈاکہ پڑا ہو میں سے محض چند ایسے ہو جن پر ڈاکہ ڈالنے پر حد جاری ہوتا ہے[3]۔

وضاحت

اگر راہزنوں نے ایسے قافلہ کو لوٹا کہ اس میں مسلمان اور متامن دونوں موجود ہو تو راہزنوں پر حد جاری کر دیا جائے گا، لیکن اگر راہزنوں نے مسلمانوں کو چھوڑ کر کر صرف متامنوں کو لوٹا ہو تو پھر حد حرابہ ساقط ہو گا اور ایسا تصور کیا جائے گا کہ راہزنوں نے صرف متامنوں پر ڈاکہ ڈالا ہے[4]۔ اسی طرح اگر قافلہ ہی کے بعض افراد نے اپنے دوسرے ساتھیوں پر ڈاکہ ڈالا تو حد جاری نہیں ہو گا کیونکہ حرز واحد ہے [5]۔

دفعہ ۱۰۰: عورت اگر مرد راہزنوں کے ساتھ ہو تو اس سے حد ساقط ہو گا[6]۔

وضاحت

اگر عورت نے مرد راہزنوں کے ساتھ مل ڈاکہ ڈالا تو مردوں پر حد حرابہ جاری کیا جائے گا اور عورت سے حد ساقط ہو گا، اگرچہ دوران ڈاکہ صرف عورت نے قتل کیا ہو اور دوسروں نے قتل نہیں کیا لیکن مردوں کو قتل کیا جائے گا اور عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر صرف عورتوں نے ڈاکہ ڈالا اور مال بھی لوٹا اور ساتھ قتل بھی کیا تو تمام کو قتل کیا جائے گا [7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۷

(2) فتح القدير، ۵ :۴۲۹

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۷

(4) المبسوط ،۹ :۲۰۵

(5) البناية، ۷ :۹۲

(6) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۷

(7) النهر الفائق، ۳ :۱۹۳

دفعہ ۱۰۱: حرابہ کا ثبوت ایک مرتبہ اقرار یا دو مردوں کی گواہی سے ہو گا[1]۔

وضاحت

حرابہ کا ثبوت بھی دیگر حدود کی طرح ہے یعنی ایک مرتبہ اقرار یا دو مردوں کی گواہی سے حرابہ ثابت ہو گا۔اسی طرح اقرار سے رجوع بھی معتبر ہو گا، لیکن اگر مال لوٹنے کا اقرار کیا ہو تو اس مال کا ضامن ہو گا۔البتہ اصول و فروع کا ایک دوسرے کے خلاف حرابہ کی گواہی مقبول نہ ہو گی[2]۔

تقابل

حدود آرڈیننس (جرائم بخلاف مال) دفعہ ۱۶ میں حد حرابہ کے ثبوت کے لے وہی دو طریقے بتائے گئے ہیں جو حد سرقہ کے پہلے دفعہ ۷ کی ضمن میں بتائے جا چکے ہیں[3]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی حد حرابہ کے ثبوت کے لئے مجرم کے اقرار یا دو مردوں کی گواہی کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔لہٰذا اس مقام پر فتاوی عالمگیری اور حدود آرڈیننس میں مکمل یکسانیت ہے۔

دفعہ ۱۰۲: حد حرابہ صرف دارالاسلام میں ڈاکہ ڈالنے والے پر جاری ہو گا[4]۔

وضاحت

حد حرابہ صرف اسی صورت جاری ہو گا کہ ڈاکہ دارالاسلام میں پڑا ہو اگر دارالحرب یا دارالبغی میں ڈاکہ پڑا ہو تو حد حرابہ جاری نہیں ہو گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود کے اجراء کے لئے یہ شرط ہے کہ جرم موجب حد کا ارتکاب ایسی جگہ ہوا ہو جہاں امام المسلمین کو ولایت حاصل ہو جبکہ دارالحرب اور دار البغی میں امام المسلمین کو ولایت حاصل نہیں ہوتا[5]۔

دفعہ ۱۰۳: اگر ثبوت حرابہ سے پہلے راہزن کو کسی نے قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا[6]۔

وضاحت

اگر قاضی کی عدالت میں حرابہ ثابت ہونے سے پہلے راہزن کو کسی نے قتل کر دیا پھر گواہی سے راہزن کا جرم ثابت ہو گیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔لیکن اگر قاتل ایسا شخص ہو جس کے ولی کو راہزن نے دوران ڈاکہ قتل کیا ہو تو کچھ لازم نہیں ہو گا[1]۔اگر راہزنوں کو ایسے قاضی کی عدالت میں پیش

---

[1] الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۷

[2] فتح القدير، ۵ :۴۳۳

[3] The provisions of section 7 shall apply, mutatis mutandis for the proof of Haraba.[Offence against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance No.6, 1979, Sec:16]

[4] الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۷

[5] الفقه الاسلامی وادلته للزحيلی، ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ الزحیلی، ۶: ۲۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

[6] الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۸

پیش کیا گیا کہ راہزنوں کو مال کا ضامن بنا کر راہزنوں سے مال وصول کرے اور اولیاء قصاص کے حوالہ کرے تو ایک عرصہ بعد اگر دوسرے قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا تو وہ قاضی ان پر حد جاری نہیں کرے گا۔البتہ دوسرے قاضی نے قتل کا فیصلہ سنا کر انہیں قید میں ڈالا اور اس دوران کسی نے راہزن کو قتل کیا تو قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۰۴: راہزن مال لوٹ کرلے جائیں تو اگر کسی میں ان کو زیر کرنے کی طاقت ہو تو ان سے قتال کرنا جائز ہے[3]۔

وضاحت

اگر راہزن کسی قبیلہ کا مال لوٹ کر لے جائیں اور لوٹے ہوئے قبیلہ والے دوسرے قبیلہ کو ساتھ ملا کر ان راہزنوں کے ٹھکانے پر حملہ کر کے ان سے قتال کرے تو ایسا کرنا صرف اسی میں صورت جائز ہوگا کہ جب ان میں اتنی طاقت موجود ہو کہ راہزنوں کو زیر کر کے ان سے مال واپس لے سکیں۔اگر اتنی طاقت نہ ہو تو ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہوگا۔اس دوران اگر یہ لوگ راہزن کو قتل کر دیں تو قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا۔البتہ اگر راہزن ایسی جگہ بھاگ گیا جہاں سے وہ راہزنی پر قادر نہ ہو اور انہوں نے اس کو وہاں جا کر قتل کر دیا تو پھر ان پر دیت واجب ہوگی[4]۔

---

(1) المبسوط، ۹ :۲۰۵

(2) فتح القدیر، ۵ :۴۳۳

(3) الفتاویٰ الهندية، ۲ :۱۸۸

(4) الدر المختار، ۴ :۱۱۷

خلاصہ باب

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب السرقہ کے دو(۲)ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلے باب میں سرقہ اور حد سرقہ سے متعلقہ مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس میں بتیس (۳۲) دفعات ہیں۔ دوسرا باب سرقہ کے مستوجب حد اور غیر مستوجب حد صورتوں کے بیان پر مشتمل ہے اور اس میں اکیاون (۵۱) دفعات ہیں۔

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے حد سرقہ اور حد حرابہ سے متعلق دو ابواب پر مشتمل ہے۔ تیسرے باب میں مال مسروقہ اور اس سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا گیا اور اس میں چار (۴) دفعات ہے۔ چوتھے باب میں حد حرابہ سے متعلق بحث کی گئی اور اس میں ۱۸ دفعات ہیں۔

اس طرح باب دوم میں کتاب السرقہ اور حد حرابہ کے مباحث شامل ہیں، جو کل ۱۰۴ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس باب میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات پاکستان کے درمیان کل پچیس (۲۵) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت پائی گئی ہے۔

باب سوم

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کی دفعہ بندی اور تعزیرات پاکستان سے تقابل

فصل اول

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب نمبر ا تا باب نمبر ۷ کی دفعہ بندی اور تعزیرات پاکستان میں جنایات سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے سات (۷) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلے باب میں جنایت کی تعریف اور اور اس کے انواع واحکام بیان ہوئے ہیں اور اس میں سترہ (۱۷) دفعات ہیں۔ دوسرا باب ان ابحاث پر مشتمل ہیں کہ قصاص میں کون قتل ہوگا؟ اور کن سے قصاص نہیں لیا جائے گا؟ اور اس میں کل پینتیس ۳۵ دفعات ہیں۔ تیسرا باب قصاص کا حق رکھنے والوں کے متعلق ہے اور اس میں کل چار (۴) دفعات ہیں۔ چوتھا باب مادون النفس قصاص کے مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں کل ستائیس (۲۷) دفعات ہیں۔ پانچویں باب میں قتل کے مقدمے میں اقرار اور گواہی سے متعلقہ مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا اور اس میں کل پندرہ (۱۵) دفعات ہیں۔ چھٹے باب میں قتل کے مقدمے میں صلح وعفو اور ادائے شہادت کے مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس میں کل سترہ (۱۷) دفعات ہیں۔ ساتواں باب وقتِ قتل کے حالات سے متعلق ہے اور اس میں صرف ایک دفعہ ہے۔

کتاب الجنایات

باب نمبر ۱ : جنایت کی تعریف اور اس کے انواع و احکام کے بیان میں

جنایت کی تعریف:

دفعہ ۱: جنایت نفس یا اطراف میں تعدی کرنے کو کہتے ہیں[1]۔

وضاحت

جنایت لغت میں ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو انسان کو سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے[2]۔ فقہاء کی اصطلاح میں نفس یا اطراف میں تعدی کو جنایت کہتے ہیں[3]۔ اول یعنی جنایت نفس کو قتل اور دوم یعنی جنایت اطراف کو قطع یا جرح سے تعبیر کیا جاتا ہے[4]۔ جنایت دو قسم پر ہے ایک عمداً و قصداً، اس میں قصاص واجب ہے جبکہ دوسرا خطأً اس میں قصاص واجب نہیں ہوتا۔ پھر جو جنایت قصاص کو واجب کرتا ہے، وہ بھی دو قسم پر ہے ایک نفس میں اور دوسرا نفس سے کم یعنی اطراف میں۔

دفعہ ۲: قتل کی پانچ قسمیں ہیں[5]۔

وضاحت

قتل کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1. قتل عمد
2. قتل شبہ عمد
3. قتل خطا
4. قتل قائم مقام خطا
5. قتل بالسبب[6]

قتل کی مذکورہ اقسام میں یہاں قتل سے وہ قتل مراد ہے جو بغیر حق کے ہو اور جس سے احکام متعلق ہوتے ہوں[1]۔

---

(1) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲

(2) تاج العروس، محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی، ۳۷: ۳۷۴، دار الھدایۃ، بیروت

(3) تبیین الحقائق، ۶: ۹۷

(4) العنایۃ، ۱۰: ۲۰۳

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲

(6) بدایۃ المبتدی، ۱: ۲۳۹

دفعہ ۳: قتل عمد وہ ہے جو قصداً ہتھیار، قائم مقام ہتھیار یا آگ کے ذریعے کیا جائے[2]۔

وضاحت

قتل عمد سے مراد وہ قتل ہے جو ہتھیار کے ذریعے کیا جائے جیسے تلوار، چھری، چاقو بندوق وغیرہ یا ہتھیار کے قائم مقام کسی چیز سے کیا جائے یعنی وہ اشیاء جو جسم کے اجزاء کو جدا کرنے میں ہتھیار کی طرح ہو جیسے تیز دار لکڑی، پتھر وغیرہ۔ اسی طرح آگ میں جلا کر مارنے پر بھی قتل عمد کا اطلاق ہوتا ہے[3]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۰ میں قتل عمد کی تعریف میں کہا گیا:

> "Whoever, with the intention of causing death or with the intention of causing bodily injury to a person, by doing an act which in the ordinary course of nature is likely to cause death, or with-the knowledge that his act is so imminently dangerous that it must in all probability cause death, causes the death of such person, is said to commit qatl-e-amd[4]".

ترجمہ: جو کوئی کسی شخص کو ہلاک کرنے کی نیت سے یا جسمانی ضرر پہنچانے کی نیت سے کوئی ایسا فعل کرے جس سے عام قدرتی حالات میں موت واقع ہو سکتی ہو یا اس علم کے ساتھ کہ اس کا فعل واضح طور پر اتنا خطرناک ہے کہ اس سے گمان غالب ہے کہ موت واقع ہو جائے گی، ایسے شخص کی موت کا باعث ہو، تو وہ قتل عمد کا مرتکب کہلائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی قتل عمد کی تعریف انہی الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے۔ لہٰذا قتل عمد کی تعریف میں وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۴: قتل عمد گناہ اور قصاص کو واجب کرتا ہے[5]۔

وضاحت

قتل عمد اخروی عذاب اور قصاص کو واجب کرتا ہے، گناہ اور اخروی عذاب کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

"وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ[6]"

ترجمہ: جو کوئی جان کر مؤمن کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔

جبکہ قصاص کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

---

(1) فتح القدیر، ۱۰: ۲۰۴

(2) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ٢

(3) تبیین الحقائق، ٦: ٩٧

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:300

(5) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ٢

(6) النساء، ٤: ٩٣

"كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى[1]"

ترجمہ: تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے مقتولوں میں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق من الدين التارك للجماعة[2]"۔

ترجمہ: کسی مسلمان، جو اللہ کے معبود ہونے اور میری رسالت کا اقرار کرتا ہو، کا خون جائز نہیں مگر تین وجوہات سے: نفس کے بدلے نفس، شادی شدہ زانی اور اور دین چھوڑ کر جماعت سے الگ ہونے والا۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۲ میں قتل عمد کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے:

"Whoever commits qatl-e-amd shall, subject to the provisions of this Chapter be: punished with death as qisas[3]".

ترجمہ: جو کوئی قتل عمد کا ارتکاب کرے گا، اسے اس باب کے احکام کے تابع: قصاص کے طور پر سزائے موت دی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اصول شریعت کی روشنی میں یہی سزا مقرر کی گئی ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی و شرعی قانون مکمل طور پر یکساں ہے۔

دفعہ ۵: قتل عمد میں صرف معافی یا صلح کی صورت میں قصاص ساقط ہو سکتا ہے[4]۔

وضاحت

قتل عمد کی سزا قصاص ہے اور اس میں کفارہ کا کوئی تصور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قتل عمد اور اس کا حکم کا ذکر فرمایا لیکن اس میں کفارہ کا کوئی بیان نہیں فرمایا۔ قتل عمد کے معاملے میں قصاص ساقط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مقتول کے ورثا قاتل کو معاف کرے دوسرا یہ کہ ورثاء سے مال لے کر صلح کرے[5]۔ قصاص چونکہ حق العبد ہے اس لئے مقتول کے ورثا کو قاتل کی معافی کا حق دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے صلح کا حق بھی انہیں دیا گیا ہے۔ صلح ہے۔ صلح میں بدل صلح چاہے کم ہو یا زیادہ، دیت کی جنس سے ہو یا نہ ہو، معجل ہو یا مؤجل یہ اختیار ورثا کو دیا گیا ہے لیکن دیت کے ذریعے معاملہ طے

---

(1) البقرة، ۲: ۱۷۸

(2) صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس، رقم الحدیث: ۶۸۷۸

(3) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:302

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۲

(5) الهداية، ۴: ۴۴۲

ہونے کے لئے قاتل کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ اگر ورثا میں بعض بھی معافی پر راضی ہو گئے تو قصاص ساقط ہو گا اور بقیہ ورثا کو قصاص کے مطالبے کا حق نہیں ہو گا۔ البتہ اگر قاتل ورثا میں سے ہو تو میراث سے بہر صورت محروم ہو گا[1]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۹ اور ۳۱۰ میں قتل عمد کے باوجود قصاص ساقط ہونے کی وجوہات بیان کی گئی ہے:

"Sec 309: In the case of qatl-i-amd, an adult sane wali may, at any time and without any compensation, waive his right of qisas.
Sec 310: In the case of qatl-i-amd, an adult sane wali may, at any time on accepting badl-i-sulh, compound his right of qisas[2]".

ترجمہ: دفعہ ۳۰۹: قتل عمد کے مقدمے میں بالغ باشعور ولی کسی بھی وقت اور بلا کسی معاوضے کے اپنے حق قصاص کو معاف کر سکے گا۔

دفعہ ۳۱۰: قتل عمد کے مقدمے میں بالغ باشعور ولی کسی بھی وقت بدل صلح کو قبول کرتے ہوئے اپنے حق قصاص پر صلح کر سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی قصاص کے اسقاط کے یہی دو وجوہ مذکور ہیں۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قوانین شریعت کے مطابق ہیں۔

دفعہ ۶: جو قتل ہتھیار یا قائم مقام ہتھیار کے علاوہ دیگر اشیاء سے قصداً کیا جائے وہ شبہ عمد ہے[3]۔

وضاحت

شبہ عمد سے مراد ہر وہ قتل ہے جو قصد و ارادے سے کیا جائے لیکن ہتھیار یا قائم مقام ہتھیار کے علاوہ دیگر ایسی اشیاء و آلات سے کیا جائے جو اجزاء کو جدا نہ کرتی ہو جیسے بڑا پتھر یا بھاری لکڑی وغیرہ[4] [5]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۵ میں شبہ عمد کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا:

"Whoever, with intent to cause harm to the body or mind of any person, causes the death of that or of any other person by means of a weapon or an act which in the ordinary course of nature is not likely to cause death is said to commit qatl shibh-i-amd[6]".

---

(1) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۲۰

(2) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:309,310

(3) الفتاوىٰ الهندية، ۶: ۲

(4) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۰۳

(5) البناية، ۱۳: ۶۹

(6) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:315

ترجمہ: جو کوئی کسی شخص کو جسمانی یا ذہنی طور پر ضرر پہنچانے کے ارادے سے کسی ایسے ہتھیار یا فعل کے ذریعے اس کی یا کسی دوسرے شخص کی موت کا باعث بن جائے جس سے عام حالات میں موت واقع ہونے کا امکان نہیں ہوتا تو کہا جائے گا کہ اس نے قتل شبہ عمد کا ارتکاب کیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی شبہ عمد کی تعریف میں بعینہٖ یہی شرائط ذکر کی گئی ہیں۔ لہٰذا فتاویٰ عالمگیری اور حدود آرڈیننس میں شبہ عمد کی تعریف میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۷: قتل شبہ عمد گناہ اور کفارہ واجب کرتی ہے[1]**۔**

وضاحت

قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں۔ لیکن یہ گناہ اور کفارہ کو واجب کرتی ہے۔ قتل شبہ عمد کے کفارہ کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں موجود ہے:

"فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ[2]"

ترجمہ: تو آزاد کردے ایک گردن مسلمان کی۔

اگر مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی طاقت موجود نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے گا، جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ[3]"

ترجمہ: اگر نہ پائے تو روزے رکھے دو مہینے برابر۔

اس کے ساتھ ساتھ مددگار برادری پر دیت مغلظہ واجب ہوگی جس کی مقدار سو(۱۰۰) اونٹ ہیں۔ لیکن دیت مغلظہ صرف اس وقت واجب ہوگی جب دیت اونٹوں کی صورت میں ہو[4]۔ شبہ عمد میں بھی قاتل اگر ورثا میں سے ہو تو میراث سے محروم رہے گا۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۶ میں قتل شبہ عمد کی سزا یہ بیان کی گئی ہے:

"Whoever commits qatl shibh-i-amd shall be liable to diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to [twenty-five years] years as ta'zir[5]".

ترجمہ: جو کوئی قتل عمد کا ارتکاب کرے وہ دیت کا مستوجب ہوگا اور بطور تعزیر اسے اتنی مدت کے لئے قید کی سزا بھی دی جاسکے گی جو پچیس سال تک ہوسکتی ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣

(2) النساء ،٤: ٩٢

(3) النساء ،٤: ٩٢

(4) المبسوط ،٢٦: ٦٥

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:316

فتاویٰ عالمگیری میں بھی قتل شبہ عمد کی سزا دیت بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس میں تعزیری سزا کا ذکر نہیں کیونکہ کسی بھی جرم پر تعزیری سزا دینا حاکم کے اختیار میں ہوتا ہے اور وہ حالات کے مطابق تعزیری سزا فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔

تقابل

اسی طرح تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۷ میں قتل شبہ عمد کے مجرم کے متعلق کہا گیا:

"Where a person committing qatl-i-amd or Qatl shibh-i-amd is an heir or a beneficiary under a will, he shall be debarred from succeeding to the estate of the victim as an heir or a beneficiary[1]".

ترجمہ: جو کوئی شخص جس نے قتل عمد یا شبہ عمد کا ارتکاب کیا ہو، کوئی وارث یا کسی وصیت کے تحت مفاد گیرندہ ہو، تو وہ شخص ضرر رسیدہ کی جائیداد کی وراثت سے بطور وارث یا مفاد گیرندہ کے محروم ہو جائے گا۔

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے۔ لہٰذا قتل شبہ عمد کی سزا کے دونوں شقوں میں وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

دفعہ ۸: قتل خطا دو قسم پر ہیں، خطا فی القصد اور خطا فی الفعل[2] ۔

وضاحت

قتل خطا دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ شکار سمجھ کر کسی انسان کو نشانہ بنایا، تو یہ قتل خطا فی القصد ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی نشانے پر مارنا چاہا تیر مارا لیکن وہ کسی آدمی کو جالگا تو یہ خطا فی الفعل ہے۔ قتل خطا کی دونوں قسموں میں کوئی گناہ نہیں[3]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۸ میں قتل خطا کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا:

"Whoever, without any intention to cause death of, or cause harm to, a person causes death of such person, either by mistake of act or by mistake of fact, is said to commit qatl-ikhata[4]".

ترجمہ: جو کوئی کسی شخص کی موت وقوع میں لانے یا اسے نقصان پہنچانے کی نیت کے بغیر، غلطی فعل یا غلطی واقعہ سے ویسے شخص کی موت کا باعث ہو تو وہ قتل خطا کا مرتکب ہوگا۔

یہی تعریف فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا فتاویٰ عالمگیری اور تعزیرات پاکستان میں قتل خطا کی تعریف میں یکسانیت ہے۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:317

(2) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣

(3) الجوهرة النيرة، ٢: ١٢١

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:317

دفعہ ۹: قتل خطا کی دونوں اقسام کفارہ اور دیت کو واجب کرنے والی ہے[1]۔

وضاحت

قتل خطا کی دونوں اقسام یعنی خطافی القصد اور خطافی الفعل میں کفارہ اور دیت دونوں واجب ہوں گے۔ کفارہ اور دیت کی مقدار قتل شبہ عمد کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ قتل خطا میں مقتول چاہے ذمی ہو یا مسلمان، قاتل پر کفارہ اور عاقلہ (مددگار برادری) پر دیت واجب ہوگی[2]۔

تعزیرات پاکستان میں بھی قتل خطا کی سزا دیت مقرر کی گئی ہے[3] لیکن فتاویٰ عالمگیری میں اصول شریعت کی روشنی میں دیت مقرر کرنے کے ساتھ یہ قید لگائی گئی ہے کہ دیت کی ادائیگی قاتل کے عاقلہ یعنی مددگار برادری کے ذمے ہوگی جبکہ تعزیرات پاکستان میں دیت کی ادائیگی صرف قاتل کے ذمے لازم کی گئی ہے۔اسی طرح تعزیرات پاکستان میں قتل خطا پر پانچ سال تک قید کی صورت میں تعزیری سزا کا ذکر موجود ہے، لیکن فتاویٰ عالمگیری میں تعزیری سزا مقرر نہیں بلکہ حاکم کو اس کا اختیار دیا گیا ہے۔

دفعہ ۱۰: اگر نشانہ بنا کر قصداً کسی پر وار کیا لیکن اس کی بجائے دوسرے شخص کو لگ گیا، تو خطا تصور ہوگا[4]۔

وضاحت

اگر کسی ایک شخص کے ہاتھ پر کسی چیز سے وار کیا لیکن نشانہ چوک گیا اور اس کے گردن پر لگ گیا اور گردن کٹ گئی تو یہ عمد شمار ہوگا[5]۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ضارب نے آلہ جارحہ سے قصداً وار کیا تھا اگرچہ قتل کا ارادہ نہ تھا، اس لئے اس پر قصاص واجب ہوگا۔ لیکن اگر کسی ایک شخص پر وار کرتے ہوئے نشانہ چوک گیا اور دوسرے شخص کو لگ گیا اور اس کی گردن اس وار سے کٹ گئی تو یہ قتل خطا شمار ہوگا، کیونکہ اس نے مقتول کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا[6] اگر کسی نے دوسرے شخص کے سر پر ضرب لگانے کا قصد کیا لیکن نشانہ چوک گیا اور ضرب اس کے آنکھ پر پڑی تو عمداً ضرب کا قصد کرنے کی وجہ سے اس پر ارش جنایت واجب ہوگا[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣

(2) الهداية ،٤: ٣٤٣

(3) Whoever commits qatl-i-khata shall be liable to diyat [The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:319]

(4) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣

(5) العناية،١٠: ٢١٤

(6) البحر الرائق،٨: ٣٢٩

(7) اسلامی قانون فوجداری،١٨٦

دفعہ ۱۱: قصاص کا حق ہونے کے باوجود اگر حق سے زائد کاٹا تو ضمان (جرمانہ) واجب ہوگا[1]۔

وضاحت

ایک شخص کا دوسرے پر قصاصاً ہاتھ کاٹنے کا حق تھا، لیکن ہتھیلی پر وار کرتے ہوئے نشانہ چوک گیا اور وار اس کے مونڈھے پر پڑی، جس سے ہاتھ مونڈھے سے جدا ہوگیا تو ضارب پر صرف ضمان واجب ہوگا اور قصاص واجب نہیں ہوگا، اس لئے واجب نہ ہوگا کیونکہ ضارب اپنا حق قصاص لینے کے لئے ضرب لگا رہا تھا اور خطا حق سے زائد کٹ گیا۔

دفعہ ۱۲: وار براہ راست لگنے کی بجائے کسی چیز سے ٹکرا کر لگا تو خطا تصور ہوگا[2]۔

وضاحت

ایک شخص نے دوسرے کو تیر وغیرہ سے نشانہ بنایا لیکن نشانہ چوک گیا اور تیر براہ راست اس کو نہیں لگا بلکہ کسی دیوار وغیرہ سے ٹکرانے کے بعد اسی شخص کو لگا، جس سے اس کی موت ہوگئی، تو یہ قتل خطا تصور ہوگا۔

دفعہ ۱۳: ایسی چیز جو عام طور پر زخم نہیں بناتی اس سے وار کر کے زخم لگانا عمد اور موت خطا تصور ہوگا[3]۔

وضاحت

ایسی چیز جس کی ضرب عام طور پر زخمی نہیں کرتی، جیسے کپڑے کو مروڑ کر مارنا، اگر ایسی چیز سے کسی کو سر پر مارا اور وہ زخمی ہوگیا تو یہ عمد تصور ہوگا لیکن اگر اسی زخم سے کسی کی موت ہوگئی تو یہ خطا تصور ہوگا کیونکہ زخمی کرنے کا اس نے قصد کیا تھا اور قتل کا نہ اس نے قصد کیا تھا اور نہ ایسی چیز سے عام طور پر موت واقع ہوتی ہے[4]۔

دفعہ ۱۴: بغیر ارادہ اور وار کرنے کے قتل قائم مقام خطا تصور ہوگا[5]۔

وضاحت

وہ قتل جس میں نہ ارادہ و قصد شامل ہو اور نہ اس میں وار کیا جائے قتل قائم مقام خطا تصور ہوگا، جیسے کوئی سوتے ہوئے کسی پر گرا یا اینٹ، لکڑی ہاتھ سے چھوٹ کر کسی پر گری یا کسی جانور پر سوار تھا اور سواری نے کسی کو کچل ڈالا تو ان تمام صورتوں میں موت قتل قائم مقام خطا تصور ہوگی[6]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٣

(2) نفس مصدر

(3) نفس مصدر

(4) عیون المسائل، ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی، ۱: ۲۷۲، مطبعۃ اسد، بغداد، ۱۳۸٦ھ

(5) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٣

(6) الجوهرة النيرة، ٢: ١٢٤

دفعہ ۱۵: قتل قائم مقام خطا کا بھی وہی حکم ہے جو قتل خطا کا ہے[1]۔

وضاحت

قتل قائم مقام خطا کا حکم بھی قتل خطا کی طرح ہے یعنی قصاص ساقط ہوگا اور دیت و کفارہ واجب ہوگا، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر قاتل ورثا میں سے ہو تو میراث سے محروم ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۶: بغیر واسطہ کے کسی قتل کے سبب بننے والی چیز سے تعلق قتل بالسبب کے زمرے میں آتا ہے[3]۔

وضاحت

قتل بالسبب سے مراد وہ قتل ہے جس میں انسان کی مباشرت نہ ہو لیکن کوئی ایسی چیز جو قتل کا سبب بنی ہو اس کا اس انسان سے تعلق ہو جیسے راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی گر کر مر گیا یا غیر کی ملک میں پتھر رکھا اور اس کی ٹھوکر کھا کر کوئی مر گیا یا چوپائے کو ہانک کر لے جارہا تھا اور اس نے کسی کو ٹکر ماری تو ان صورتوں میں موت قتل بسبب تصور ہوگی کیونکہ اگرچہ اس انسان نے قصد اور ارادہ یا وار نہیں کیا تھا، لیکن جو چیز موت کا سبب بنی ہے اس کی موجودگی اس انسان کی وجہ سے ہے[4]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۲۱ میں قتل بالسبب کی تعریف میں کہا گیا:

> "Whoever, without any intention, cause death of, or cause harm to, any person, does any unlawful act which becomes a cause for the death of another person, is said to commit qatlbis- sabab[5]".

ترجمہ: جو کوئی کسی شخص کو ہلاک کرنے یا نقصان پہنچانے کی نیت کے بغیر کوئی ایسا غیر قانونی فعل کرے جو کسی دوسرے شخص دوسرے شخص کی موت کا باعث بن جاتا ہے تو وہ قتل بالسبب کا مرتکب کہلاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی قتل بالسبب کی تعریف ان شرائط کے ساتھ کی گئی ہے۔لہٰذا وضعی اور شرعی قوانین میں قتل بالسبب کی تعریف میں یکسانیت ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳

(2) فتح القدير، ۱۰: ۲۱۲

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳

(4) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۰۴

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:321

دفعہ ۱۷: قتل بالسبب میں صرف دیت واجب ہو گی کفارہ نہیں ہو گا[1]۔

وضاحت

قتل بسبب کا حکم یہ ہے کہ محض دیت واجب ہو گی۔ کفارے کی ادائیگی اور میراث سے محرومی نہیں ہو گی۔ دیت کے متعلق پہلے گزر چکا ہے اور جیسے کہ بتایا جا چکا ہے کہ اس کی ادائیگی مددگار برادری کے ذمے ہو گی[2]۔

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۲۲ میں قتل بالسبب کی دیت مقرر کی گئی ہے[3]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی قتل بالسبب کی سزا دیت بیان کی گئی ہے، لیکن فتاویٰ عالمگیری میں یہ اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ دیت عاقلہ یعنی مددگار برادری پر واجب ہو گی جبکہ تعزیرات پاکستان میں ایسی کوئی قید موجود نہیں۔

باب نمبر ۲ : کون قصاص میں قتل ہو گا اور کون نہیں؟

دفعہ ۱۸: قصاص میں برابری کا خیال رکھا جائے گا[4]۔

وضاحت

قصاص میں برابری کا خیال رکھا جائے گا یعنی آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، مرد کے بدلے مرد، عورت کے بدلے عورت کو قصاصاً قتل کیا جائے گا[5]، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى[6]"

ترجمہ: اے ایمان والوں تم پر مقتولوں میں قصاص فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلے میں آزاد، غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت۔

لیکن اس سے یہ ہر گز مراد نہیں کہ عورت مرد کو یا مرد عورت کو قتل کر دے تو قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ برابری سے مراد یہ ہے کہ قاتل چاہے مقتول سے اونچے درجے کا ہو یا کم درجے کا قصاصاً قتل کیا جائے گا[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳

(2) البناية، ۳: ۲۵۹

(3) Whoever commit qatl bis-sabab shall be liable to diyat[The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:322]

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳

(5) بداية المبتدئ، ۱: ۲۴۰

(6) البقرة، ۲: ۱۷۸

(7) بدائع الصنائع، ۷: ۲۳۸

دفعہ ۱۹: مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا جائے گا[1]۔

وضاحت

مسلمان اگر ذمی کو قتل کر دے تو مسلمان سے قصاص لیا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ نے مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا تھا۔ اسی طرح ذمی کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا، حتی کہ اگر ذمی نے ذمی کو قتل کیا اور پھر قاتل نے اسلام قبول کیا تب اسے بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ البتہ دار الحرب سے آنے والے حربی کو کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اگر دو حربی امان لے کر دار الاسلام میں آجائے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو بھی قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۲۰: قصاص کے لئے دار الاسلام کا ہونا شرط ہے[3]۔

وضاحت

قصاص کے لئے دار الاسلام کا ہونا شرط ہے لہٰذا اگر کوئی دو مسلمان امان لے کر دار الحرب میں داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح دار الحرب میں کافروں کے قید میں رہنے والے مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان نے قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۲۱: قصاص لینے کے لئے قاتل و مقتول میں اعضاء کی سلامتی میں برابری شرط نہیں[5]۔

وضاحت

قصاص لینے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قاتل اور مقتول اعضاء کی سلامتی میں برابر ہو بلکہ اگر مقتول لنگڑا یا اندھا ہو اور قاتل مکمل تندرست ہو تب بھی قصاص لیا جائے گا[6]۔ بلکہ حالت نزع میں قتل کئے گئے شخص کا قصاص بھی قاتل سے لیا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣

(2) الهداية ،٤: ٤٤٤

(3) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣

(4) بدائع الصنائع ،٧: ٢٣٧

(5) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٤

(6) فتح القدير ،١٠ :٢٢٠

دفعہ ۲۲: نابالغ مجنون پر قتل عمد وخطا میں صرف دیت واجب ہو گی[1]۔

وضاحت

اگر کوئی نابالغ کسی کو قتل کر دیتا ہے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ چاہے قتل عمد ہو یا خطا دونوں صورتوں میں اس پر دیت واجب ہو گی۔ اگر اس نے عمداً قتل کیا ہے تو دیت اس کے مال سے واجب ہو گی۔ جبکہ قتل خطا کی صورت میں نابالغ پر نہ کوئی کفارہ واجب ہو گا اور نہ وہ میراث سے محروم ہو گا۔ معتوہ و مجنون کا بھی بعینہ یہی حکم ہے[2]۔ لہٰذا اگر قاضی نے کسی مجنون یا معتوہ کو قصاص کرنے کا حکم دیا تو قاتل کو ولی مقتول کے حوالہ کرنے سے پہلے قاتل کے مجنون ہونے پر قصاص ساقط ہو گا اور ایسے شخص پر صرف دیت پر واجب ہو گی۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۶ میں قتل عمد جو مستوجب قصاص کا ذکر کیا گیا ہے:

> "Qatl-i-Amd shall not be liable to qisas in the following cases, namely:
> when an offender is a minor or insane[3]".

ترجمہ: قتل عمد مندرجہ ذیل صورتوں میں موجب قصاص نہ ہو گا جب کوئی مجرم نابالغ یا فاتر العقل ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی قتل عمد غیر مستوجب قصاص کے ضمن میں مذکورہ دونوں افراد کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین یکساں ہیں۔

دفعہ ۲۳: ایسا جنون جو مستقل نہ ہو، میں قتل کے وقت قاتل کی حالت پر فیصلہ موقوف ہو گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی کو ایسا جنون لاحق ہے کہ کبھی مجنون ہوتا اور کبھی اس کو افاقہ ہوتا ہو تو قاضی دیکھے گا کہ اگر قتل کے وقت وہ صحیح تھا تو تندرست آدمی کی طرح اس سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اگر قتل کے وقت وہ مجنون تھا تو اس سے قصاص ساقط ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی قاتل قتل کے بعد مجنون ہو گیا تو جنون مطبق کی صورت میں قصاص ساقط ہو گا اور غیر مطبق کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٤

(2) المبسوط، ٤: ٤٩٣

(3) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:306

(4) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٤

دفعہ ۲۴: قاتل کی موت سے قصاص ساقط ہو جائے گا[1]۔

وضاحت

قاتل کے موت کی صورت میں اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا، اور اس کے کسی اور رشتہ دار سے قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

" وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى[2]"

ترجمہ: کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

" ألا لا يجني جان إلا على نفسه، ألا لا يجني جان على ولده ولا مولود على والده[3]"

ترجمہ: سن لو جنایت والے کا بدلہ جنایت کرنے والے پر ہو گا، نہ کہ اس کے باپ یا بیٹے پر"۔

اس حدیث مبارک میں بھی جاہلیت کے اس طریقہ کی نفی کی گئی، جو اوپر بیان کیا گیا۔

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۷ میں قصاص کے ساقط ہونے کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ذکر ہے کہ مجرم قصاص سے پہلے وفات پا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی وجہ بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا اس مقام پر فتاوی عالمگیری اور تعزیرات پاکستان میں مکمل یکسانیت ہے۔

دفعہ ۲۵: والدین اور دیگر اصول کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا جبکہ اولاد و دیگر فروع کے قاتل پر قصاص نہیں[4]۔

وضاحت

اگر کسی نے اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی یا ان سے اوپر کسی کو قتل کر دیا تو ان سے قصاص لیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص کے حکم میں عموم ہے جس کے تحت بیٹا بھی داخل ہوتا ہے[5]۔ جبکہ فروع یعنی اولاد کو چاہے ماں باپ یا ان سے اوپر جیسے دادا، دادی وغیرہ قتل کر دے اور تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا[6]، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا يقاد الوالد بالولد[7]"

ترجمہ: باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٤

(2) الانعام ،٦ :١٦٤

(3) سنن الترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء دماء کم واموالکم علیکم حرام، رقم الحدیث: ٢١٥٩

(4) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٤

(5) بدائع الصنائع، ٧ :٢٣٥

(6) الهداية، ٤ :٤٤٤

(7) سنن الترمذی، ابواب الدیات، باب ما جاء فی الرجل یقتل ابنہ یقاد منہ ام لا، رقم الحدیث: ١٤٠٠

البتہ اصول نے اپنے اولاد میں کسی کو عمداً قتل کیا تو قاتل سے قصاص تو نہیں لیا جائے گا اور نہ اس پر کفارہ واجب ہو گا لیکن اس پر دیت واجب ہو گی اور اگر اصول نے اولاد میں سے کسی کو خطاً قتل کیا تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی اور ساتھ ساتھ قاتل پر کفارہ بھی واجب ہو گا[1]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۶ میں قتل عمد غیر مستوجب قصاص کے ضمن میں کہا گیا:

"when an offender causes death of his child or grand-child, how low-so-ever[2]".

ترجمہ: جب کوئی مجرم اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد چاہے کتنی نچلی سطح پر ہو، کی موت کا باعث بنے۔

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں مکمل یکسانیت ہے۔

دفعہ ۲۶: غلام کو قتل کرنے پر آقا سے قصاص نہیں لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب کو قتل کیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح بیٹے کے غلام کے قاتل سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا[4]۔ کیونکہ غلام کا قصاص لینا اس کا حق تھا اور کسی کا اپنے اوپر خود کے لئے قصاص کا حق نہیں ہوتا۔ اگر پورے غلام کی ملکیت نہ ہو صرف اس میں کچھ حصے کی ملکیت ہو تو اس کے بعض حصے کے مالک قاتل سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ قصاص کا حق تجزی قبول نہیں کرتا[5]۔ یہی حکم وقف غلام غلام کو قتل کرنے والے کا بھی ہے۔ اس کے برعکس آقا کو قتل کرنے والے غلام سے قصاص لیا جائے گا[6]۔

دفعہ ۲۷: جس شخص پر قصاص نہیں اس کے شریک سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا[7]۔

وضاحت

کوئی ایسا شخص جس پر قصاص واجب نہیں ہوتا، اس کے شریک سے بھی قصاص ساقط ہو گا، جیسے باپ نے بیٹے کو قتل کیا اور اس کے ساتھ اجنبی نے بھی قتل میں حصہ لیا تو باپ پر بیٹے کا قصاص نہیں، لہٰذا اس اجنبی پر بھی قصاص واجب نہ ہو گا۔ اسی طرح خطاً قتل کرنے والے کے ساتھ عمداً قتل میں حصہ لینے والا اور صغیر کے ساتھ کبیر بھی قصاص سے محفوظ رہے گا[1]۔

---

(1) تبیین الحقائق،۶: ۱۰۵

(2) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:306

(3) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۴

(4) بدایة المبتدی،۱ :۲۴۰

(5) الهدایة،۴ :۴۴۵

(6) الدر المختار،۶ :۵۳۲

(7) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۴

دفعہ ۲۸: قتل عمد اور شبہ عمد کے شرکاء میں کسی سے قصاص نہیں لیا جائے گا[2]۔

وضاحت

کسی شخص کے قتل میں دو آدمی اس طرح شریک ہوئے کہ ایک نے لاٹھی سے وار کیا اور دوسرے نے تیز دھار آلے سے تو کسی سے قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ ہر ایک پر اپنے جرم کے مطابق نصف دیت کی ادائیگی لازم ہو گی یعنی عمد کرنے والے پر اس کے مال سے دیت ادا کرنا واجب ہو گا جبکہ دوسرے کی مددگار برادری پر دیت کی ادائیگی لازم ہو گی[3]۔

دفعہ ۲۹: قصاص ہر اس شخص کے قتل پر لیا جائے گا جو ہمیشہ کے لئے محقون الدم میں سے ہو[4]۔

وضاحت

قصاص ہر اس شخص کے قتل پر لیا جائے گا جو ہمیشہ کے لئے محقون الدم لوگوں میں سے ہو۔ لہٰذا ایسے شخص کے قتل کا قصاص نہیں جائے گا جس کو وقتی عصمت حاصل ہو، جیسے مستأمن کہ وہ محقون الدم میں ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وقتی طور شامل ہوتا ہے[5]۔

دفعہ ۳۰: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا[6]۔

وضاحت

قاتل سے قصاص صرف تلوار کے ذریعے لیا جائے گا چاہے قاتل نے مقتول کو آگ میں جلا کر مار ڈالا ہو یا پانی میں ڈبویا ہو۔ اگرچہ شوافع کے نزدیک قصاص بالمثل لازم ہے یعنی جس طریقے سے قاتل نے مقتول کو قتل کیا ہو اسی طریقے سے قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا[7]۔ احناف کے قول پر دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارک ہے:

"لا قود الا بالسيف[8]"

ترجمہ: قصاص صرف تلوار کے ذریعے لیا جائے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارک میں آتا ہے:

---

(1) الموسوعة الفقهية، ٦: ٢٩٠

(2) الفتاوىٰ الهندية، ٦: ٤

(3) المبسوط، ٢٦: ٩٣

(4) الفتاوىٰ الهندية، ٦: ٤

(5) العناية، ١٠: ٢١٥

(6) الفتاوىٰ الهندية، ٦: ٤

(7) بدائع الصنائع، ٧: ٢٤٥

(8) سنن ابن ماجه، كتاب الديات، باب لا قود الا بالسيف، رقم الحديث: ٢٦٦٧

"لا قود الا بسلاح[1]"

ترجمہ: قصاص صرف اسلحہ کے ذریعے لیا جائے گا۔

اگر قاتل نے پہلے مقتول کا بازو کاٹا پھر اسے قتل کر دیا تب بھی قاتل کی گردن تلوار سے اڑائی جائے گی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[2]۔

دفعہ ۳۱: قاتل کے وار کے علاوہ مقتول کے قتل کے اور بھی مختلف اسباب ہو تو قصاص ساقط ہو گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے خود کو زخمی کر لیا پھر دوسرے شخص نے اس پر وار کر کے اسے زخمی کیا، اس کے بعد شیر نے کاٹا پھر سانپ نے ڈسا اور وہ مر گیا تو وار کرنے والے سے قصاص ساقط ہو گا۔ البتہ وہ ثلث دیت ادا کرے گا۔

دفعہ ۳۲: متعدد مقتولوں کی طرف قاتل سے ایک ہی مرتبہ قصاص لیا جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے پوری جماعت کا قتل کیا ہے اور سب مقتولین کے اولیاء حاضر ہو گئے تو قاتل سے ایک ہی مرتبہ قصاص لیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اس کے ذمے کچھ لازم نہ ہو گا۔ اگر تمام مقتولین کے اولیاء میں صرف ایک ہی ولی حاضر ہو گیا تو قاتل سے اس کے مطالبے پر قصاص لیا جائے گا۔ لہٰذا اگر دیگر مقتولین کے اولیاء بعد میں حاضر ہو گئے تو ان کا حق ساقط ہو جائے گا[5]۔

دفعہ ۳۳: مقتول تیز دھار آلے کی دھار لگنے سے مرا تو قاتل پر قصاص ہو گا[6]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کی طرف تیز دھار چیز پھینکی تو دھار لگنے کی صورت میں قاتل پر قصاص ہو گا۔ لیکن اگر دھار کی بجائے پچھلے حصہ کی طرف یعنی چوڑائی کی جانب سے لگا اور ضرب سے اس کی موت ہو گئی تو قصاص ساقط ہو گا اور دیت واجب ہو گی۔ البتہ اگر دھار کی پشت پر لگنے سے موت ہو گئی تو صاحبین کے نزدیک قصاص واجب ہو گا، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قصاص صرف اس صورت میں لیا جائے گا کہ دھار کی پشت سے زخم لگ کر اس کی موت ہو گئی ہو اگر زخم نہیں لگا اور محض ضرب سے اس کی موت ہو گئی ہو تو پھر قصاص ساقط ہو جائے گا اور صرف دیت واجب ہو گی[7]۔

---

(1) سنن الدار قطنی، کتاب الحدود والدیات، رقم الحدیث : ۳۱۱۲

(2) فتح القدیر، ۱۰: ۲۲۲

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۵

(4) نفس مصدر

(5) العنایة، ۱۰: ۲۴۴

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۲: ۵

(7) الهدایة، ۴: ۴۴۶

دفعہ ۳۴: تیز دھار چیز کے وار سے زخم بنا اور افاقہ ہونے سے پہلے موت ہوگئی تو قصاص لیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے پر قصداً وار کر کے اسے زخمی کر دیا اور اس زخم سے افاقہ نہ ہوا بلکہ تندرست ہونے سے پہلے وہ زخم کی وجہ سے مر گیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۳۵: جانوروں کے آلۂ ہلاکت کے علاوہ دوسرے اشیاء کے وار سے مرنا موجب قصاص نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

قتل میں قصاص اس صورت میں ہے کہ ایسے آلے سے وار کیا گیا ہو جس سے بہائم ہلاک کئے جاتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا، جیسے کسی کو سوئی چبھونے سے زخمی کر کے مار دیا یا دانتوں سے کاٹ کے مار دیا یا کوڑوں کے پے درپے ضرب سے مار دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔ البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر سوئی ایسی جگہ چبھوئی ہے، جس جگہ سے آدمی کو موت ہو جاتی ہو تو قصاص لیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۳۶: جس وار کا زخم اور اثر باقی نہ رہے اس کے بدلے ضارب سے کچھ نہیں لیا جائے گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی کو نوے (۹۰) کوڑے مارے لیکن وہ صحیح سلامت تھا پھر دس (۱۰) کوڑے مزید مارے جس سے اس کی موت ہوگئی تو قاتل پر ایک ہی دیت واجب ہوگی اور نوے کوڑوں کے بدلے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک طبیب اور دواؤں کا خرچہ ضارب کے ذمے واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ نوے (۹۰) کوڑوں میں حکومۃ العدل اور قتل میں دیت واجب کرتے ہیں۔ لیکن کوڑے مارنے سے اگر مضروب کو افاقہ ہوا اور ضرب کا اثر باقی رہا تو اثر کے بقا کی وجہ سے حکومۃ العدل واجب ہے[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٥

(2) بداية المبتدئ، ١: ٢٤٠

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٥

(4) الدر المختار، ٦: ٥٢٨

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٥

(6) قرة عين الاخيار، ابن عابدين علاء الدين محمد بن محمد، ٧: ١٥٧، دار الفكر، بيروت، ت ن

دفعہ ۳۷: گلا گھونٹ کر قتل کرنے کے عادی مجرم کو سیاستہً قتل کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کو گلا گھونٹ کر قتل کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ اس کا پہلا موقع ہے تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اگر یہ اس طریقے یعنی گلا گھونٹ کر سے قتل کرنے کا عادی مجرم ہو تو اس کو قصاصاً نہیں بلکہ سیاستہً قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر امام کی پکڑ میں آنے سے پہلے اس نے توبہ کی ہو تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر پکڑ میں آنے کے بعد توبہ کی ہو تو پھر اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی[2]۔

دفعہ ۳۸: پانی میں ڈبو کر مارنے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

پانی میں ڈبو کر قتل کرنے والے مجرم سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس پر شبہ عمد ہونے کی وجہ سے دیت واجب ہو گی۔ البتہ اگر اسے ایسی حالت میں پھینکا کہ اس کا بچنا ناممکن ہو جیسے ہاتھ پاؤں سے بندھا ہوا ہو تو صاحبین کے نزدیک قصاص لیا جائے گا، جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شبہ عمد ہونے کی وجہ سے قصاص ساقط ہو گا۔ اگر دریا میں گرنے کے بعد اس نے بچاؤ کے لئے تیرنا شروع کیا پھر تھک کر ڈوب گیا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہ ہو گا[4]۔

دفعہ ۳۹: پہاڑ سے گرانے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کو پہاڑ سے گرا دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چونکہ یہ خطائے عمد ہے اس لئے اس میں قصاص نہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اگر نجات کی امید ہو تو پھر تو خطائے عمد ہے لیکن اگر نجات کی امید نہ ہو تو پھر یہ عمد ہے اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة ،٦: ٥

(2) بدائع الصنائع ،٧ :٢٣٤

(3) الفتاویٰ الهندیة ،٦: ٥

(4) الدر المختار،٦ :٥٤٣

(5) الفتاویٰ الهندیة ،٦: ٥

(6) البحر الرائق ،٦ :٣٣٥

دفعہ ۴۰ : آگ میں جلانے والے سے قصاص لیا جائے گا[1]۔

وضاحت

آگ میں ڈالنے والے سے بھی قصاص لیا جائے گا لیکن اگر اس نے آگ میں ڈالا اور پھر واپس نکالا۔ پھر چند روز اسی طرح بستر پر پڑا رہا اور تندرست ہونے سے پہلے مر گیا تو قصاص واجب ہو گا۔اسی طرح کسی کو گرم پانی میں ڈالا اور ڈالتے ہی اس کی پوست اتر گئی اور مر گیا تو قصاص لیا جائے گا اور اگر چھالے پڑنے کے بعد نکالا اور تندرست ہونے سے پہلے مر گیا تو بھی قصاص واجب ہو گا لیکن تندرست ہونے کے بعد مر گیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۴۱ :زہر دے کر مارنے میں قصاص نہیں[3]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کو زہر دے کر مار دیا تو اس پر قصاص نہیں چاہے زبردستی سے ہو زہر دیا ہو یا چاہے دھوکہ یا انجانے میں زہر دیا ہو،البتہ اس کی مددگار برادری پر دیت دینا واجب ہو گا۔اگر کسی کو کھانے کی کوئی چیز کھانے کو کہا اور اس چیز کے کھانے سے اس کی موت ہو گئی تو کہنے والے پر ضمان نہ ہو گا[4]۔

دفعہ ۴۲ : سردی، گرمی یا بھوک کے ذریعے مارنے والے پر قصاص نہ ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی نے دوسرے کو باندھ کر سردی میں ڈال دیا یا سورج میں ڈالا اور سردی کی شدت یا سورج کی تپش سے اس کی موت ہو گئی تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔البتہ اس پر دیت دینا واجب ہو گا[6]۔اسی طرح قید میں ڈال کر بھوک سے مار دیا تو قاتل پر قصاص واجب نہیں ہو گا بلکہ اس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گا[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٥

(2) الجوهرة النيرة ،٢ :١٢٠

(3) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٦

(4) البناية ،١٣ :٩٨

(5) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٦

(6) البحر الرائق ،٨ :٣٣٥

(7) مجمع الضمانات ،ابو محمد غانم بن محمد البغدادی الحنفی،١ :١٧٢،دار الکتاب الاسلامی،بیروت،بدون التاریخ

دفعہ ۴۳ : کسی درندے یا موذی جانور کے ذریعے مارنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کو کمرے میں بند کیا اور ساتھ ایک درندہ بھی اس پر چھوڑ دیا یا کوئی موذی جانور جیسے سانپ، بچھو وغیرہ اس پر چھوڑ دیا اور درندے کی چیڑ پھاڑ یا موذی جانوروں کے ڈسنے سے اس کی موت ہو گئی تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل بالسبب ہے۔ البتہ اس نے ایسا کسی نابالغ کے ساتھ کیا تو اس پر دیت کی ادائیگی واجب ہو گی[2]۔

دفعہ ۴۴ : زخمی کرنے والے اور گردن کاٹنے والے میں گردن کاٹنے والے سے قصاص لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے دوسرے کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اس کی آنتیں باہر نکالی اور وہ زندہ تھا کہ کسی دوسرے شخص نے اس زخمی کی گردن کاٹ ڈالی تو اگر اس نے یہ عمداً کیا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر خطأً ہے تو اس پر دیت واجب ہو گی جبکہ پیٹ چیرنے والے پر تہائی دیت واجب ہو گی۔ لیکن اگر پیٹ چیرنے سے اس کی حالت اتنی خراب ہو گئی ہو کہ وہ ایک دن بھر زندہ نہیں رہ سکے گا، تو پھر پیٹ چیرنے والے پر عمد میں قصاص اور خطا کی صورت میں دیت واجب ہو گی، جبکہ گردن کاٹنے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی[4]۔

دفعہ ۴۵ : زخمی کرنے والے متعدد ہو تو سب سے قصاص لیا جائے گا[5]۔

وضاحت

دو افراد نے ایک شخص پر ایک ساتھ وار کر کے زخمی کیا جس سے وہ مر گیا تو دونوں پر قصاص واجب ہو گا اور اگر ایک نے پہلے وار کیا اور دوسرے نے بعد میں وار کیا میں لیکن پہلے کے وار سے وہ قریب الموت ہو گیا تھا اور اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں بچی تھی تو اس صورت میں صرف پہلے وار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر ایک شخص نے کئی زخم لگائے اور دوسرے نے صرف ایک زخم لگایا لیکن دونوں نے ایک ساتھ زخم لگائے ہو تو دونوں پر قصاص واجب ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٦

(2) الاختيار لتعليل المختار، ٥: ٢٩

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٦

(4) الجوهرة النيرة، ٢: ١٢٢

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٦

(6) بدائع الصنائع، ٧: ٢٣٨

دفعہ ۴۶ : زخمی ہونے والے نے جارح(زخمی کرنے والے) کے کسی رشتہ دار کو قتل کردیا پھر خود بھی مرگیا تو جارح سے قصاص لیا جائے گا[1]۔

وضاحت

کسی شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مقطوع الید (ہاتھ کٹے) نے اس قاطع کے بیٹے کو قتل کردیا اور خود بھی ہاتھ کٹنے کی وجہ سے مرگیا تو مقطوع کے وارث کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک استحساناً مقطوع کے ورثاء کو قصاص لینے کا حق نہیں ہوگا، بلکہ قاطع پر دیت واجب ہوگی۔ البتہ قاتل نے کسی کے بیٹے کو قتل کیا پھر مقتول کے باپ نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو یہ اس قتل کا بدلہ ہوجائے گا اور قاتل کے ورثاء کے لئے دیت کا حق نہیں رہے گا۔

دفعہ ۴۷ :اقرار کرنے والا عمداً کی قید ذکر کئے بغیر قتل کا اقرار کرے تو قصاص واجب نہ ہوگا[2]۔

وضاحت

مقر نے یہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں آدمی کو تلوار سے قتل کیا ہے تو اس سے اس وقت تک قصاص نہیں لیا جائے گا جب تک کہ وہ عمداً و قصداً قتل کا اقرار نہ کرلے۔ اسی طرح قتل کا اقرار کرکے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ میں نے اس شخص کی بجائے دوسرے کو قتل کرنے کا قصد کیا تو اس سے قصاص ساقط ہوگی[3]۔

دفعہ ۴۸ : اقرار کرنے والے ضرب کا اقرار کیا لیکن موت کی وجہ سے بے خبری ظاہر کی تو اس کا قول معتبر ہوگا[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے پر تلوار سے وار کرنے کا اقرار کیا لیکن یہ بھی کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ میری وار سے مرا ہے یا نہیں اور مقتول کا وارث یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قاتل کے وار ہی سے اس کی موت ہوگئی ہے تو قاتل کا قول معتبر ہوگا اور قصاص نہیں لیا جائے گا[5]۔ اسی طرح ضرب کا اقرار کیا لیکن کہا کہ سانپ کے ڈسنے یا دوسرے شخص کی لاٹھی مارنے سے مرا ہے اور وارث دعویٰ کررہا ہے کہ قاتل اس کی ضرب سے مرا ہے تو قصاص ساقط ہوگیا اور آدھی دیت واجب ہوگی۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٦

(2) نفس مصدر،٦: ٧

(3) البحر الرائق ،٨: ٣٢٩

(4) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٧

(5) التجريد للقدوری ،ابوالحسین احمد بن محمد القدوری،١١ :٥٨٢٠،دارالسلام،القاہرۃ،١٤٢٧ھ/٢٠٠٦ء

دفعہ ۴۹ : مقتول کے وارث کے حکم پر قاتل کو قتل کرنے سے قصاص واجب نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی نے قاتل کو قتل کر دیا پھر مقتول کے ورثاء میں سے کسی وارث نے کہا کہ اس قاتل کو میں نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے ساتھ وہ اپنے دعویٰ پر گواہ بھی قائم کرے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کے پاس گواہ موجود نہ ہو، تو اس کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور عمد کی صورت میں قاتل پر قصاص اور خطا کی صورت میں دیت واجب ہو گی[2]۔

دفعہ ۵۰ : اگر مسلمان کو کافر خیال کر کے قتل کیا تو دیت واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

اگر کافر اور مسلمان ایک ہی جگہ میں جمع ہو اور مسلمان کو کافر خیال کرتے ہوئے قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہو گی لیکن اگر کافر و مسلمان باہم ایسے مختلط ہو کہ پہچان مشکل ہو تو کفار کی اکثریت کی وجہ سے مسلمان کی عصمت ساقط ہو گئی اور دیت بھی واجب نہیں ہو گی[4]۔

دفعہ ۵۱ : مسلمان پر اسلحہ تھاننے والا واجب القتل اور اس کا خون ہدر ہے[5]۔

وضاحت

مسلمان پر اسلحہ تھاننے والا واجب القتل ہے اور اس کے خون کے بدلے قاتل پر قصاص اور دیت کچھ واجب نہ ہو گا۔ اگر مسلمان کو بچانے کے لئے کسی اور نے اس کا قتل کیا تو اس شخص پر بھی کچھ لازم نہ ہو گا، چاہے یہ واقعہ شہر میں ہو یا گاؤں میں رات میں ہو یا دن میں[6]۔ اگر صرف لاٹھی اٹھائی اور دوسرے نے اسے قتل کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائے گا جبکہ صاحبین کے نزدیک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح مجنون یا نابالغ نے ہتھیار اٹھایا اور اس نے قتل کیا تو دیت کا ضامن ہو گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۷

(2) الدر المختار ،۶ :۵۴۰

(3) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۷

(4) الهداية ،۴ :۴۴۷

(5) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۷

(6) بداية المبتدئ ،۱ :۲۴۰

دفعہ ۵۲ : اگر چور کو رات میں وقت چوری کر کے نکلنے کے بعد قتل کیا گیا تو قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر چور نے کسی کے گھر سے رات کو چوری کی اور پھر وہاں سے نکل گیا۔ پھر مالک نے اس کا پیچھا کیا اور اسے قتل کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ چور بغیر قتل کے مال کی واپسی پر راضی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر چور صرف آواز پر مال واپس کرنے کو تیار ہو جاتے اور اس کے باوجود مالک مکان اسے قتل کرے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا [2]۔

باب نمبر ۳: قصاص لینے کا حق رکھنے والوں کے بیان میں

دفعہ ۵۳: قصاص لینے کا حق ان کو حاصل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے میراث میں حصہ دار بنایا ہے[3]۔

وضاحت

مقتول اگر آزاد ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس کے ورثا موجود ہے کہ نہیں، اگر ورثا موجود ہو تو اگر ایک ہی وارث ہو تو اس کو اکیلے قصاص لینے کا حق ہوگا اور قاضی اس کے مطالبے پر قاتل سے قصاص لے گا۔ اگر ورثا متعدد ہو تو قصاص کا حق ان سب کو مشترکہ طور پر حاصل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کے سب سے زیادہ قریب یہی لوگ ہے[4]۔ البتہ اگر معتوہ کے ولی کو قتل کیا تو اس کے باپ کو یعنی مقتول کے دادا کو قصاص لینے اور صلح کا حق حاصل ہوگا لیکن معافی کا حق حاصل نہ ہوگا اسی طرح معتوہ کے دیگر ورثا کو بھی اس کی طرح قصاص کا حق حاصل ہوگا۔ یہی حکم بچے کے ولی قتل کرنے کا بھی ہے[5]۔

دفعہ ۵۴: جس مقتول کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کے قصاص لینے کا حق حاکم کو حاصل ہوگا[6]۔

وضاحت

اگر کسی کو ایسی حالت میں قتل کیا گیا کہ اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو حاکم اس کا ولی ہوگا اور اس کے قصاص لینے کا حق حاکم کو حاصل ہوگا[7]۔ اس کی دلیل حدیث مبارک ہے:

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۷

(2) العناية، ۱۰: ۲۳۳

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۷

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۲۴۲

(5) فتح القدير، ۱۰: ۲۲۵

(6) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۸

(7) الاختيار، ۵: ۲۹

"السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ"[1]

ترجمہ: جس کا کوئی ولی نہ ہو سلطان اس کا ولی ہو گا۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۳ میں حق قصاص رکھنے والوں کے متعلق کہا گیا:

"If the minor or insane wali has no father or paternal grandfather, how high-so-ever, alive and no guardian has been appointed by the Court, the Government shall have the right of qisas on his behalf[2]".

ترجمہ: اگر نابالغ یا فاتر العقل ولی کا کوئی والد یا دادا نہ ہو، چاہے کتنے اوپر تک اور عدالت کی طرف سے ولی مقرر نہ ہوا ہو تو حکومت کو اس کی طرف سے حق قصاص حاصل ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قوانین شریعت کے مطابق ہیں۔

دفعہ ۵۵: غلام کے قصاص لینے کا حق آقا کو حاصل ہو گا[3]۔

وضاحت

اگر غلام یا باندی کو قتل کیا گیا چاہے مدبر ہو یا ام ولد، آقا کو قصاص کا حق حاصل ہو گا اور مکاتب کے قتل میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اگر غلام مشترک ہو تو تمام شرکاء قصاص کے حق میں مشترک ہوں گے۔ اگر ان میں سے ایک بھی قصاص سے دستبردار ہو جائے تو باقی شرکاء کو قصاص کا حق نہیں ہو گا بلکہ اس کی قیمت میں سے عوض دیا جائے گا۔ لیکن اگر شرکاء میں ایک بھی نابالغ ہو تو صرف بالغ کو قصاص کا حق حاصل نہیں ہو گا بلکہ اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا[4]۔ اگر غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور پھر آقا نے اسے آزاد کر دیا اور ہاتھ کٹنے کی وجہ سے اس کی موت ہو گئی تو اگر اس کے ورثا موجود نہ ہو تو اس کا آقا قصاص لینے کا حقدار ہو گا اور اگر اس کے ورثا ہو تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک شخص کے قتل کے بعد مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اس کا آزاد کردہ غلام تھا تو اگر مقتول کے ورثا ہو تو ورثا کو قصاص کا حق حاصل ہو گا اور دیت بھی انہی کو دی جائے گی اور اگر آقا کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو تو اس کو دیت کی قیمت دی جائے گی چاہے قتل عمد ہو یا خطاء۔

---

(1) مسند احمد، مسند النساء، مسند الصدیقة عائشة ﷺ، رقم الحدیث: ۲۵۳۲۶

(2) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:313

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۸

(4) العنایة، ۱۰: ۲۲۳

دفعہ ۵۶: مبیعہ غلام کے قصاص کا حق قابض کو حاصل ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر غلام کو بیچنے کے بعد قبضہ کرنے سے قبل قتل کیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بیع باقی رکھے یا رد کر دے اب اگر اس نے بیع کو باقی رکھا اور ثمن ادا کر دیا تو اس کو قصاص کا حق حاصل ہو گا اور بیع رد کرنے کی صورت میں بائع کو قصاص کا حق حاصل ہو گا۔ لیکن امام ابو سفؒ کے نزدیک اگر بیع رد کر دی گئی تو بائع کو غلام کی قیمت کا اختیار حاصل ہو گا۔ جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک بہر صورت قیمت ہی لی جائے گی اور قصاص ساقط ہو گا۔ البتہ اگر بیع میں خیار کی شرط رکھی گئی تو جس کو خیار حاصل ہو گا قصاص کا حق بھی اسی کو حاصل ہو گا[2]۔ اگر مہر یا بدل خلع کے طور پر غلام دیا گیا تو قابض کو قصاص کا حق حاصل ہو گا۔ البتہ غصب شدہ غلام کو اگر غاصب کے ہاتھ میں قتل کیا گیا تو مالک کو قصاص یا قیمت لینے کا اختیار حاصل ہو گا۔

باب نمبر ۴: جان سے کم جنایات میں قصاص کے بیان میں

دفعہ ۵۷: جان سے کم جنایت کے قصاص میں مساوات شرط ہے[3]۔

وضاحت

جان سے کم جنایت کے قصاص میں مساوات شرط ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے بدلے میں بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور مفلوج کے بدلے میں صحیح عضو نہیں کاٹا جائے گا اسی طرح عورت کے بدلے میں مرد اور مرد کے بدلے میں عورت، غلام کے بدلے میں آزاد اور آزاد کے بدلے میں غلام کے اعضاء نہیں کاٹے جائیں گے[4]۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرد کے مقابلے میں ضرور مرد کا ہاتھ کاٹا جائے گا بلکہ جس نے جنایت کی صرف اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن غلام کے ہاتھ کے بدلے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ غلام کے ہاتھ کے بدلے صرف آدھی قیمت واجب ہو گی۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۴ میں عضو تلف کرنے کے متعلق کہا گیا:

> "Whoever by doing any act with the intention of thereby causing hurt to any person, or with the knowledge that he is likely thereby to cause hurt to any person causes Itlaf-i-udw of any person, shall, in consultation with the authorised medical officer, be punished with qisas, and if the qisas is not executable keeping in view the principles of equality in accordance with the Injunctions of Islam, the offender shall be liable to arsh[5]".

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٨

(2) البناية،١٣: ٢٩٩

(3) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٩

(4) تحفة الفقهاء،٣: ١٠٤

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:334

ترجمہ: جو کوئی اس نیت سے کوئی فعل کرے کہ وہ اس کے ذریعہ کسی شخص کو ضرر پہنچائے اس امر کے احتمال کے علم سے کہ اس فعل کے ذریعہ سے وہ کسی شخص کو ضرر پہنچائے گا اور اس کے ذریعہ سے وہ کسی شخص کا اتلاف عضو وقوع میں لائے، اسے مجاز میڈیکل آفیسر سے مشورہ کر کے قصاص کی سزا دی جائے گی اور اگر احکام اسلام کے مطابق مساوات کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قصاص قابل نفاذ نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہو گا[1]"۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی عضو کے تلف ہونے میں مساوات کی شرط پر قصاص کو واجب کہا گیا اور اگر مساوات و برابری ممکن نہ ہو تو ارش واجب ہو گا۔ البتہ کوئی تعزیری سزا مقرر نہیں لیکن حاکم کو کوئی بھی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔

دفعہ ۵۸: قصاص میں دین اور جنس کی بنیاد پر فرق نہیں ہو گا[2]۔

وضاحت

اگر مسلمان نے ذمی کا ہاتھ کاٹا تو مسلمان کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح ایک مسلمان عورت کا دوسرے مسلمان کے بدلے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جبکہ ذمی کے بدلے میں ذمی کا ہاتھ کاٹا جائے گا[3]۔

دفعہ ۵۹: جن جنایات میں برابری ممکن نہ ہو تو قصاص واجب نہ ہو گا[4]۔

وضاحت

جان سے کم جنایات میں برابری شرط ہے لیکن اگر برابری ممکن نہ ہو تو قصاص واجب نہ ہو گا، جیسے سر کا چمڑہ ادھیڑنے، گالوں، ٹھوڑی، پیٹ یا کمر کا گوشت کاٹنے میں برابری ہونا ممکن نہیں اس لئے ان میں قصاص واجب نہ ہو گا[5]۔ دانت کے علاوہ دیگر ہڈیوں کے توڑنے اور تھپڑ، گھونسے مارنے میں مارنے میں قصاص نہیں[6]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۴ میں عضو کے تلف کرنے میں قصاص کو مساوات کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے[7]۔ فتاوی عالمگیری میں بھی یہی حکم ذکر کیا گیا ہے۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:334

(2) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ٩

(3) الدر المختار، ٦: ٥٥٤

(4) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ٩

(5) بدائع الصنائع، ٧: ٢٩٩

(6) الدر المختار، ٦: ٥٨٣

(7) If the qisas is not executable keeping in view the principles of equality in accordance with the Injunctions of Islam, the offender shall be liable to arsh.[The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:334]

دفعہ ۶۰: کسی عضو کی صلاحیت مکمل تلف کردینے پر قصاص ہوگا[1]۔

وضاحت

کسی کا کوئی عضو جنایت کر کے تلف کیا گیا، اس طرح کہ اس عضو کی منفعت مکمل طور پر ختم ہو گئی تو جنایت کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا، جیسے کسی آنکھ کو زخمی کیا جس سے اس کی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہے تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔ آنکھ ضائع کرنے کی صورت میں قصاص اس طرح لیا جائے گا کہ گرم آئینہ اس کی آنکھ کے قریب لایا جائے گا یہاں تک کہ آنکھ کی روشنی ختم ہو جائے پھر کسی طریقے سے معلوم کیا جائے گا کہ آنکھ میں روشنی باقی ہے کہ نہیں، جیسے سورج کے سامنے اس کی آنکھ کھول دی جائے اگر آنسو بھر آئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روشنی باقی ہے یا اس کے سامنے سانپ چھوڑا جائے اگر وہ ڈر گیا تو اس کا مطلب ہے کہ روشنی باقی ہے یا کسی ماہر بصارت کو دکھلایا جائے گا۔ اگر آنکھ ضرب سے سفید ہو گئی تو اس صورت میں قصاص واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں برابری نہیں ہو سکتی[2]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۶ اور ۳۳۴ میں مذکور شرائط کے ساتھ اگر کسی کے عضو کی صلاحیت مکمل طور پر تلف کر دی اور مساوات ممکن ہو تو قصاص لیا جائے اور اگر مساوات و برابری ممکن نہ ہو تو قصاص نہ لیا جائے گا بلکہ ارش واجب ہوگا اور ساتھ تعزیراً دس سال تک قید کی سزا بھی دی جائے گی[3]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی حکم مذکور ہے، البتہ تعزیری طور پر کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی لیکن حاکم کو اختیار ہے کہ سزا دینا چاہے تو وہ اس کا مجاز ہے۔

دفعہ ۶۱: عضو ضائع کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ ہتھیار سے تلف کیا ہو[4]۔

وضاحت

عضو کو مکمل طور پر ضائع کرنے میں جن صورتوں میں قصاص ہے، اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ ہتھیار سے تلف کیا ہو۔ اگر انگلی وغیرہ سے ضائع کیا گیا ہو تب بھی قصاص لیا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۹

(2) قرۃ عین الاخیار، ۷: ۱۱۸

(3) If the qisas is not executable keeping in view the principles of equality in accordance with the Injunctions of Islam, the offender shall be liable to arsh and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta'zir.[The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:334]

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۹

دفعہ ۶۲: جان سے کم قصاص میں قصاص لینے والے کو کمی کا اختیار نہ ہوگا البتہ دیت لینے کا اختیار ہوگا[1]۔

وضاحت

قصاص لینے والے کو اپنے حق سے کم قصاص لینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا بلکہ وہ قصاص لینے میں مکمل برابری کرے گا، جیسے کسی شخص کی آنکھ مجرم نے اس طرح زخمی کی کہ اس کا صدقہ چشم اکھاڑ دیا اور وہ آدمی کہہ دے کہ میں اس پر راضی ہوں کہ مجرم کہ آنکھ خسف کر دی جائے تو اس کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا۔ لیکن اس کو قصاص چھوڑ کر دیت لینے کا اختیار حاصل ہوگا۔ البتہ اگر اس شخص کی صحیح سالم آنکھ کو مجرم نے ناکارہ کر دیا اور مجرم کی اسی آنکھ میں بھینگا پن ہو اور بصارت میں ضرر ہو تو مضروب چاہے تو ناقص بدلے پر راضی ہو جائے اور چاہے تو مجرم کے مال سے نصف دیت لے لے[2]۔

دفعہ ۶۳: ایک جانب کے عضو میں دوسرے جانب کے عضو کا قصاص نہیں لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

جان سے کم قصاص میں برابری شرط ہے لیکن برابری کے لئے ایک جانب کے عضو کے بدلے دوسرے جانب کے عضو کا قصاص نہیں لیا جائے گا، جیسے ایک آدمی کی صحیح سالم آنکھ کسی نے تلف کر دی اور مجرم کی وہی آنکھ چھوٹی یا بڑی ہو تو قصاص میں وہی آنکھ تلف کی جائے گی، برابری کے لئے دوسرے جانب کی آنکھ تلف کرنے کا اختیار نہ ہوگا، اسی طرح دائیں کان کے عوض بائیں کان اور اوپر کے ہونٹ کے عوض نیچے کے ہونٹ کا قصاص نہیں لیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۶۴: جان سے کم قصاص میں صرف اس صورت میں قصاص لیا جائے گا جب کہ برابری ممکن ہو[5]۔

وضاحت

جان سے کم قصاص صرف اس صورت میں لیا جائے گا جب کہ قصاص میں برابری ممکن ہو، جیسے مجرم نے کسی کا پورا کان کاٹ ڈالا تو قصاص میں مجرم کا کان کاٹا جائے گا، لیکن اگر مجرم نے کان کا تھوڑا سا حصہ کاٹ ڈالا تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ برابری ممکن ہے کہ نہیں، اگر برابری ممکن نہ ہو تو قصاص نہیں لیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۰

(2) الموسوعة الفقهية الكويتية، ۳۱: ۴۲

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۰

(4) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۰۴

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۰

(6) البحر الرائق، ۸: ۴۴۵

دفعہ ۶۵: کوئی عضو مکمل طور پر جڑ سے نوچ ڈالا گیا ہو تو اس میں قصاص نہیں ہوگا[1]۔

وضاحت

جان سے کم قصاص میں کسی عضو کے مکمل نوچ ڈالنے کی صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ جان سے کم قصاص میں برابری شرط ہے اور نوچ ڈالے گئے عضو میں برابری ہونا ناممکن ہے، جیسے مجرم نے کسی کا کان جڑ سے اکھاڑ ڈالا تو مجرم سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس پر ارش جنایت واجب ہوگا۔اسی طرح ہڈی توڑنے میں بھی قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ اس میں بھی برابری ممکن نہیں، جیسے مجرم نے کسی کے ناک کا بھانسا توڑ ڈالا تو مجرم سے قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ بھانسا ہڈی ہے اور ہڈی توڑنے میں برابری ممکن نہ ہونے کی وجہ سے قصاص ممکن نہیں[2]۔

دفعہ ۶۶: دانت توڑنے میں بھی قصاص لیتے وقت برابری کا خیال رکھا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کا دانت توڑا گیا تو جنایت کرنے والے کا دانت بھی اسی قدر توڑا جائے گا۔اس معاملے میں صغیر وکبیر برابر ہے یعنی دونوں کا قصاص یکساں لیا جائے گا۔اسی طرح جو دانت توڑا گیا ہے جنایت کرنے والے کا وہی دانت توڑا جائے گا، مثلاً سامنے کے دو دانت توڑے ہیں تو بدلے میں سامنے کے وہی دو دانت توڑے جائیں گے۔اگر دائیں جانب کا دانت توڑا ہے تو بدلے میں دائیں جانب کا دانت ہی توڑا جائے گا۔البتہ دانت کو مکمل جڑ سے اکھاڑنے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس کے مال میں دیت واجب ہوگی۔اسی طرح دانت اس طرح سے توڑا ہو کہ برابری ممکن نہ ہو تو اس میں بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ ارش واجب ہوگا۔جنایت کرنے والے سے قصاص لیتے وقت قاضی اس سے پوچھے گا کہ کس قدر دانت توڑا ہے پھر بدلے میں نقصان کے برابر دانت توڑا جائے گا[4]۔

دفعہ ۶۷: زخمی ہونے والا جنایت کرنے والے کو خود ضرب کا کہے تو پھر اسے قصاص کا حق حاصل نہ ہوگا[5]۔

وضاحت:

اگر کسی شخص نے دوسرے کو خود کو ضرب مارنے کا کہا اور اس نے ضرب مار کر اس کا دانت توڑ دیا تو جنایت کرنے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا، یہ بالکل اسی طرح ہے کہ کوئی کسی سے کہہ کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹ کٹوالے، تو جس طرح خود ہاتھ کٹوانے میں قصاص نہیں ہے اسی طرح خود ضرب مارنے کا کہہ کر دانت تڑوانے والے کا بھی قصاص نہیں ہے[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ١٠

(2) بدائع الصنائع، ٧: ٣٠٨

(3) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ١٠

(4) الجوهرة النیرة، ٢: ١٢٢

(5) الفتاویٰ الهندیة، ٦: ١١

(6) البحر الرائق، ٨: ٣٤٨

دفعہ ۶۸: نابالغ کا دانت اکھاڑنے والے سے کفیل لیا جائے گا[1]۔

وضاحت

نابالغ کا دانت اکھاڑ دیا گیا تو جنایت کرنے والے سے کفیل لیا جائے گا، اگر سال بھر میں دانت واپس جم گیا تو مجرم پر کچھ نہ ہوگا۔ اگر وہی نابالغ سال گزرنے سے پہلے مر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مجرم پر کچھ واجب نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں حکومت عدل[2] ہے[3]۔

دفعہ ۶۹: ضرب سے پہنچنے والے نقصان کے متعلق مضروب کا قول قبول کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

اگر ضرب سے کسی کا دانت ہلنے لگا تو ایک سال انتظار کیا جائے گا۔ ایک سال بعد اگر دانت نہیں گرا تو ضارب پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اگر سال گزرنے سے پہلے مضروب نے آکر دعویٰ کیا کہ اس کا دانت اسی ضرب کی وجہ سے گر گیا ہے اور ضارب نے کہا کہ نہیں کسی اور کے ضرب کی وجہ سے گر گیا ہے تو مضروب کا قول قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر سال گزرنے کے بعد مضروب نے یہی دعویٰ کیا اور ضارب نے انکار کیا تو ضارب کا قول معتبر ہوگا[5]۔ اگر ضرب کے بعد آدھا دانت جم گیا تو آدھا ارش واجب ہوگا اور اگر پورا جمنے کے بعد دوسرے نے ضرب سے دانت گرا دیا تو ایک سال انتظار کے بعد دوسرے ضارب سے قصاص لیا جائے گا اور پہلے ضارب پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

دفعہ ۷۰: جس عضو پر جنایت کی گئی اگر ضارب کا وہی عضو عیب دار ہو تو مضروب کو قصاص و دیت میں سے اختیار حاصل ہوگا[6]۔

وضاحت

اگر ضرب سے دانت توڑ ڈالا اور ضرب کے بعد، فیصلے سے پہلے ضارب کا وہی دانت سیاہ، زرد یا سبز ہو گیا تو مضروب کو اختیار ہوگا چاہے مضروب سے اسی عیب دار دانت کا قصاص لے لے یا ارش لے لے۔ اگر مضروب کا دانت پہلے سے عیب دار ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی۔ اگر مضروب نے قصاص و ارش میں سے کسی ایک کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ دانت کی جگہ دوسرا دانت جم آیا تو مضروب کا حق باطل ہو جائے گا[7]۔ اگر مضروب کے جو دانت اکھاڑے

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۱

(2) فقہاء کے نزدیک حکومت عدل کا اطلاق جنایت کے بدلے واجب ہونے والے ایسے مال پر بولا جاتا ہے، جس کی مقدار معین نہ ہو۔ اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ غلام کی قیمت اس طرح کے نقصان سے پہلے اور اس طرح کے نقصان کے بعد معلوم کی جائے گی، قیمت میں جو تفاوت ہوگا وہی حکومت عدل ہے۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۸: ۶۹)

(3) فتح القدير، ۱۰: ۲۹۴

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۲

(5) البحر الرائق، ۸: ۳۴۷

(6) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۲

(7) البحر الرائق، ۸: ۳۴۸

اکھاڑے گئے ہیں ضارب کے وہی دانت نہ ہو اور بعد میں اس کے دانت نکل آئے تو مضروب کو قصاص کا حق نہ ہو گا بلکہ ارش لے گا۔اسی طرح اگر کسی کا ہاتھ کاٹا گیا اور جنایت کرنے والے کا وہی ہاتھ شل ہو تو مضروب کو اختیار ہو گا چاہے وہی شل ہاتھ بطور قصاص کاٹے یا ارش لے لے۔اگر جنایت کرنے والے کا وہ ہاتھ بالکل ہی نہ ہو تو بھی یہی حکم ہو گا[1]۔ یاد رہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹنے کی صورت میں قصاص صرف اس صورت لیا جائے گا جبکہ جوڑ سے کاٹا ہو بغیر جوڑ کاٹے ہوئے عضو میں قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ دیت واجب ہو گی[2]۔

دفعہ ۷۱: ضارب کے ضرب سے خود کو بچانے میں مضروب نے ضارب کو نقصان پہنچایا تو کچھ واجب نہ ہو گا[3]۔

وضاحت

کسی شخص نے ایسی صورت حال میں کسی کو نقصان پہنچایا کہ اس کے نقصان سے خود کو بچا رہا تھا تو کچھ اس پر واجب نہ ہو گا جیسے ایک شخص کے ہاتھ کو کسی نے دانتوں سے چبایا اور اس نے خود بچانے کے لئے ہاتھ کھینچا، جس سے ہاتھ چبانے والے کے دانت ٹوٹ گئے تو دانت توڑنے والے پر کچھ لازم نہ ہو گا[4]۔

دفعہ ۷۲: حملہ آور کو ایسی جگہ قتل کرنا جائز ہے جہاں لوگ حملہ آور سے بچانے کے لئے اس کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے[5]۔

وضاحت

اگر کوئی حملہ آور نقصان پہنچانے کی نیت سے کسی پر حملہ کردے اور یہ جگہ ایسی ہو کہ جہاں مظلوم کو حملہ آور سے بچانے کے لئے لوگ مدد کو نہیں پہنچ سکتے، تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ حملہ آور کو قتل کردے۔البتہ اگر ایسی جگہ ہو کہ جہاں لوگ بچانے کے لئے مدد کو پہنچ سکتے ہو تو قتل کرنا جائز نہیں۔

دفعہ ۷۳: زائد عضو قطع کرنے میں قصاص نہیں لیا جائے گا[6]۔

وضاحت

اگر کسی کے ہاتھ یا پاؤں میں زائد انگلی ہو اور کسی نے جنایت کر کے وہی انگلی کاٹ دی تو اگر جنایت کرنے والے کے ہاتھ یا پاؤں میں زائد انگلی موجود بھی ہو تب بھی قصاص نہیں لیا جائے گا[7]۔

---

(1) بدایۃ المبتدی،۱ :۲۴۱

(2) المبسوط،۴ :۴۹۱

(3) الفتاویٰ الھندیۃ ،۶: ۱۲

(4) مجمع الضمانات،۱ :۱۶۸

(5) الفتاویٰ الھندیۃ ،۶: ۱۲

(6) نفس مصدر

(7) بدائع الصنائع،۷ :۳۰۳

دفعہ ۷۴: جنایت کرنے والا مر گیا یا اس کا مطلوبہ عضو قصاص سے پہلے کٹ گیا تو مظلوم کا حق باطل ہو جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور قصاص لینے سے پہلے جنایت کرنے والے کا وہی ہاتھ کٹ گیا یا وہ مر گیا تو مظلوم کا حق باطل ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مظلوم کا جس جگہ حق تھا وہ جگہ باقی نہ رہی[2]۔البتہ اگر جنایت کرنے والے کو قصاصاً قتل کیا گیا یا اس کا ہاتھ چوری میں بطور حد کاٹا گیا تو مظلوم اس کے مال سے دیت کا حقدار ہو گا لیکن اگر قاطع کا ہاتھ جنایت کے بعد آفت سماوی سے باقی نہ رہا تو مظلوم کا حق باطل ہو جائے گا۔اگر قاطع نے کسی کا دایاں ہاتھ کاٹا اور خود قاطع کا دایاں ہاتھ نہ ہو تو ارش واجب ہو گا۔اگر قاطع کی دو انگلیاں کاٹ دی اور خود قاطع کی ایک انگلی ہو تو ایک انگلی میں قصاص اور دوسری میں ارش واجب ہو گا[3]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں ضرر کا غیر مستوجب قصاص ہونے کی وجوہات میں لکھا ہے:

"when the organ of the offender liable to qisas is missing[4]".

ترجمہ: جب مجرم کا وہ عضو، جس کا وہ قصاص کا مستوجب ہے، موجود نہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔لہٰذا اس مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت ہے۔

دفعہ ۷۵: دو لوگوں کو نقصان پہنچایا گیا تو کم نقصان والے کا قصاص لے کر دوسرے کو قصاص وارش میں اختیار دیا جائے گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا اور دوسرے کی انگلی اور پھر وہ دونوں قاضی کے عدالت میں حاضر ہوئے، تو قاضی انگلی والے کے لئے قصاص لے کر دوسرے کو قصاص وارش میں اختیار دے گا۔البتہ اگر ہاتھ کٹا شخص پہلے آیا تو اس کے لئے قصاص لے کر انگلی کٹے شخص کو ارش دلایا جائے گا[6]۔اسی طرح تین لوگوں کے انگلیوں کے پورے بالترتیب اوپر، درمیانی اور نیچے کے جوڑ سے کاٹے پھر تینوں نے مقدمہ دائر کیا تو اوپر کے پورے والے کے لئے

---

(1) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۱۳

(2) درر الحکام شرح غرر الاحکام ،ملا خسرو محمد بن فرامرز ،۲ :۱۱۴،دار احیاء التراث العربی ،بیروت ،ت ن

(3) البحر الرائق ،۸ : ۳۵۲

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(M)

(5) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۱۳

(6) بدائع الصنائع ،۷ : ۳۰۰

قصاص لیا جائے گا اور باقی دونوں کو قصاص وارش میں اختیار دیا جائے گا[1]۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی پھر دوسرے کا ہاتھ کہنی میں کاٹا تو پہلے کے لئے قصاص لیا جائے گا اور دوسرے کو قصاص وارش میں اختیار دیا جائے گا۔

دفعہ ۷۶: اگر مجنیٰ علیہ نے قصاص سے قبل اپنے حق سے زیادہ جنایت کیا تو جانی اول کو قصاص وارش میں اختیار دیا جائے گا[2]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی پھر اس نے قاطع کا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو اس کا حق باطل ہو جائے گا اور قاطع اول کو اختیار حاصل ہو گا چاہے تو اسی ناقص ہاتھ کو قصاصاً کاٹ دے یا ارش لے لے۔ اسی طرح اگر ہاتھ کٹنے کے بعد مقطوع نے قاطع کی انگلی کاٹ ڈالی پھر قاطع اول نے دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو دوسرے مقطوع کو دیت اور ناقص ہاتھ میں قصاص کا اختیار دیا جائے گا۔ لیکن مقطوع ثانی نے بھی قاطع کی انگلی کاٹ ڈالی تو دیت لینے کا اختیار باقی نہ رہے گا اور دونوں کے لئے قاطع کا ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا جائے گا۔ البتہ مقطوع اول کے لئے قاطع اول پر ہاتھ کاٹنے پر آدھی دیت دو سال میں ادا کرنا لازم ہو گی[3]۔

دفعہ ۷۷: دو مختلف افراد پر جنایت کی تو دونوں کے لئے قصاص لیا جائے گا[4]۔

وضاحت

دو مختلف افراد کے مختلف ہاتھ یعنی ایک کا دایاں اور دوسرے کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا تو دونوں کے لئے قاطع سے قصاص لی جائے گی اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے اور اگر ایک ہی شخص کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو بھی قاطع کے دونوں ہاتھ بطور قصاص کاٹ دیئے جائیں گے۔ البتہ دو مختلف افراد کا ایک ہی ہاتھ کاٹ ڈالا یعنی دونوں کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تو ان دونوں کے قصاص میں قاطع کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور نصف دیت دونوں کے لئے قاطع پر واجب ہو گی جو دونوں میں برابر تقسیم ہو گی۔ اگر ایک نے معاف کر دیا تو دوسرے کے قصاص میں وہی ہاتھ کاٹا جائے گا اور دوسرے کو کچھ نہ ملے گا۔ اگر ایک مظلوم نے قصاص کا مطالبہ کر دیا اور دوسرا غائب تھا تو حاضر کے لئے قصاص لیا جائے گا اور غائب جب حاضر ہو تو اسے ارش دیا جائے گا۔ اگر دونوں نے مقدمہ دائر کیا اور قصاص یا دیت کا فیصلہ ہو گیا اور دیت لے لی پھر ایک نے اس کو معاف کر دیا تو دوسرے کو قصاص کا حق حاصل نہ ہو گا بلکہ اسے آدھی دیت ہی ملے گی[5]۔

---

(1) المبسوط، ۴: ۴۹۵

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۳

(3) المبسوط للسرخسی، ۲۶: ۱۴۷

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۳

(5) المبسوط للسرخسی، ۲۶: ۱۳۹

دفعہ ۷۸: دو مختلف افراد پر جنایت کی اور ان میں ایک نے بطور بدلہ کم جنایت کی تو قصاص کا حق باطل ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے دو مختلف افراد کے ہاتھ کاٹ ڈالے پھر ان میں سے ایک نے قاطع کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو قاطع پر صرف ایک ہاتھ کی دیت دینا باقی رہ جائے گی جو دونوں مقطوعین میں تقسیم ہوگی۔ اور قاطع کو اپنے ہاتھ کے بدلے قصاص اور دیت کا حق حاصل ہوگا۔ یہ دیت دو سال میں ادا کی جائے گی[2]۔

دفعہ ۷۹: ایک جنایت کا زخم بھر گیا لیکن قصاص سے پہلے اسی عضو میں دوسری جنایت کر دی تو پہلی کا قصاص لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی کا اوپر والا پور کاٹا، پھر وہ زخم ٹھیک ہو گیا لیکن ابھی اس کا قصاص نہیں لیا تھا کہ اس کا دوسرا پور کاٹا تو قاطع کا پہلا پور بطور قصاص کاٹ دیا جائے گی اور دوسرے پور میں ارش واجب ہوگا۔ اگر تیسرا پور بھی کاٹ دیا حالانکہ پہلے اور دوسرے پور کا زخم ٹھیک نہیں ہوا تھا تو اس کی انگلی جڑ سے قصاص میں کاٹ ڈالی جائے گی۔ اگر ایک پور کا زخم ٹھیک ہونے کے بعد قصاص لیا پھر دوسرے پور کو کاٹ ڈالا تو دوبارہ قصاص واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر انگلی کاٹی اور زخم ٹھیک ہونے سے پہلے ہتھیلی کاٹ دی تو قصاص میں ہتھیلی کاٹ دی جائے گی۔ لیکن اگر ایک پور کاٹنے کے بعد ٹھیک ہونے سے پہلے دوسرا پور آدھا کاٹ ڈالا تو قصاص نہیں لیا جائے گا البتہ اگر ٹھیک ہونے کے بعد ایسا کیا تو پہلے پور کا قصاص لیا جائے گا [4]۔

دفعہ ۸۰: جانی نے ایک عضو پر جنایت کی اور دوسرے عضو کو خود نقصان پہنچا تو قصاص ساقط ہوگا[5]۔

وضاحت

کسی شخص نے جنایت کر کے دوسرے کی انگلی کاٹ ڈالی جس سے اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا تو قصاص ساقط ہوگا اور ہاتھ کی دیت واجب ہوگی۔ اگر ایک انگلی کاٹ دی اور دوسری خود گر گئی تو قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ دو انگلیوں کی دیت واجب ہوگی۔ صاحبین کے نزدیک انگلی میں قصاص اور ہاتھ مفلوج ہونے میں ارش واجب ہوگا۔ لیکن اگر دوسرے عضو کو بھی نقصان جانی کے فعل سے پہنچا ہے تو بالاتفاق پہلے میں قصاص اور دوسرے میں دیت واجب ہوگی[6]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ٦: ١٤

(2) البحر الرائق، ٨: ٣٥٨

(3) الفتاوىٰ الهندية، ٦: ١٤

(4) بدائع الصنائع، ٧: ٣٠٢

(5) الفتاوىٰ الهندية، ٦: ١٤

(6) شرح مختصر الطحاوی للجصاص، ٢: ٣٢

دفعہ ۸۱: جنایت کا قصاص لیا گیا لیکن اسی جنایت کے اثر سے مجنیٰ علیہ مر گیا تو جانی کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا[1]۔

وضاحت

جنایت کر کے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر جانی سے قصاص لیا گیا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا پھر مجنیٰ علیہ اسی زخم سے مر گیا تو جانی کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور جانی قصاصاً ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مر گیا تو مجنیٰ علیہ کی برادری پر اس کی دیت واجب ہو گی[2]۔

دفعہ ۸۲: جانی نے پہلی جنایت کا زخم ٹھیک ہونے سے قبل مجنیٰ علیہ کو قتل کر دیا تو دو قصاص لینے میں امام المسلمین کو اختیار ہو گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے اس کو قتل کر دیا تو امام المسلمین کو اختیار ہو گا چاہے تو پہلے ہاتھ بطور قصاص کاٹ لے اور پھر قتل کرے یا ہاتھ کا قصاص نہ لیا جائے اور قتل کر دے۔ صاحبین کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ قتل کیا جائے گا[4]۔ اگر کسی شخص پر عمداً جنایت کر دی پھر ٹھیک ہونے سے پہلے دوسری جنایت کر کے اس کو قتل کر دیا تو یہ ایک جنایت شمار ہو گی اور جانی کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر جنایت کی جنس مختلف ہو جیسے ایک عمداً ہوا اور دوسری خطا یا پہلی جنایت کا زخم ٹھیک ہو گیا ہو تو دو جنایتیں شمار ہوں گی اور ہر ایک کا الگ سے ضامن ہو گا۔

دفعہ ۸۳: آلہ تناسل کے کاٹنے پر قصاص واجب ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کا آلہ تناسل کاٹا گیا تو اس میں قصاص لیا جائے گا اسی طرح اگر صرف خشفہ کاٹا ہے تب بھی قصاص لیا جائے گا۔ لیکن ذکر یا خشفہ کا تھوڑا سا حصہ کاٹا گیا تو قصاص واجب نہ ہو گا۔ آلہ تناسل میں قصاص کے لئے یہ شرط ہے کہ اس نے بول کے لئے حرکت شروع کر دی ہو اگر اتنے کم عمر بچے کا آلہ تناسل کاٹا جس کے آلہ تناسل نے بول کے لئے حرکت شروع نہیں کی تو اس میں حکومت عدل واجب ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۵

(2) تبيين الحقائق، ۶: ۱۲۰

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۵

(4) الهداية، ۴: ۴۵۳

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۵

(6) بدائع الصنائع، ۷: ۳۰۸

باب نمبر ۵ : قتل کے اقرار و گواہی کے بیان میں

دفعہ ۸۴: کسی پر دو گواہوں نے قتل عمد کی گواہی دی تو گواہوں کی تعدیل تک اسے قید کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص پر دو افراد نے قتل عمد کی گواہی دی تو گواہوں کی تعدیل تک اس کو قید میں رکھا جائے گا۔ اگر ایک عادل شخص نے گواہی دی تو بھی اسے چند روز تک قید کیا جائے گا، اگر دوسرا گواہ نہیں آیا تو اسے رہا کر دیا جائے گا۔ اس حکم میں قتل عمد، شبہ عمد اور خطا سب برابر ہیں[2]۔

دفعہ ۸۵: مدعیٰ علیہ سے کفیل صرف اس صورت طلب کیا جائے گا جب گواہ شہر میں موجود ہو[3]۔

وضاحت

ایک شخص نے دوسرے پر اپنے باپ کے قتل خطا کا مقدمہ دائر کیا اور ساتھ ہی قاضی سے مطالبہ کیا کہ میرے گواہ شہر میں ہے، لہٰذا گواہوں کے حاضر ہونے تک مدعیٰ علیہ سے کفیل طلب کیا جائے تو قاضی اس کے مطالبے پر مدعیٰ علیہ تین دن کے لئے کفیل طلب کرے گا۔ البتہ اگر مدعی کہے کہ میرے گواہ غائب ہیں تو قاضی مدعیٰ علیہ سے کفیل طلب نہیں کرے گا۔ اگر قتل عمد کا دعویٰ ہو تو گواہ قائم کرنے کے بعد مدعیٰ علیہ کو زجراً قید کیا جائے گا پھر گواہوں کی تعدیل کے بعد مدعی کی درخواست پر قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۸۶: دو وارثوں میں ایک کے دعویٰ پر مقدمہ تو چلایا جا سکتا ہے لیکن قصاص کا حکم نہ ہوگا[5]۔

وضاحت

کسی مقتول شخص کے دو بیٹوں میں سے ایک غائب تھا اور اس کی غیر موجودگی میں حاضر بیٹے نے باپ کے قتل کا مقدمہ قاتل پر دائر کر کے گواہ پیش کر دیئے تو قاضی قاتل کو قید کرے گا۔ جب غائب بیٹا حاضر ہو تو وہ دوبارہ گواہ پیش کرے گا اور اس کی موجودگی میں قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۵

(2) المبسوط للسرخسی، ۲۶: ۱۰۶

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۵

(4) العنایة، ۸: ۱۹۳

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۲

(6) البنایة، ۱۳: ۱۴۸

دفعہ ۸۷: غائب پر قصاص کا مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا[1]۔

وضاحت

مقتول کے تمام ورثاء نے عدالت میں دو افراد جن میں ایک حاضر تھا اور ایک غائب، پر قتل کا مقدمہ دائر کر دیا تو جو قاتل حاضر ہے اس کے خلاف گواہ پیش کیا جائے گا گا اور قتل ثابت ہونے پر اس سے قصاص لیا جائے گا اور غائب کے آنے کا انتظار نہ کیا جائے گا۔ پھر جب غائب حاضر ہو جائے اور دعویٰ کا انکار کر دے تو دوبارہ سے گواہ پیش کئے جائیں گے۔

دفعہ ۸۸: قتل کے مقدمہ میں گواہوں کا وار کرنے کی گواہی دینا کافی ہے[2]۔

وضاحت

قتل کے مقدمے میں دو گواہوں نے بیان دیا کہ قاتل نے مقتول پر ہمارے سامنے وار کیا تھا تو یہی کافی ہے، قاضی یہ نہیں پوچھے گا کہ اسی وار سے مقتول کی موت واقع ہوئی کہ نہیں؟ انہی الفاظ پر قاضی قصاص کا حکم دے گا۔ اگر گواہوں نے کہا کہ اسی وار سے موت ہوئی ہے تب بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ وار کیا اور اسی وار سے مر گیا تو بہتر یہی ہے کہ قاضی دریافت کرے گا کہ کیا عمداً ایسا کیا؟ اسی طرح اگر گواہ کہے کہ اسے تیر یا نیزہ سے مارا تو یہ بھی قتل عمد ہوگا[3]۔

دفعہ ۸۹: گواہ قتل خطا کی گواہی دے یا قتل کی نوعیت سے لاعلمی ظاہر کرے تو گواہی قبول کر کے دیت لازم کر دی جائے گی[4]۔

وضاحت

اگر گواہوں نے واضح طور پر قتل خطا کی گواہی دی یا یہ کہہ دیا کہ ہمیں علم نہیں کہ قتل خطا تھا یا قتل عمد تو دونوں صورتوں میں گواہی قبول کی جائے گی اور قاتل پر دیت لازم ہوگی جو قتل خطا کی صورت میں قاتل کی مددگار برادری ادا کرے گی اور قتل کی نوعیت سے لاعلمی کی صورت میں قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۶

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۶

(3) فتح القدیر، ۱۰: ۲۶۳

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۱۶

(5) البحر الرائق، ۸: ۳۶۸

دفعہ ۹۰: گواہی میں واضح اختلاف کی صورت میں گواہی رد کر دی جائے گی[1]۔

وضاحت

اگر دو گواہوں نے قتل کے مقدمے میں قاتل کے خلاف کچھ یوں گواہی دی کہ ایک گواہ نے قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے قاتل کے اقرار پر گواہی دی، تو گواہی رد کر دی جائے گی۔ اسی طرح اگر قتل کے وقت یا مکان میں اختلاف کیا تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی مثلاً ایک نے جمعہ کے دن قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اتوار کے دن قتل کی گواہی دی یا ایک نے کوفہ میں قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے بصرہ میں تو دونوں صورتوں میں گواہی رد کر دی جائے گی[2]۔ اگر ایک گھر کے اطراف میں گواہ مختلف ہوئے تو گواہی قبول کی جائے گی اور زخم کی جگہ میں اختلاف کی صورت میں گواہی رد کر دی جائے گی۔ اسی طرح آلہ قتل میں اختلاف کی صورت میں بھی گواہی رد کر دی جائے گی[3]۔

دفعہ ۹۱: گواہوں نے قتل سے پہلے ایک اور جنایت کی گواہی دی تو قصاص بالنفس پر اکتفا کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

دو گواہوں نے گواہی دی کہ قاتل نے پہلے مقتول کا ہاتھ کاٹا پھر اسے قتل کیا تو قاضی صرف قاتل کے قصاصاً قتل کا حکم دے گا۔ اگر دونوں جنایتوں میں سے ایک خطا اور دوسرا عمداً کرنے کی گواہی دی گئی تو اگر دون النفس جنایت خطا ہو تو اس کی دیت واجب کر دی جائے گی اور قصاصاً قتل کر دیا جائے گا اور اگر دون النفس جنایت عمداً ہونے کی گواہی دی گئی تو دون النفس جنایت کے بدلے قصاص اور قتل کے بدلے دیت واجب کر دی جائے گی جو قاتل کے عاقلہ کے ذمے ہوگی[5]۔

دفعہ ۹۲: جھوٹی گواہی کی صورت میں دیت واپس لوٹائی جائے گی[6]۔

وضاحت

اگر قتل خطا کے مقدمے میں جھوٹی گواہی کے ذریعے عاقلہ پر دیت لازم کر دی گئی اور بعد میں مقتول زندہ نظر آیا تو برادری کو اختیار حاصل ہے چاہے تو ولی سے تاوان وصول کرے اور چاہے تو گواہوں سے وصول کرے البتہ گواہوں سے وصولی کی صورت میں گواہ ولی پر واپسی کے لئے رجوع کریں گے۔ اگر قتل عمد میں جھوٹی گواہی دی اور مدعی علیہ کو قصاصاً قتل کر دیا گیا پھر وہ مقتول جس کا قصاص لیا گیا زندہ نظر آیا تو ورثا کو اختیار ہے چاہے ولی سے دیت

---

(1) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۱۶

(2) المبسوط للسرخسی،۲۶ :۱۰۴

(3) الدر المختار،۶ :۵۷۰

(4) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۱۷

(5) المبسوط للسرخسی،۲۶ :۱۶۹

(6) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۱۷

لے یا گواہوں سے، لیکن گواہوں سے لینے کی صورت میں گواہوں کو ولی سے وصولی کا اختیار نہ ہو گا۔ قاتل کے اقرار پر گواہی دینے کی صورت میں چاہے قتل عمد ہو یا خطا صرف ولی پر ضمان ہو گی[1]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۱۹۴ میں جھوٹی گواہی دینے کی سزا کے متعلق کہا گیا:

> "Whoever gives or fabricates false evidence, intending thereby to cause, or knowing it to be likely that he will thereby cause any person to be convicted on an offence which is capital by any law for the time being in force, shall be punished with imprisonment for life, or with rigorous imprisonment for a term which may extend to ten years[2]".

ترجمہ: جو کوئی اس نیت سے جھوٹی گواہی دے یا گھڑے کہ اس سے وہ کسی ایسے شخص و سزایاب کرانے کا باعث ہو گا یا علم رکھتے ہوئے کہ اس سے اس کے باعث ہونے کا احتمال ہو گا جو کسی قانون رائج الوقت کے مطابق سنگین ہے تو اس عمر قید یا قید سخت کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد دس برس تک ہو سکتی ہے۔

جبکہ دفعہ ۱۹۵ میں کہا گیا:

> "Whoever gives or fabricates false evidence intending thereby to cause, or knowing it to be likely that he will thereby cause any person to be convicted of an offence which by any law for the time being in force is not capital, but punishable with imprisonment for life, or imprisonment for a term of seven years or upwards, shall be punished as a person convicted of that offence would be liable to be punished[3]".

ترجمہ: جو کوئی اس نیت سے جھوٹی گواہی دے یا گھڑے کہ اس سے وہ کسی ایسے شخص و سزایاب کرانے کا باعث ہو گا یا علم رکھتے ہوئے کہ اس سے اس کے باعث ہونے کا احتمال ہو گا جو کسی قانون رائج الوقت کے مطابق سنگین نہیں ہے بلکہ عمر قید یا سات سال یا زیادہ میعاد کی قید سے قابل سزا ہے تو اس کو وہ سزا دی جائے گی جس کا وہ شخص مستوجب ہو گا جو اس جرم کا مجرم ثابت ہو گیا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں کہا گیا کہ اگر کسی کی گواہی کے نتیجے میں کسی پر قتل کا جرم ثابت ہو گیا اور اسے قصاصاً سزائے موت دی گئی تو جھوٹی گواہی دینے پر دیت لازم ہو گی۔ لٰہذا جھوٹی گواہی سے متعلق بعض سزاؤں میں تعزیرات پاکستان اور فتاویٰ عالمگیری میں فرق موجود ہے۔

---

(1) المحیط البرہانی، ۸: ۵۸۲

(2) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:194

(3) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:195

دفعہ ۹۳: گواہوں میں ایسا اختلاف جس میں کم جنایت پر اتفاق ہو، قاضی اسی پر فیصلہ کرے گا[1]۔

وضاحت

مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس کے مورث کو موضحہ[2] زخم لگایا گیا جس سے اس کی موت ہوگئی، گواہوں نے موضحہ سے صحت کی گواہی دی تو قاضی موضحہ کے قصاص کا حکم دے گا، کیونکہ گواہی سے موضحہ کا ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اگر گواہوں میں سے ایک نے موضحہ سے صحت اور دوسرے نے اس کی سرایت کی گواہی دی تب بھی موضحہ کا قصاص لیا جائے گا کیونکہ موضحہ کے ثبوت پر دونوں گواہ متفق ہیں[3]۔

دفعہ ۹۴: ورثا نے دو مختلف لوگوں پر قتل کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی پر ان کے لئے دیت کا فیصلہ کیا جائے گا[4]۔

وضاحت

مقتول کے دو بیٹوں میں ایک نے کسی ایک شخص پر باپ کے قتل عمد کا دعویٰ اور گواہ قائم کئے اور دوسرے بیٹے نے کسی اور شخص پر قتل خطا کے گواہ قائم کئے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور پہلے بیٹے کے لئے اس کے مدعی علیہ کے مال سے آدھی دیت واجب کر دی جائے گی جبکہ دوسرے بیٹے کے لئے اس کے مدعیٰ علیہ کی مددگار برادری کے مال سے آدھی دیت واجب کر دی جائے گی۔ اگر دو بیٹوں کے علاوہ ایک موصی لہ بھی ہو تو اس نے جس کی تصدیق کی دیت میں اس کا حصہ دار بنایا جائے گا۔ اور اگر دونوں کی تصدیق یا تکذیب کی تو اسے کچھ نہ ملے گا۔ اگر ایک بیٹے نے اپنے بھائی پر باپ کو قتل کرنے پر گواہ قائم کئے اور دوسرے بیٹے نے کسی اور شخص کے قاتل ہونے پر گواہ قائم کئے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھائی پر دعویٰ کرنے والے کو بھائی کے مال سے نصف دیت دی جائے گی اور دوسرے بیٹے کو اس کے مدعیٰ علیہ کے مال سے نصف دیت دی جائے گی۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک بھائی کے قاتل ہونے پر گواہ قائم کرنے والے کے لئے قتل خطا کی صورت میں بھائی کے مال سے دیت واجب کر دی جائے گی اور قتل عمد کی صورت میں بھائی پر قصاص کا حکم ہوگا۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں میراث دونوں بیٹوں کو ملے گا۔ اگر تین بیٹے ہو اور ہر ایک دوسرے کے قاتل ہونے پر گواہ قائم کئے تو قصاص ساقط ہوگا اور ہر ایک کے لئے مدعیٰ علیہ پر تہائی دیت ثابت ہوگی[5]۔ اگر دو بیٹے اور ایک بھائی ہو اور ہر ایک نے دوسرے پر قتل کے گواہ قائم کر دیئے تو بھائی کے گواہ رد ہوں گے اور فیصلہ اس کے خلاف ہوگا۔ اگر بھائی نے کسی ایک بیٹے کی تصدیق کی تو اس کی گواہی کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ اگر بیٹوں نے ایک دوسرے پر اور بھائی نے دونوں بیٹوں پر گواہ قائم کر دیئے تو بھائی کی گواہی قبول کی جائے گی اور بیٹوں کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا اور میراث بھائی کو ملے گی۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۱۷

(2) موضحہ: وہ زخم جس سے ہڈی کھل جائے۔(الهداية،۴ : ۴۶۴)

(3) البحر الرائق،۸ :۳۷۱

(4) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۱۷

(5) البحر الرائق،۸ :۳۶۹

دفعہ ۹۵: دو مختلف افراد نے ایک ہی شخص کے قتل کا اقرار کیا تو ولی کو ان میں سے ہر ایک سے قصاص لینے کا اختیار ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر دو مختلف افراد میں سے ہر ایک نے اپنے اوپر اقرار کیا کہ میں نے قتل کیا ہے اور ولی نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے تو مقتول کے ولی کو حق حاصل ہو گا کہ دونوں کو قصاص میں قتل کرے۔ دو مختلف افراد پر قتل کی گواہی اس طور دی گئی کہ ہر ایک پر الگ واقعہ میں ایک ہی شخص کا قتل ثابت کیا گیا تو اگر ولی دونوں کے متعلق کہتا ہے کہ ان دونوں نے قتل کیا ہے تو تمام گواہوں کی گواہی باطل ہو جائے گی اور کسی سے قصاص نہیں لیا جائے گا قصاص[2]۔ اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے قتل کیا ہے اور ولی نے اس سے قصاص لے لیا اور پھر دوسرا آیا اس نے بھی اقرار کر لیا تو ولی کو اس سے بھی قصاص لینے کا حق حاصل ہو گا۔

دفعہ ۹۶: قاتل قتل خطا کا اقرار کرے اور ولی قتل عمد کا دعویٰ کرے تو مقر کا قول قبول کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر قاتل نے قتل خطا کا اقرار کیا اور ولی نے قتل عمد کا دعویٰ کیا تو مقر کا قول قبول کیا جائے گا اور قاتل پر دیت لازم ہو گی اور اگر قاتل عمد کا دعویٰ کرتا ہے اور مقتول کا ولی خطا کا دعوی کرتا ہے تو ولی کے لئے مقتول پر کچھ لازم نہ ہو گا۔ اگر بعد میں ولی مقتول قاتل کی تصدیق کرتا ہے تو اس کے قاتل پر صرف دیت لازم ہو گی[4]۔

دفعہ ۹۷: ایک شخص قتل کا اقرار کرے اور دوسرے پر اسی قتل کے گواہ قائم ہو تو مقر کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا[5]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے اپنے ولی کے قتل کا دعویٰ دو لوگوں پر کر دیا۔ ان میں سے ایک نے اقرار کر لیا اور دوسرے پر گواہوں کے ذریعے قتل ثابت ہو گیا تو قتل عمد کی صورت مقر سے قصاص لیا جائے گا اور قتل خطا کی صورت میں اس سے نصف دیت لی جائے گی اور جس پر گواہی کے ذریعے قتل ثابت ہوا ہے اس پر کچھ واجب نہ ہو گا۔ اگر دو مدعیٰ علیہان میں سے ایک نے اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا اور مدعی کے پاس کوئی گواہ موجود نہیں تو مقر کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر دونوں نے اقرار کیا لیکن ایک نے قتل عمد اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو دونوں پر دیت واجب ہو گی[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۹

(2) الهداية، ۴: ۴۵۸

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۹

(4) المبسوط للسرخسی، ۲۶: ۱۰۳

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۱۹

(6) البحر الرائق، ۸: ۳۷۱

دفعہ ۹۸: فیصلے میں ابہام کی وجہ سے ولی کا حق باطل کر دیا گیا تو اگر فیصلے کے بعد ابہام دور بھی ہو جائے تو فیصلہ برقرار رہے گا[1]۔

وضاحت

ایک شخص اقرار کرے کہ میں نے مقتول کا ہاتھ کاٹا اور فلاں نے اس کا پاؤں کاٹا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ جبکہ ولی نے کہا کہ تو نے اکیلے ہی اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے ہیں اور دوسرا شخص قتل میں شرکت سے انکار کر دے تو ولی کو مقر سے قصاص لینے کا حق حاصل ہو گا۔ لیکن اگر ولی کہے کہ ہاتھ تو نے کاٹا ہے اور پاؤں کے متعلق معلوم نہیں کہ کس نے کاٹا ہے اور قاضی نے ابہام کی وجہ سے ولی کا حق باطل کر دیا اور پھر بعد میں ولی نے کہا کہ مجھے یاد آگیا ہے کہ پاؤں کس نے کاٹا ہے، تو فیصلہ تبدیل نہیں ہو گا۔ یہی حکم دونوں ہاتھوں کے کاٹنے سے مرنے کی صورت میں بھی ہے[2]۔

باب نمبر ۶: صلح و عفو میں شہادت ادا کرنے کے بیان میں

دفعہ ۹۹: باپ کو اپنے بیٹے پر کئے گئے دون النفس جنایت میں صلح کا حق حاصل ہے[3]۔

وضاحت

باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے بیٹے پر کئے گئے جان تلف کرنے سے کم جنایت میں صلح کرے۔ البتہ نفس پر جنایت میں صلح کا حق حاصل ہونے کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے[4]۔

دفعہ ۱۰۰: مقتول کے اولیاء صلح بالمال پر راضی ہو گئے تو قصاص ساقط ہو گا[5]۔

وضاحت

مقتول کے اولیاء قاتل کے ساتھ صلح بالمال پر راضی ہو گئے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ چاہے مال کم ہو یا زیادہ، معجل ہو یا مؤجل۔ اگر مال کی ادائیگی کے لئے کسی وقت کا ذکر نہیں کیا تو مال فی الفور لازم ہو گا کیونکہ یہ عقد کے ذریعے واجب ہونے والا مال ہے اور اس میں مال فی الفور لازم ہوتا ہے[6]۔ البتہ اگر قتل خطا میں اس طرح کے الفاظ سے صلح کرے کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار دینار یا دس ہزار درہم پر صلح کی اور یہ قاضی کے فیصلے اور معاقدین کے دیت کے کسی نوع پر راضی ہونے سے پہلے ہو تو یہ مال مؤجل ہو گا۔

---

(1) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۰

(2) البحر الرائق، ۸: ۳۱۷

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۰

(4) تبیین الحقائق، ۶: ۱۲۱

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۰

(6) الھدایۃ، ۴: ۴۵۱

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۰ میں قتل عمد مستوجب قصاص میں مال کے ذریعے صلح کو قصاص ساقط کرنے کا سبب کہا گیا:

In the case of qatl-i-amd, an adult sane wali may, at any time on accepting badl-i-sulh, compound his right of qisas[1]".

دفعہ ۳۱۰: قتل عمد کے مقدمے میں بالغ باشعور ولی کسی بھی وقت بدل صلح کو قبول کرتے ہوئے اپنے حق قصاص پر صلح کر سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی قرار دیا گیا کہ مقتول کے اولیاء یا ولی اگر صلح بالمال کرلے تو قاتل سے قصاص ساقط ہو گا۔

دفعہ ۱۰۱: دو قاتلوں سے میں ہر ایک پر صلح کے مال کی آدھی مقدار واجب ہو گی[2]۔

وضاحت

اگر دو قاتلوں نے مال پر صلح کی تو دونوں سے صلح کے مال کی آدھی مقدار وصول کی جائے گی اگرچہ ان میں سے ایک غلام ہی کیوں نہ ہو جیسے مقتول کے ورثا نے دو قاتلوں سے ہزار درہم پر صلح کی اور ان میں سے ایک غلام اور دوسرا آزاد ہو تو آزاد پر بھی پانچ سو درہم لازم ہونگے اور غلام کے آقا پر بھی پانچ سو درہم واجب ہوں گے[3]۔

دفعہ ۱۰۲: قتل خطا میں صلح بعد القضاء والرضاء ایسی نوع پر ہو جس پر قضا یا رضا ہو چکی ہو تو دیت سے زائد مال مقرر کرنا جائز نہ ہو گا[4]۔

وضاحت

قتل خطا میں قاضی کے فیصلے یا متعاقدین کی رضامندی کے بعد دیت کے ایسے نوع پر صلح کی گئی کہ جس پر قاضی نے فیصلہ دیا ہو یا معاقدین کی رضامندی طے پائی ہو، تو ایسی صورت میں دیت سے زائد پر صلح کرنا جائز نہ ہو گا کیونکہ اس نے ربٰو کی صورت اختیار کرلی[5]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل خطا اور شبہ عمد میں صلح دیت کے عوض کے طور پر ہوتی ہے[6]۔ اگر قاضی کے فیصلے سے کم مقدار پر صلح کی گئی ہو تو اس میں نقد اور ادھار دونوں جائز ہے۔ اگر قاضی قاضی کے مقرر کردہ نوع کے علاوہ دیت کی دوسری نوع پر صلح کی گئی ہو تو زائد مقدار پر صلح جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم پر فیصلہ کیا ہو اور صلح دنانیر

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:310

(2) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٠

(3) فتح القدير، ١٠: ٢٤٠

(4) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٠

(5) الدر المختار، ٦: ٥٢٩

(6) بدائع الصنائع، ٦: ٤٩

پر طے پائی ہو تو صلح تب ہی جائز ہو گی جب دنانیر نقد ادا کر دیئے جائیں۔ اگر گھوڑوں، گدھوں وغیرہ پر صلح ہوئی ہو تو اگر وہ غیر معین ہو تو صلح جائز نہ ہو گی اور اگر معین ہو تو چاہے مجلس میں حوالہ کرے یا نہ کرے بہر صورت صلح جائز ہو گی۔

دفعہ ۱۰۳: قتل عمد میں صلح دیت کے مال سے زائد پر طے کی جاسکتی ہے[1]۔

وضاحت

اگر کسی مقتول کے دو ولی ہوں اور ایک نے قاتل کے ساتھ پورے خون سے پچاس ہزار درہم پر صلح کر لی تو اسے اپنے حصے کے پچیس ہزار درہم ملیں گے اور دوسرے ولی کو نصف دیت یعنی پانچ ہزار درہم ملیں گے۔ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیت کی مقدار سے زائد پر صلح جائز نہیں اور مقتول کے دونوں اولیاء کو پانچ پانچ ہزار درہم ملیں گے[2]۔ ہمارے نزدیک قتل عمد میں دیت سے زائد پر صلح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اصل قصاص ہے اور یہ صلح کسی مال سے نہیں بلکہ قصاص سے ہوتی ہے[3]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۰ میں صلح بالمال کے ضمن میں کہا گیا:

"The value of badf-i-sufh shall not be less than the value of diyat[4]".

ترجمہ: بدل صلح کی مالیت دیت سے کم نہ ہو گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں بدل صلح کے متعلق صاحبین کا یہ مذہب بیان کیا گیا ہے کہ دیت سے زائد مالیت پر صلح کرنا جائز ہے۔

دفعہ ۱۰۴: مقتول کے ورثاء میں ایک نے بھی قاتل کو معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہو گا[5]۔

وضاحت

مقتول کے ورثاء میں سے چاہے وہ عورت ہو یا مرد، مقتول کی بیوی یا شوہر، کسی ایک نے بھی قصاص معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا[6]۔ اسی طرح شرکاء میں سے کسی نے صلح کر لی تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور صلح و معافی دونوں صورتوں میں باقی ورثا کو دیت میں سے ان کا حصہ ملے گا اور معاف کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٠

(2) لسان الحكام، ١: ٣٩٥

(3) الاختيار لتعليل المختار، ٣: ٧

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:310(2)

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٠

(6) الجوهرة النيرة، ٢: ١٢٧

(7) شرح مختصر الطحاوي للجصاص، ٥: ٤٥٣

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۰۹ میں کہا گیا کہ اگر شخص متضرر کے ایک سے زیادہ اولیاء ہوں اور ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قصاص کے حق کو معاف کر لے تو قصاص ساقط ہو گا اور دوسرے اولیاء کو دیت میں اپنا حصہ ملے گا[1]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک ولی نے صلح یا معافی کر کے اپنا حق قصاص ساقط کر دیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا اور باقی اولیاء کو دیت میں اپنا حصہ ملے گا۔

دفعہ ۱۰۵: ورثا میں ایک کی معافی کے باوجود دوسرے نے قاتل کے قتل کی حرمت کا علم ہوتے ہوئے قتل کیا تو قصاص لیا جائے گا[2]۔

وضاحت

اگر مقتول کے ورثا میں سے کسی نے قاتل کو معاف کر دیا اور دوسرے وارث باوجود یہ علم ہونے کہ قاتل کا قتل معافی کی وجہ سے حرام ہو چکا ہے قاتل کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور قاتل کے مال میں سے اسے نصف دیت بھی ملے گی اور اگر قاتل کے قتل حرمت سے واقف نہ تو اس پر دیت واجب ہو گی۔ اسی طرح قاتل نے دو لوگوں کو قتل کیا اور دونوں مقتولوں کا ولی ایک ہو تو اگر ولی نے ایک مقتول کی طرف سے قاتل کو معاف کر دیا تو دوسرے کی طرف سے اس سے قصاص نہیں لے سکتا[3]۔ البتہ اگر دونوں کے اولیاء الگ الگ ہو تو ایک کے معاف کرنے سے دوسرے مقتول کے قصاص کا حق باطل نہ ہو گا۔ بلکہ پھر بھی قصاص کا حق باقی رہے گا۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۲ میں کہا گیا ہے کہ اگر مقتول کے اولیاء میں سے کسی ولی نے قاتل کو معاف کر دیا ہو یا اس سے صلح بالمال کی ہو اور دوسرے ولی کو قصاص کا ساقط ہونا معلوم ہو چکا ہو اور اس کے باوجود اس نے قاتل کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا[4]۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہی حکم انہی شرائط کے ساتھ مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی قانون مکمل طور پر شرعی قانون کے مطابق ہے۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:310(2)

(2) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۲۱

(3) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۲۶

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:312

دفعہ ۱۰۶: قاتل نے غائب ولی کی طرف سے صلح پر گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے[1]۔

وضاحت

اگر مقتول کے بھائی نے دعوی کیا کہ میں ہی مقتول کا اکیلا وارث ہو لیکن قاتل نے دعویٰ کیا کہ مقتول کا ایک بیٹا بھی ہے تو قاضی بھائی کے گواہوں پر فیصلہ نہیں سنائے گا بلکہ فیصلے کو موٴخر کرے گا اور اگر قاتل نے مقتول کے بیٹے کی طرف سے صلح پر گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ قبول کئے جائیں گے۔ پھر اگر بیٹے نے آکر صلح کا انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم دیا جائے گا۔اسی طرح اگر مقتول کے دو بھائیوں میں سے ایک غائب ہو اور قاتل نے گواہ پیش کر دیئے کہ غائب نے مجھ سے صلح کیا ہے تو اس کے گواہ قبول کئے جائیں گے۔ اگر بعد میں غائب بھائی نے آکر صلح کا انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ حاضر بھائی کو نصف دیت دی جائے گی اور غائب کو کچھ نہیں ملے گا[2]۔

دفعہ ۱۰۷: قاتل اگر عفو کے گواہوں کو حاضر کرنے کے لئے وقت مانگے تو اسے تین دن دیئے جائیں گے[3]۔

وضاحت

قاتل نے اگر یہ دعویٰ کیا کہ مقتول کے ورثاء نے اس کو معاف کیا ہے اور اس پر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو قاضی اسے تین دن کی مہلت دے گا اور قصاص کو موٴخر کر دے گا۔ بعض فقہاء کے نزدیک تین دن کی شرط لازمی نہیں بلکہ قاضی جتنے دن مناسب سمجھے اسے مہلت دے دے۔ اگر قاتل مقررہ دنوں میں گواہ پیش نہ کر سکا تو اس سے فی الفور قصاص لیا جانا جائز ہو گا۔ لیکن استحساناً قصاص کو اس وقت تک موٴخر کیا جائے گا جب تک کہ قاضی کو یقین نہ ہو جائے کہ اگر اس کے پاس گواہ ہوتے تو وہ ضرور انہیں حاضر کرتا[4]۔

دفعہ ۱۰۸: مقتول کے دو ولیوں میں سے ایک نے دوسرے کے متعلق عفو کی گواہی دی تو قصاص ساقط ہو جائے گا[5]۔

وضاحت

مقتول کے دو اولیاء میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس کے شریک (دوسرے ولی) نے قاتل کو معاف کیا ہے تو چاہے قاتل اور دوسرا شریک انکار کرے یا اقرار بہر صورت قصاص ساقط ہو گا۔ اگر قاتل و شریک نے اس کے قول کی تصدیق کی تو صرف ایک ولی جو مدعی ہے اسے نصف دیت ملے گی اور اگر قاتل و شریک نے تکذیب کی تو پوری دیت میں سے دونوں اولیاء کو نصف نصف حصہ ملے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۱

(2) المبسوط للسرخسی، ۲۶: ۱۷۷

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۱

(4) الاصل للشیبانی، ۴: ۵۱۹

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۱

(6) البحر الرائق، ۸: ۳۶۶

دفعہ ۱۰۹: مقتول کے دو اولیاء نے ایک دوسرے پر عفو کی گواہی دی تو قصاص ساقط ہو گا[1]۔

وضاحت

مقتول کے دو اولیاء نے نے ایک دوسرے کے متعلق گواہی دی کہ اس کے شریک نے مقتول کو معاف کیا ہے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ پھر اگر دونوں نے ایک ساتھ گواہی دی اور قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو ان کا حق باطل ہو جائے گا اور اگر قاتل نے دونوں کی تصدیق کی تب بھی ان کا حق باطل ہو جائے گا اور اگر پہلے ایک کی تصدیق کی پھر دوسرے کی تو قاتل پر پوری دیت دینا لازم ہو گی اور اگر ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق اس کو نصف دیت دے گا[2]۔

دفعہ ۱۱۰: قتل خطا میں بعض اولیاء کے دیت معاف کرنے کی گواہی دی گئی تو مقبول ہو گی[3]۔

وضاحت

قتل کی صورت میں قاتل پر دیت لازم کر دی گئی پھر ورثاء میں سے دو ورثاء نے بعض دوسرے ورثاء کے متعلق گواہی دی کہ انہوں نے قاتل کو دیت میں اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو ان کی گواہی صرف اس صورت میں مقبول ہو گی کہ گواہی دینے والے ورثا نے دیت میں سے اپنا حصہ وصول نہ کیا ہو۔

دفعہ ۱۱۱: قتل خطا میں قاتل اور وجہ قتل معلوم ہو تو صلح جائز ہو گی ورنہ باطل ہو گی[4]۔

وضاحت

قتل خطا میں صلح اس وقت جائز ہو گی جب کہ قاتل معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ قتل اس کی جنایت کے نتیجے میں ہوا ہے جیسے بہت سے لوگ ایک باولے کتے کو تیر مار رہے ہو اور ایک تیر ایک لڑکی کو لگے جس سے وہ مر جائے۔ پھر ایک شخص لڑکی کے باپ سے مال کے بدلے صلح کر دے تو اگر قاتل کے متعلق معلوم ہو کہ تیر اس نے پھینکا تھا اور اسی تیر کے زخم سے لڑکی مر گئی ہے اور وہی قاتل ہے تو صلح جائز ہو گی اور اگر تیر پھینکنے والا غیر معین ہو یا مکمل علم نہ ہو کہ لڑکی اسی تیر کے زخم سے مری ہے تو صلح باطل ہو گی[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢١

(2) البحر الرائق، ٨: ٣٦٢

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٢

(4) نفس مصدر

(5) البحر الرائق، ٨: ٣٦٣

دفعہ ۱۱۲: جنایت عمداً ہو یا خطاً دونوں میں محض جنایت سے معاف کرنا سرایت سے معاف کرنا تصور نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر مجنیٰ علیہ نے جانی کو جنایت کی معافی دے دی تو چاہے جنایت عمد ہو یا خطا، باوجود معافی کے سرایت کی صورت میں ضامن ہوگا، جیسے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس نے صرف جنایت سے معافی دے دی اور پھر زخم نے سرایت کیا اور مجنیٰ علیہ مر گیا تو جانی پر دیت واجب ہوگی۔ البتہ اگر جنایت اور سرایت دونوں سے معافی دے دی تو پھر سرایت کی صورت میں بھی ضامن نہ ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۱۳: جنایت میں بدل صلح کو مہر مقرر کر کے صلح کرنا جائز ہے[3]۔

وضاحت

عورت نے کسی مرد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور پھر اس سے بدل صلح میں مہر معاف کر کے نکاح کر دے تو ایسا کرنا جائز ہوگا اور بالاتفاق اس جنایت کا ارش عورت کا مہر ہو جائے گا۔ پھر بعد الدخول طلاق کی صورت میں تمام ارش عورت کو دیا جائے گا اور قبل الدخول طلاق کی صورت میں عورت کو دو ہزار پانچ سو در ہم دیئے جائیں گے، جبکہ باقی دو ہزار پانچ سو شوہر کو واپس کرے گی[4]۔ اگر اس زخم سے شوہر مر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تسمیہ باطل ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر دیت دینا لازم ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک تسمیہ صحیح ہوگا اور شوہر کی دیت اس کا مہر ہوگا۔

دفعہ ۱۱۴: جس پر جنایت کی گئی، اس کا جانی کو معاف کرنا صرف جانی کے اقرار سے ثابت نہ ہوگا[5]۔

وضاحت

ایک شخص نے دوسرے کو دو موضحہ زخم لگائے پھر ایک زخم کی اس کو معافی دے دی اور پھر مجنیٰ علیہ ان زخموں سے مر گیا اور اگر معافی صرف جانی کے اقرار سے ثابت ہو تو معافی ثابت نہ ہوگی بلکہ اس سے پوری دیت لی جائے گی[6] کیونکہ یہ جانی کے حق میں وصیت ہے اور وصیت گواہوں سے ثابت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اقرار سے اور اگر یہ گواہوں سے ثابت ہوا تو یہ مددگار برادری کے لئے وصیت ہوگی اور نصف دیت ان سے ساقط ہو جائے گی لیکن اس شرط پر کہ مقتول کے مال میں نصف دیت تہائی مال کے برابر یا تہائی سے کم ہو۔ اگر زخم عمداً لگائے گئے ہوں تو پھر ایک زخم سے معافی دونوں زخموں سے معافی تصور کی جائے گی اور جانی پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۲

(2) قرة عین الاخیار، ۷: ۱۳۰

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۲

(4) الدر المختار، ۶: ۵۶۳

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۲

(6) مجمع الانهر، ۲: ۶۳۰

دفعہ ۱۱۵: ایک زخم سے عفو و صلح کے بعد دوسرا زخم لگایا تو ضمان واجب ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے دوسرے کو زخم لگایا اور اس نے معاف کر دیا پھر اس نے دوسرا زخم لگایا جس سے مجنیٰ علیہ مر گیا تو جانی کے ذمے کامل دیت واجب ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا۔ لیکن اگر ایک زخم سے صلح کے بعد دوسرے شخص نے زخم لگایا پھر مجنیٰ علیہ دونوں زخموں کی وجہ سے مر گیا تو دوسرے جنایت کرنے سے قصاص لیا جائے گا[2]۔ اگر پہلے زخم لگانے ولے سے دس ہزار درہم میں صلح کر لی اور دوسرے شخص نے آکر مجنیٰ علیہ کو خطاً زخمی کیا جس سے وہ مر گیا تو اس کے ذمے پانچ ہزار درہم واجب ہوں گے اور پہلا زخم لگانے والا مقتول کے مال سے پانچ ہزار واپس لے گا۔

باب نمبر ۷: قتل کی حالت کے اعتبار کے بیان میں

دفعہ ۱۱۶: وار کرتے وقت مجنیٰ علیہ کی جو حالت ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

ایک شخص نے تیر پھینکا اور جس کی طرف تیر پھینکا گیا وہ اسی لمحے مرتد ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاتل پر دیت واجب ہو گی جبکہ صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہ ہو گا اور مرتد تیر لگنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو بالاتفاق کچھ واجب نہ ہو گا[4]۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے غلام کی جانب تیر پھینکا پھر غلام کو تیر لگنے سے پہلے اس کے آقا نے اس کو آزاد کر دیا تو قاتل پر مولیٰ کے لئے غلام کی قیمت لازم ہو گی۔ لیکن اس کے برعکس اگر کسی محصن شخص پر گواہوں کے ذریعے زنا ثابت ہو، پھر رجم شروع ہونے کے بعد ایک شخص نے اس پر پتھر پھینکا، پتھر لگنے سے پہلے گواہ نے رجوع کیا پھر پتھر مرجوم کو لگا تو پتھر پھینکنے والے پر کچھ لازم نہ ہو گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۳

(2) البحر الرائق، ۸: ۳۴۴

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۳

(4) بدائع الصنائع، ۲: ۲۰۹

فصل دوم

کتاب الجنایات کے باب نمبر ۸ تا باب ۱۲ کی دفعہ بندی اور تعزیرات پاکستان میں جنایات سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب نمبر ۸ سے باب نمبر ۱۲ تک کے پانچ (۵) ابواب پر مشتمل ہے۔ آٹھویں باب میں دیت اور اس سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور اس میں کل ستائیس (۲۷) دفعات ہیں۔ نواں باب جنایت کا حکم دینے اور جنایت میں بچوں سے متعلقہ مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں کل اٹھاراں (۱۸) دفعات ہیں۔ دسویں باب میں جنین پر جنایت سے متعلق مباحث کو جمع کیا گیا اور اس میں کل آٹھ (۸) دفعات ہیں۔ گیارہویں باب میں ایسی نقصانات کا ذکر ہے جو عمارات یا اس کے حصوں کے سبب وقوع میں آئی ہو اور اس میں کل انچاس (۴۹) دفعات ہیں۔ بارہویں باب میں چوپایوں کی جنایتوں کے متعلقہ مسائل کا بیان ہے اور اس میں کل سولہ (۱۶) دفعات ہیں۔

باب نمبر ۸: دیت کے بیان میں

دفعہ ۱۱۷: دیت اس مال کو کہا جاتا ہے جو جان کے بدلے واجب ہوتا ہے اور ارش وہ ہے جو جان سے کم میں واجب ہوتا ہے [1]۔

وضاحت

دیت اس مال کو کہا جاتا ہے جو جان کے بدلے قاتل پر واجب ہوتا ہے یعنی یہ تسمیۃ الشئ باسم المصدر کی قبیل سے ہے کیونکہ اس کا اصل ودی ہے جو قاتل کا مقتول کے ولی کو مال دینے کے لئے بولا جاتا ہے [2] اور ارش وہ مال ہے جو جان سے کم یعنی اعضاء کے بدلے واجب ہوتا ہے یعنی زخموں کی دیت کو ارش کہا جاتا ہے [3]۔

دفعہ ۱۱۸: قتل شبہ عمد، قتل خطاء، قتل قائمقام خطااور قتل بالسبب میں دیت واجب ہوتی ہے [4]۔

وضاحت

قتل عمد کے علاوہ قتل کی چار قسموں میں دیت واجب ہوتی ہے۔ان میں قتل شبہ عمد، قتل خطاو قائمقام خطااور قتل بالسبب شامل ہے۔اسی طرح نابالغ بچہ اور مجنون جو قتل کرے اس میں بھی دیت واجب ہوتی ہے۔ لیکن یہ تمام دیتیں عاقلہ یعنی مددگار برادری پر واجب ہوتی ہے۔البتہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کرے تو اس پر تین سال میں دیت ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور مددگار برادری پر کچھ واجب نہیں ہوتا [5]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۱۶میں شبہ عمد، دفعہ ۳۱۹میں قتل خطااور دفعہ ۳۲۲میں قتل بالسبب کے متعلق کہا گیا کہ ان میں دیت واجب ہوگی [6]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی بعینہ یہی حکم مذکور ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ دیت کی ادائیگی قاتل کے عاقلہ یعنی برادری پر ہوگی جو تین سال میں میں قسط وار اس کی ادائیگی کے پابند ہوں گے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۲۴

(2) العناية،۱۰ :۲۷۰

(3) التعريفات الفقهية،۱ :۲۲

(4) الفتاویٰ الهندية ،۶: ۲۴

(5) الجوهرة النيرة،۲: ۱۲۸

(6) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:316 , 319 , 322

دفعہ ۱۱۹: وہ قتل عمد جس میں شبہ کے سبب قصاص ساقط ہو اس میں بھی دیت واجب ہوتی ہے[1]۔

وضاحت

قتل عمد میں کسی شبہ کے سبب قصاص ساقط ہو جائے تو اس میں بھی قاتل پر دیت واجب ہوتی ہے اور قاتل تین سال میں یہ دیت ادا کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قتل شبہ عمد کے مشابہ ہو گیا اور وہی حکم اس میں بھی جاری ہو گا۔ اسی طرح جو ارش صلح کی وجہ سے واجب ہو، وہ قاتل کے مال سے لیا جائے گا لیکن یہ ارش فی الحال دینا واجب ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو جس طرح بیع میں ثمن فی الحال واجب ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی یہ ارش فی الحال واجب ہو گا[2]۔

دفعہ ۱۲۰: نفس کی دیت تین چیزوں یعنی اونٹ، سونے یا چاندی سے ادا کی جائے گی[3]۔

وضاحت

نفس کے بدلے دی جانے والی دیت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین چیزوں یعنی اونٹ، سونا اور چاندی سے ادا کی جائے گی۔ اونٹوں میں دیت کی مقدار سو (۱۰۰) اونٹ، سونے میں ہزار (۱۰۰۰) دینار اور چاندی میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) درہم ہے[4]۔ البتہ صاحبین کے نزدیک گائے، بکریوں اور کپڑوں میں سے بھی دیت دی جا سکتی ہے۔ گایوں میں دیت کی یہ مقدار دو سو گائے، بکریوں میں ہزار بکریاں اور کپڑوں میں دو سو (۲۰۰) حلے[5] ہیں[6]۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتل خطا کی صورت میں ایک ہی قسم کے اونٹ واجب نہ ہوں گے بلکہ پانچ قسم کے اونٹ دینے ہوں گے یعنی بیس ابن مخاض[7]، بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون[8]، بیس حقہ[9]، اور بیس جذعہ[1] دینے لازم ہوں گے۔ جبکہ قتل شبہ عمد کی صورت میں چار قسم کے اونٹ بطور دیت دینے واجب ہوں گے جس میں پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقہ اور پچیس جذعہ شامل ہوں گے[2]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۴

(2) الهدایة، ۴: ۴۷۰

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۴

(4) بدائع الصنائع، ۷: ۲۵۴

(5) حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں جو ایک تہ بند اور ایک چادر پر مشتمل ہوتا ہے۔ (الدر المختار، ۶: ۵۷۴)

(6) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۰۶

(7) مخاض: جس اونٹ کا دوسرا سال چل رہا ہو اسے مخاض کہا جاتا ہے، پھر اگر اونٹ ہو تو اسے ابن مخاض اور اگر اونٹنی ہو تو اسے بنت مخاض کہا جاتا ہے۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۸: ۴۷)

(8) بنت لبون: جس اونٹنی کا تیسرا سال چل رہا ہو اسے بنت لبون کہا جاتا ہے۔ (نفس مصدر، ۱۸: ۴۸)

(9) حقہ: جس اونٹنی کا چوتھا سال چل رہا ہو اسے حقہ کہا جاتا ہے۔ (نفس مصدر، ۱۸: ۴۷)

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۲۳ میں دیت کی مقدار بتاتے ہوئے کہا گیا:

"The Court shall, subject to the Injunctions of Islam as laid down in the Holy Qur'an and Sunnah and keeping in view the financial position of the convict and the heirs of the victim, fix the value of diyat which shall not be less than the value of thirty thousand six hundred and thirty grams of silver[3]".

ترجمہ: عدالت، اسلام کے احکام کے تابع، جیسا کہ قرآن کریم اور سنت میں درج ہیں اور سزایاب اور ضرر رسیدہ شخص کے ورثاء کی مالی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، دیت کی مالیت مقرر کرے گی جو تیس ہزار چھ سو تیس (۳۰۶۳۰) گرام چاندی کی قیمت سے کم نہ ہو گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں اصول شریعت کی روشنی میں سو(۱۰۰) اونٹ یا ایک ہزار(۱۰۰۰) دینار یا دس ہزار (۱۰۰۰۰) درہم بیان کی گئی ہے۔ وضعی قانون میں صرف چاندی کا نصاب دیا گیا ہے جو دس ہزار درہم ہے ایک درہم تین اعشاریہ صفر چھ ایک سات (۳۔۰٦۱۷) گرام کے برابر ہے۔ اس حساب سے دیت کی چاندی کے اعتبار مقدار ۳۰۶۳۰ گرام چاندی بنتی ہے۔ چاندی کے معاملے میں تو وضعی اور شرعی قوانین مکمل یکساں ہیں، لیکن اونٹ اور سونے کے اعتبار سے دیت کی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔

دفعہ ۱۲۱: مسلمان، ذمی اور مستأمن کی دیت برابر ہے[4]۔

وضاحت

دیت کی مقدار میں مسلمان، ذمی اور مستأمن برابر ہے۔ البتہ عورت کی دیت جان میں اور جان سے کم یعنی زخمی یا قطع کرنے میں مرد کے دیت کی نصف ہے[5]۔ لیکن جس جنایت میں ارش معین نہیں اس میں فقہاء کے نزدیک مرد و عورت کی دیت برابر ہو گی۔

---

(1) جذعہ: اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے، جس کا پانچواں سال چل رہا ہو۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۸: ۴۸)

(2) البناية، ۱۳: ۱۶۵

(3) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:323

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۲۴

(5) المبسوط، ۲۶: ۷۹

دفعہ ۱۲۲: دیت کے شرکاء میں نابالغ اپنا حصہ خود لے گا[1]۔

وضاحت

اگر دیت کے شرکاء میں سے کوئی نابالغ بھی شامل ہو اور اس کا کوئی وصی نہ ہو، تو وہ اپنا حصہ خود وصول کرے گا چاہے اس کا بڑا بھائی یا چچا وغیرہ بھی موجود ہو۔ البتہ اگر شرکاء میں اس کا باپ موجود ہو تو باپ اپنے حصہ کے ساتھ اپنے نابالغ بیٹے کا حصہ بھی لے سکتا ہے، اپنا حصہ ملک کی وجہ سے اور نابالغ بیٹے کا حصہ ولایت کی وجہ سے لے گا[2]۔

دفعہ ۱۲۳: سر، داڑھی اور ابرو کو اس طرح مونڈا گیا کہ پھر نہ اگے تو کامل دیت واجب ہوگی[3]۔

وضاحت

سر، داڑھی اور حاجبین کے بالوں کو اس طرح سے مونڈا گیا کہ پھر سے نہ اگے تو اس میں کامل دیت واجب ہوگی۔ البتہ ایک حاجب میں نصف دیت واجب ہوگی اور عورت کے گیسو کاٹ ڈالنے میں کچھ واجب نہ ہوگا۔ لیکن یہ دیت جانی کو فوراً ادا کرنے کو نہیں کہا جائے گا بلکہ اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور اگر سال کے دوران وہ مر گیا تو دیت ساقط ہوگی۔ دونوں پلکوں میں نصف دیت واجب ہوگی اور ایک پلک میں چوتھائی دیت دینا ہوگی۔ اسی طرح سر اور داڑھی کے نصف بال مونڈنے میں بھی نصف دیت واجب ہوگی[4]۔ مذکورہ حکم میں مرد، عورت اور بالغ و نابالغ برابر ہے۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں بالوں کی ارش کے متعلق کہا گیا:

> "All the hair of the head, beard, moustaches eyebrow, eyelashes or any other part of the body shall be liable to arsh equal to diyat[5]".

سر، داڑھی، مونچھیں، پلکیں اور ابرو یا جسم کے کسی بھی حصے کے تمام بال اکھاڑنے پر دیت کے برابر ارش کا مستوجب ہوگا۔

جبکہ ایک ابرو کے بالوں کو اکھاڑنے میں نصف دیت اور ایک پلک کے بال اکھاڑنے پر چوتھائی دیت بطور ارش واجب ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی بالوں کی ارش کے متعلق یہی کہا گیا کہ سر، داڑھی یا پلکوں میں کسی ایک کے تمام بال اس طریقے سے اکھاڑے جائے کہ پھر سے نہ اگے تو کل دیت اور ایک ابرو میں نصف دیت جبکہ ایک چوتھائی میں دیت بطور ارش واجب ہوگی۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۶: ۲۴

(2) البحر الرائق، ۸: ۳۴۳

(3) الفتاوىٰ الهندية، ۶: ۲۴

(4) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۰۸

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(V)

دفعہ ۱۲۴: کاٹے گئے بالوں کے متعلق جنایت کرنے والے کا قول قابل قبول ہوگا[1]۔

وضاحت

سر، داڑھی اور حاجبین کے کاٹے گئے بالوں کے متعلق جنایت کرنے والے کا قول قبول کیا جائے گا۔ لہٰذا ایک شخص نے کسی کا سر مونڈا پھر دعویٰ کیا کہ اس کا سر گنجا تھا تو جنایت کرنے والے کے خیال میں سر پر جتنے بال ہو، اس کی دیت اس پر واجب ہوگی۔ اسی طرح داڑھی مونڈے شخص نے کسی پر داڑھی مونڈوانے کا دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے کہا کہ اس کے چہرے پر بال تھے ہی نہیں تو اس کا قول قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر مجنی علیہ اس کے قول کی تردید پر گواہ قائم کردے تو اس کا قول قبول کیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۱۲۵: عضو کی منفعت مکمل ختم کرنے میں پوری دیت واجب ہوگی[3]۔

وضاحت

اگر کسی کو ایسا ضرب مارا کہ اس کی قوت سماعت جاتی رہی تو پوری دیت واجب ہوگی۔ قوت سماعت ختم ہونے کی پہچان اس طریقے سے ممکن ہے کہ اس کو غفلت میں آواز دی جائے، جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی سماعت کچھ باقی ہے یا مکمل طور پر ختم ہوگئی ہے۔ یہ حکم آنکھ کا بھی ہے کہ کسی کی آنکھ کی بینائی ختم کی گئی تو ایک آنکھ میں نصف دیت اور دونوں آنکھوں میں کامل دیت واجب ہوگی۔ اور یہی حکم ناک کے بانسے کاٹنے کا بھی ہے کہ اس کے کاٹنے میں بھی دیت واجب ہوگی[4]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۵ میں اتلاف صلاحیت عضو کے متعلق کہا گیا:

> "Whoever destroys or permanently impairs the functioning, power or capacity of an organ of the body of another person, or causes permanent disfigurement is said to cause itlaf-isalahiyyat- i-udw[5]".

ترجمہ: جو کوئی کسی شخص کے کسی عضو کی صلاحیت یا فعلیت کو زائل کردے یا مستقل طور پر نقصان پہنچائے یا اس کی شکل کو مستقل طور پر بگاڑ دے، تو کہا جائے گا کہ صلاحیت عضو کے اتلاف کا باعث ہوا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۴

(2) مجمع الضمانات، ۱: ۱۷۰

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۵

(4) الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ۱۶: ۸۳

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:335

دفعہ ۳۳۶ میں اس کی سزا مساوات ممکن ہونے کی صورت میں قصاص اور مساوات ممکن نہ ہونے کی صورت ارش مقرر کی گئی ہے[1]۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی حکم موجود ہے۔ تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۶ میں اگرچہ ارش کی مقدار ذکر نہیں، لیکن ۳۳۷۔کیو(Q) سے لے کر ۳۳۷۔وی(V) تک اعضاء کے دیتوں کے مقادیر تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں۔

دفعہ ۱۲۶: زخم کے ٹھیک ہونے سے پہلے اسی عضو کو دوسرا زخم لگایا تو ایک دیت واجب ہوگی[2]۔

وضاحت

اگر کسی عضو کو زخم لگایا گیا پھر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے دوسرا زخم لگایا تو ایک دیت واجب ہوگی جیسے کسی کے ناک کا نرمہ کاٹ لیا پھر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے ناک پر دوسرا زخم لگایا تو ایک ہی دیت واجب ہوگی۔ البتہ اگر نرمہ کاٹ لیا پھر اس کا زخم ٹھیک ہونے کے بعد دوسرا زخم دیا تو نرمہ کے عوض دیت اور دوسرے زخم کے عوض حکومت عدل واجب ہوگی۔ اسی طرح ناک پر ایسا ضرب لگایا کہ ناک سانس لینے کے قابل نہ رہا یا سونگھنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تو حکومت عدل واجب ہوگی[3]۔

دفعہ ۱۲۷: جسم میں جو اعضاء جوڑے کی شکل میں ہو اس میں ایک تلف کردی تو نصف دیت واجب ہوگا[4]۔

وضاحت

جسم میں جو اعضاء جوڑے کی شکل میں ہے تو ان میں ایک کو تلف کرنے سے نصف دیت واجب ہوگی جبکہ دونوں کو تلف کرنے میں پوری دیت واجب ہوگی جیسے ایک ہونٹ تلف کرنے میں نصف دیت واجب ہوگی اور دونوں ہونٹ کاٹنے میں پوری دیت واجب ہوگی[5]۔ البتہ دانتوں میں سے ہر دانت تلف کرنے پر دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اس میں تمام دانت برابر ہیں چاہے انیاب ہو طواحن ہو یا نواجذ سب کی دیت نصف العشر یعنی بیسویں حصے کے حساب سے واجب ہوگی[6]۔ اسی طرح دونوں ہاتھوں کے کاٹنے میں کامل دیت اور ایک ہاتھ کاٹنے میں نصف دیت واجب ہوگی اور جس طرح ہونٹوں میں نیچے اور اوپر کے ہونٹ کا فرق نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ہاتھوں میں دائیں اور بائیں کا فرق نہیں کیا جائے گا۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں کہا گیا:

---

(1) If the qisas is not executable, keeping in view the principles of equality in accordance with the Injunctions of Islam, the offender shall be liable to arsh.[The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:336]

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۵

(3) بدائع الصنائع، ۷: ۳۲۴

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۵

(5) الهدایة، ۴: ۴۶۳

(6) الحجة علی المدینة، محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی، ۴: ۳۱۴، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

"The arsh for causing itlaf of organs found in a human body in pairs shall be equivalent to the value of diyat and if itlaf is caused to one of such organs the amount of arsh shall be one-half of the diyat[1]".

ترجمہ: انسانی جسم میں جوڑوں کی شکل میں پائے جانے اعضاء کے اتلاف کے لئے ارش دیت کی مالیت کے برابر ہوگا اور اگر اتلاف مذکورہ اعضاء میں سے کسی ایک کا ہوا ہو تو ارش کی رقم دیت کے نصف کے برابر واجب ہوگی۔

فتاوی عالمگیری میں بھی بعینہ یہی حکم مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر وضعی وشرعی قوانین میں مکمل مطابقت ہے۔

دانتوں کے ارش کے متعلق دفعہ ۳۳۷ میں دانتوں کے ارش کے متعلق کہا گیا:

"The arsh for causing itlaf of a tooth, other than a milk tooth, shall be one twentieth of the diyat[2]".

ترجمہ: کسی دانت کے اتلاف کا ارش جو دودھ کا دانت نہ ہو، دیت کا بیسواں ہوگا۔

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہے۔ لیکن تعزیرات پاکستان میں بیس (۲۰) یا زائد دانتوں میں ارش دیت کی مالیت کے برابر مقرر کی گئی ہے[3] جبکہ فتاویٰ عالمگیری میں ہر دانت کے بدلے دیت کا بیسواں حصہ مقرر ہے، جس کے حساب سے دانتوں کا ارش سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) درہم تک پہنچ جاتا ہے جو کل دیت کی مالیت سے بھی متجاوز ہے۔

دفعہ ۱۲۸: انسانی جسم میں صرف دانت ایسے ہیں کہ ان کی دیت انسان کی کل دیت سے بڑھ جاتی ہے[4]۔

وضاحت

انسانی جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں کہ جس کی دیت انسان کی کل دیت سے متجاوز ہو جائے سوائے دانتوں کے، کہ اٹھائیس دانت توڑنے میں چودہ ہزار درہم، تیس دانتوں میں پندرہ ہزار درہم اور بتیس دانتوں میں سولہ ہزار درہم واجب ہوں گے[5]۔ یہ دیت تین سال میں ادا کرنا ہوگی، پہلے سال چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ اور دو تہائی درہم، دوسرے سال چھ تین سو تینتیس اور تہائی درہم اور تیسرے سال تین ہزار درہم ادا کرنے ہوں گے۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(R)

(2) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(U)(1)

(3) The arsh for causing itlaf of twenty or more teeth shall be equal to the value of diyat.[The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(U)(2)]

(4) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٥

(5) البحر الرائق، ٨: ٣٤٨

دفعہ ۱۲۹: کسی عضو کو نقصان پہنچانے کے بعد وہ عضو دوبارہ ٹھیک ہو گیا تو ارش ساقط ہو جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی عضو کو نقصان پہنچایا گیا پھر وہ عضو واپس ٹھیک ہو گیا تو ارش ساقط ہو گا جیسے کسی کا دانت اکھاڑا گیا اور پھر اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارش ساقط ہو گا۔ البتہ اگر اس کی جگہ لینے والا دانت سیاہ تھا تو ارش واجب ہو گا[2]۔

دفعہ ۱۳۰: کسی عضو کو جزوی نقصان پہنچانے کی صورت میں نقصان کے حساب سے دیت واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے دوسرے شخص کے عضو کو جزوی نقصان پہنچایا تو نقصان کا اندازہ لگا کر اس کے مطابق اس پر دیت واجب کی جائے گی جیسے کسی شخص نے دوسرے کی زبان کاٹی، تو اگر اس سے مکمل طور پر بولنے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہو تو کامل دیت واجب ہو گی اور جزوی طور پر بولنے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ وہ کتنے حروف کی ادائیگی پر قادر ہے، پھر دیت کو زبان سے کئے جانے والے اٹھارہ (۱۸) حروف پر تقسیم کر کے ادا کئے جانے والے حروف کے تناسب سے دیت لازم کر دی جائے گی[4]۔ جبکہ گونگے کی زبان کاٹنے میں حکومت عدل واجب ہو گی۔

دفعہ ۱۳۱: خنثیٰ کے اعضاء میں وہی دیت واجب ہو گی جو عورت کے اعضاء میں واجب ہوتی ہے[5]۔

وضاحت

خنثیٰ کے اعضاء میں دیت کی وہی مقدار واجب ہو گی جو عورت کے اعضاء میں واجب ہوتی ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی دیت اور عورت کی آدھی کو ملا کر جو رقم بنتی ہو وہی خنثیٰ کے اعضاء کی دیت ہو گی[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۵

(2) مجمع الانہر، ۲: ۶۴۷

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۶

(4) الجوھرۃ النیرۃ، ۲: ۱۲۹

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۲۶

(6) الجوھرۃ النیرۃ، ۲: ۱۳۰

دفعہ ۱۳۲: ایک انگلی کو تلف کرنے میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا[1]۔

وضاحت

ہاتھ اور پاؤں کی ایک انگلی کے تلف کرنے میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا۔ اگر انگلی کا ایک جوڑ کاٹا گیا تو ایک انگلی کے دیت کا تہائی حصہ واجب ہوگا۔ انگلیوں کی دیت میں تمام انگلیاں یکساں ہیں یعنی جو بھی انگلی کاٹ دی جائے دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا[2]۔ اگر ہاتھ مفلوج ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں انگلیوں کی دیت کے متعلق کہا گیا:

> "The arsh for causing itlaf of a finger of a hand or foot shall be one-tenth of the diyat[3]".

ترجمہ: ہاتھ یا پیر کی کسی انگلی کے اتلاف کا باعث ہونے کے لئے ارش دیت کا دسواں حصہ ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہر ایک انگلی میں دیت کا دسواں حصہ مذکور ہے۔ لہٰذا اس مقام پر تعزیرات پاکستان اور فتاویٰ عالمگیری میں مکمل یکسانیت ہے۔

دفعہ ۱۳۳: دیت کے معاملے میں ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہوگی[4]۔

وضاحت

اگر کسی کی ہتھیلی کاٹی گئی اور اس کی انگلیاں تمام کی تمام ہتھیلی سمیت کٹ گئی تو ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہوگی اور اس کے بدلے کچھ واجب نہ ہوگا اور انگلیوں کے بدلے ارش واجب ہوگا۔ اسی طرح ہتھیلی کے ساتھ تین انگلیاں کٹ گئی تو ہتھیلی کے بدلے کچھ واجب نہ ہوگا اور انگلیوں کے بدلے تین ہزار درہم یا تین سو دینار واجب ہوں گے۔ اسی طرح اگر کسی کے انگلی کا ایک پور کاٹا گیا اور اس سے اس کا پورا ہاتھ شل ہو گیا تو انگلی کے ایک پورے کی دیت اور ہاتھ شل ہونے میں حکومت عدل واجب ہوگی[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۶

(2) فتح القدیر، ۱۰: ۲۷۹

(3) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(T)

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۷

(5) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۱۰

دفعہ ۱۳۴: متعدد آدمیوں نے جنایت کر کے عضو کاٹ ڈالا تو جنایت کے حساب سے ان پر دیت کے حصے واجب ہوں گے [1]۔

وضاحت

اگر دو آدمیوں نے جنایت کر کے کسی کا عضو تلف کر لیا تو ہر ایک ذمے دیت کا وہ حصہ لازم ہو گا جس قدر اس نے جنایت کی ہے جیسے زید نے عمرو کی ایک انگلی کاٹ دی پھر بکر نے اس کی باقی کی چار انگلیاں کاٹ دی تو زید پر ایک انگلی کی دیت اور بکر پر چار انگلیوں کی دیت واجب ہو گی۔

دفعہ ۱۳۵: توڑی گئی ہڈی ٹھیک ہو گئی تو دیت واجب نہ ہو گی [2]۔

وضاحت

اگر کسی کی ران کی ہڈی توڑی گئی اور وہ ہڈی واپس ٹھیک ہو گئی تو دیت واجب نہ ہو گی۔ البتہ اگر اس میں کوئی کجی رہ گئی ہو تو اس کے حساب سے دیت واجب ہو گی۔ جبکہ پسلی کی ہڈی میں حکومت عدل واجب ہو گی۔

دفعہ ۱۳۶: عورت کے پستان میں قصاص و دیت واجب ہو گی کیونکہ وہ منفعت والے اعضاء میں شامل ہے [3]۔

وضاحت

دیت و قصاص ان اعضاء میں واجب ہوتی ہے جو منفعت بخش ہو، لہٰذا اگر ایک ہی عضو عورت کے لئے منفعت بخش اور مرد کا وہی عضو منفعت بخش نہ ہو تو عورت کے عضو میں قصاص و دیت واجب ہوں گے، جبکہ مرد کے اسی عضو میں حکومت عدل واجب ہو گی جیسے عورت چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، کے پستانوں میں دوسرے اعضاء کی طرح ایک پستان میں نصف دیت واجب ہو گی جبکہ مرد کے پستان میں حکومت عدل واجب ہو گی۔ خنثیٰ کے پستان امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت کے پستان کی طرح ہے یعنی ایک پستان کاٹنے میں نصف دیت واجب ہو گی جبکہ صاحبین کے نزدیک عورت پستان میں واجب ہونے والی دیت کے نصف اور مرد کے پستان میں حکومت عدل کے نصف کے برابر مال واجب ہو گا [4]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة ،۶: ۲۷

(2) نفس مصدر

(3) نفس مصدر

(4) الهدایة،۴ : ۴۶۳

دفعہ ۱۳۷: اگر ضرب سے کوئی عضو تلف نہ ہو لیکن کوئی خاص طاقت یا منفعت ختم ہو جائے تو دیت واجب ہو گی[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کو ایسی ضرب لگائی گئی جس سے وہ جماع کرنے کے قابل نہ رہا یا وہ کبڑا ہو گیا تو ضارب پر پورے جان کی دیت واجب ہو گی[2]۔ البتہ اگر قوت جماع باقی ہو اور کبڑا پن بھی نہ ہو لیکن زخم کا اثر باقی ہو تو حکومت عدل واجب ہو گی اور اگر زخم کا اثر بھی نہ ہو تو صاحبین کے نزدیک طبیب کی اجرت ضارب کے ذمے واجب ہو گی۔ اسی طرح عورت کا سینہ توڑ دیا اور منی کی آمد بند ہو گئی تو بھی جان کی پوری دیت واجب ہو گی۔

دفعہ ۱۳۸: عضو کی منفعت کو دیکھ کر تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

ایک عضو کو نقصان پہنچاتے وقت اس میں منفعت کو دیکھ کر تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا جیسے کسی کا ذکر کاٹا گیا اور وہ صحیح سالم تھا تو جان کی پوری دیت لازم ہو گی۔ لیکن اگر وہ خصی تھا تو چاہے اس کے آلہ تناسل میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، اس کے ذکر میں حکومت عدل واجب ہو گی۔ یہی حکم عنین اور جماع کی قوت سے محروم بوڑھے کے ذکر کا بھی ہے۔ اگر ذکر کی بجائے صرف خشفہ کاٹا جائے تب بھی منفعت فوت ہونے کی وجہ سے پوری دیت واجب ہو گی[4]۔ دونوں خصیوں میں بھی پوری دیت واجب ہو گی۔ اگر ذکر اور خصیے دونوں کاٹ دیئے تو اگر ذکر پہلے کاٹا ہو تو دو دیت واجب ہوں گے۔ لیکن پہلے خصیے کاٹے ہو تو خصیوں میں دیت اور ذکر میں حکومت عدل واجب ہو گی۔

دفعہ ۱۳۹: جسم پر جہاں بھی ضرب لگا یا ہو لیکن اس کی اثر سے کوئی منفعت فوت ہو جائے تو دیت واجب ہو گی[5]۔

وضاحت

جسم کے کسی حصے پر ضرب لگائی جائے اور اس سے کسی عضو کی منفعت فوت ہو جائے، چاہے ضرب براہ راست اس عضو پر نہ بھی پڑی ہو، پھر بھی دیت واجب ہو گی جیسے کسی کو دبر میں مارا اور اس کی وجہ سے پیٹ میں کوئی چیز نہ ٹھہرتی ہو یا پیشاب نہ ٹھہر سکتا ہو تو دیت واجب ہو گی۔ اسی طرح عورت کو ضرب ماری اور وہ مستحاضہ ہو گئی تو دیت واجب ہو گی[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۷

(2) مجمع الضمانات، ۱: ۱۶۷

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۷

(4) الدر المختار، ۶: ۵۵۵

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۲۸

(6) البحر الرائق، ۸: ۳۵۰

دفعہ ۱۴۰: جماع سے کسی صغیرہ اجنبیہ کو مار دیا تو دیت لازم ہو گی[1]۔

وضاحت

کسی صغیرہ اجنبیہ جو اس عمر میں ہو کہ عام طور پر ایسی عمر کی لڑکی سے جماع نہیں کیا جاتا، سے جماع کیا جس سے وہ مر گئی تو زانی کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی اور اگر ایسی لڑکی منکوحہ ہو تو عاقلہ پر دیت اور شوہر پر مہر لازم ہو گا۔ البتہ اگر ایسی عمر کی عورت بیوی ہو جس سے عام طور پر جماع کیا جاتا ہو اور وہ جماع سے مر گئی تو شوہر پر کچھ لازم نہ ہو گا[2]۔

دفعہ ۱۴۱: سر سے لے ٹھوڑی تک لگائے جانے والے زخم کو شجہ کہتے ہیں[3]۔

وضاحت

شجہ اس زخم کو کہتے ہیں جو سر یا چہرے سے لے کر ٹھوڑی تک لگایا جائے۔ ٹھوڑی سے نیچے لگنے والے زخم کو شجہ نہیں کہتے۔ شجاج کی دس اقسام ہیں:

۱: خارصہ: جو کھال کو چھیلے لیکن اس سے خون نہ نکلے۔

۲: دامعہ: جو کھال کو چھیلے خون بھی نکلے لیکن اتنا خون نہ ہو کہ بہہ جائے۔

۳: دامیہ: جو کھال کو چھیلے اور اس قدر خون نکلے کہ بہہ جائے۔

۴: باضعہ: وہ زخم جس میں کھال کٹ جائے لیکن گوشت تک نہ پہنچے۔

۵: حمہ: وہ زخم جو گوشت تک پہنچ جائے۔

۶: سمحاق: ایسا زخم جو سمحاق تک پہنچ جائے اور سمحاق اس باریک کھال کو کہا جاتا ہے جو سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہے۔

۷: موضحہ: وہ زخم جس سے ہڈی کھل جائے۔

۸: ہاشمہ: وہ زخم جو ہڈی کو توڑ دے۔

۹: منقلہ: وہ زخم جو ہڈی کو توڑ دے اور اپنی جگہ سے ہٹا دے۔

۱۰: آمہ: وہ زخم جو ام الراس تک پہنچ جائے، ام الراس اس ہڈی کہتے ہیں جس میں بھیجا ہو۔

شجاج کی ایک اور قسم جائفہ بھی ہے جو اس زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچ جائے[4]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں شجہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٨

(2) البحر الرائق، ٨ : ٣٥٠

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٨

(4) الهداية، ٤ :٤٦٤

"Whoever causes, on the head or face of any person, any hurt which does not amount to itlaf-i-udw or itlaf-i-salahiyyat-i-udw, is said to cause shajjah[1]".

ترجمہ: جو کوئی شخص کسی شخص کے سر یا چہرے کو کوئی ایسا نقصان پہنچائے جو اتلاف عضو یا اتلاف صلاحیت عضو کی حد تک نہیں پہنچتا تو کہا جائے گا کہ وہ شجہ وقوع میں لایا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی سر سے ٹھوڑی تک لگائے جانے والے زخم کو شجہ کہا گیا۔ شجہ کی تعریف دونوں قوانین میں مکمل یکسانیت ہے۔ اسی طرح شجہ کے اقسام اور ان کی تعریفات میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت ہے۔

دفعہ ۱۴۲: شجاج میں سے صرف موضحہ میں قصاص ہے[2]۔

وضاحت

شجاج کی دس اقسام میں سے صرف موضحہ میں قصاص ہے، دیگر میں قصاص نہیں لیا جاتا، لہٰذا موضحہ اگر عمداً لگایا جائے تو اس میں قصاص واجب ہوتا ہے۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک موضحہ سے کم میں بھی قصاص ہے[3]۔ موضحہ کے علاوہ جو اقسام ہیں ان میں عمداً اور خطاً برابر ہے دونوں میں قصاص واجب نہیں ہوتا[4]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں موضحہ کی سزا کے متعلق کہا گیا:

"Shajjah-i-mudihah to any person, shall, in consultation with the authorised medical officer, be punished with qisas, and if the, qisas is not executable keeping in view the principles of equality, in accordance with the Injunctions of Islam, the convict shall be liable to arsh[5]".

ترجمہ: کسی شخص کے شجہ موضحہ کا تو میڈیکل آفیسر کے مشورے سے اس کو قصاص دی جائے گی اور اگر اسلامی احکام کے مطابق مساوات کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر، قصاص پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو مجرم ارش کا مستوجب ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی صرف موضحہ کو مستوجب قصاص اور دیگر اقسام کو مستوجب ارش کہا گیا۔ لہٰذا شجہ موضحہ کی سزا کے متعلق دونوں قسم کے قوانین میں یکساں احکامات دیئے گئے ہیں۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(1)

(2) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۲۸

(3) تبيين الحقائق، ۶: ۱۳۳

(4) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۳۱

(5) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(A)(2)

دفعہ ۱۴۳: موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا[1]۔

وضاحت

موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا۔ جبکہ ہاشمہ میں دسواں (دس اونٹ)، منقلہ میں دسواں اور بیسواں (پندرہ اونٹ)، آمہ اور جائفہ میں تہائی دیت اور اگر وار پار ہو جائے دو تہائی دیت واجب ہوگی[2]۔ البتہ اگر زخم ٹھیک ہو جائے تو کچھ واجب نہ ہوگا صرف طبیب کا خرچ دینا لازم ہوگا۔ منقلہ میں زخم ٹھیک ہو جائے لیکن اس کا اثر باقی ہو تو ارش واجب ہوگا اور منقلہ کا ارش جب واجب ہوتا ہے تو ساقط نہیں ہوتا۔ موضحہ سے کم جو چھ زخم ہیں ان میں حکومت عدل واجب ہوگی۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں شجہ کے اقسام کی ارش کی مقادیر بیان کی گئی ہیں جس میں موضحہ کے لئے دیت کا بیسواں، ہاشمہ کے لئے دسواں، منقلہ کے لئے پندرہواں اور آمہ کے لئے تہائی دیت مقرر کی گئی ہے[3]۔ ارش کی یہ مقادیر فتاویٰ عالمگیری میں بھی بعنیہ اسی طرح مذکور ہے۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٢٩

(2) بداية المبتدی، ١: ٢٤٥

(3) (ii) shajjah-i-mudihah to any person, shall, in consultation with the authorised medical officer, be punished with qisas, and if the, qisas is not executable keeping in view the principles of equality, in accordance with the Injunctions of Islam, the convict shall be liable to arsh which shall be five percent of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years as ta'zir,
(iii) shajjah-i-hashimah to any person, shall be liable to arsh which shall be ten per cent of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta'zir.
(iv) shajiah-i-munaqqilah to any person, shall be liable to arsh which shall be fifteen percent of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta 'zir.
(v) shajjah-i-ammah to any person, shall be liable to arsh which shall be one-third of the diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years as ta'zir.
(vi) shajjah-i-damighah to any person shall be liable to arsh which shall be one-half of diyat and may also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to fourteen years as ta'zir.The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(A)(ii)(iii)(iv)(v)(vi)

باب نمبر۹ : جنایت کے حکم دینے اور بچوں کے مسائل کے بیان میں

دفعہ ۱۴۴: جنایت کرنے والے نے کسی کے حکم پر جنایت کا ارتکاب کیا تو حکم دینے والا ضامن نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

قصاص ودیت کے احکامات جنایت کرنے والے سے متعلق ہوتے ہیں نہ کہ جنایت کا حکم دینے والے سے، جیسے جنایت کرنے والے نے کسی کے حکم سے قتل کیا یا زخمی کیا تو قصاص ودیت جنایت کرنے والے کے ذمے ہوں گے اور حکم دینے پر کچھ لازم نہ ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۴۵: جنایت کرنے والے کو خود مجنی علیہ نے کسی چیز کے عوض خود پر جنایت کرنے کا کہے تو جنایت کرنے والا ضامن ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر مجنی علیہ خود جنایت کرنے والے کو کسی چیز کے عوض خود پر جنایت کا حکم دے تو جنایت کرنے والا ضامن ہوگا اور قصاص ودیت جو بھی واجب ہوگا اسی سے لیا جائے گا جیسے ایک شخص نے کسی کو حکم دیا کہ میرا ہاتھ اس کپڑے کے عوض کاٹ دو اور اس نے کاٹ دیا تو جنایت کرنے والے پر آدھی دیت واجب ہوگی۔اسی طرح آمر نے خود کو معاوضے کے عوض قتل کرنے کا حکم دیا اور جنایت کرنے والے نے قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔اسی طرح اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کے قتل کا حکم دیا اور قاتل نے قتل کیا تو قصاص واجب ہوگا۔لیکن غلام کے متعلق ایسا حکم دینے پر جنایت کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا[4]۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آمر کے حکم سے شبہ پیدا ہوگیا جس سے قصاص ساقط ہوگیا۔

دفعہ ۱۴۶: اگر مورث کے قتل کا حکم دیا تو جنایت کرنے والے پر دیت واجب ہوگی[5]۔

وضاحت

اگر کسی نے جنایت کرنے والے کو اپنے مورث جیسے بھائی کے قتل کا حکم دیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی۔اگر باپ کے قتل کا حکم دیا تو قاتل پر بیٹے کے لئے دیت واجب ہوگی لیکن اگر باپ کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو جنایت کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٣٠

(2) بدائع الصنائع،٧: ٢٣٦

(3) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٣٠

(4) مجمع الضمانات،١: ١٦٠

(5) الفتاوىٰ الهندية ،٦: ٣٠

(6) المبسوط،٢٤: ٩١

دفعہ ۱۴۷: جنایت کرنے والے کو مجنی علیہ نے خود اپنے اوپر جنایت کرنے کا حکم دیا اور جانی نے قتل کیا تو ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر مجنیٰ علیہ نے کسی جنایت کرنے والے کو خود پر جنایت کا حکم دیا اور اس نے ایسا وار کیا جس سے آدمی مر جاتا ہو جیسے بھاری پتھر یا تلوار سے، تو جنایت کرنے والے پر دیت واجب ہوگئی اور آمر کے حکم کی وجہ سے پیدا شدہ شبہ قصاص کو ساقط کرنے کا سبب بنے گا۔البتہ اگر اس نے ایسا وار کیا جو موت کا سبب نہ بنتا ہو تو صرف زخم ہونے کی صورت میں کچھ واجب نہ ہوگا۔اسی طرح اگر ہلکے وار سے صرف زخمی کیا اور بعد میں مر گیا تو اس صورت میں بھی جانی پر کچھ واجب نہ ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۴۸: نابالغ کو جنایت کا حکم دینے والا نابالغ کے جنایت کا ضامن ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے نابالغ کو جنایت کا حکم دیا اور اس نے حکم پر عمل کرتے ہوئے قتل کر دیا تو نابالغ کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور وہ حکم دینے والے کے عاقلہ سے دیت وصول کریں گے۔اسی طرح دیگر جنایات میں بھی آمر مذکورہ تاوان کا ذمہ دار ہوگا۔البتہ اگر ایک نابالغ نے دوسرے نابالغ کو جنایت کا حکم دیا اور اس نے حکم پر عمل کرتے ہوئے قتل کر دیا تو جنایت کرنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی او وہ آمر کے عاقلہ سے دیت وصول نہیں کریں گے۔اسی طرح اگر نابالغ بچہ کسی شخص کو جنایت کا حکم دے تو جنایت کرنے والا ضامن ہوگا اور نابالغ پر کچھ ضمان نہ آئے گا[4]۔

دفعہ ۱۴۹: نابالغ کو کسی کام کا حکم دینے والا، اس کام کی وجہ سے مرنے پر ضامن ہوگا[5]۔

وضاحت

کسی شخص نے نابالغ کو کسی کام کا حکم دیا اور وہ کام کرتے ہوئے نابالغ مر گیا تو آمر ضامن ہوگا جیسے نابالغ بچے کو حکم دیا کہ کسی کا کپڑا پھاڑ ڈالے اور اس دوران اس بچے کی موت واقع ہوگئی تو حکم دہندہ ضامن ہوگا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣٠

(2) الدر المختار، ٦:٥٤٨

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣٠

(4) فتح القدير، ١٠ :٤٠٩

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣٠

(6) المبسوط، ٤ :٥٥١

دفعہ ۱۵۰: عبد ماذون کسی غلام کو جنایت کا حکم دے تو آقا تاوان ادا کر کے آمر سے وصول کرے گا[1]۔

وضاحت

عبد ماذون نے کسی غلام ماذون یا مجور، نابالغ یا بالغ کو جنایت کا حکم دیا اور اس نے حکم پر عمل کرتے ہوئے قتل کر دیا تو اس کے آقا کو اختیار دیا جائے گا کہ مجرم کو بدلہ میں دیدے یا اس کا فدیہ دیدے۔ پھر آقا حکم دہندہ سے فدیہ و قیمت میں جو کم ہو وہی وصول کرے گا۔ اگر مامور مجور ہو تو فی الحال وصولی نہیں کرے گا بلکہ آزاد ہونے کے بعد مطالبہ کر سکے گا، لیکن اگر نابالغ ہو تو آزاد ہونے کے بعد بھی مواخذہ نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر آزاد صغیر کو حکم دیا ہے تو نابالغ کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی جس کا وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکیں گے[2]۔

دفعہ ۱۵۱: مکاتب نے مکاتب کو جنایت کا حکم دیا، تو مامور ضامن ہو گا[3]۔

وضاحت

ایک مکاتب نے دوسرے مکاتب کو جنایت کرنے کا حکم دیا اور اس نے تعمیل حکم کرتے ہوئے قتل کیا تو قاتل ضامن ہو گا۔ اگر مکاتب نے آزاد نابالغ بچے کو حکم دیا اور اس نے جنایت کا ارتکاب کیا تو بچے کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی لیکن وہ مکاتب پر رجوع کر کے اس کی قیمت اور دیت میں سے جو کم مالیت کا ہو، وہی وصول کریں گے[4]۔

دفعہ ۱۵۲: آقا کے حکم سے غلام پر کی جانے والی جنایت کا نصف ساقط ہو گا[5]۔

وضاحت

آقا نے کسی کو حکم دیا کہ اس کے غلام کو کوڑا مارے یا اس کا ہاتھ کاٹے، پس کوڑا مارنے سے موضحہ زخم ہو گیا یا ہاتھ کاٹنے سے غلام مر گیا تو جنایت کرنے والے سے نصف دیت ساقط ہو گی۔ اگر آقا نے ایک کوڑا مارنے کا حکم دیا تھا اور مامور نے دو کوڑے مارے پھر دیگر افراد نے بھی غلام کو کوڑے مارے جس سے غلام مر گیا تو مامور پر ایک کوڑے کے حساب سے ارش واجب ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣١

(2) البحر الرائق،٨ : ٤٢٨

(3) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣٢

(4) تبيين الحقائق،٦ : ١٦٠

(5) الفتاویٰ الهندية ،٦: ٣٢

(6) البحر الرائق،٨ : ٤٣٦

دفعہ ۱۵۳: بچے کو مہلک ہتھیار پکڑانے والے پر دیت واجب ہو گی[1]۔

وضاحت

اگر بچے کو مہلک ہتھیار پکڑایا تاکہ اس کو اٹھائے رہے اور اس نے خود کو اس ہتھیار سے قتل کر دیا تو ہتھیار پکڑانے والے پر بچے کی دیت واجب ہو گی۔ اگر بچے کو ہتھیار دیا کہ میرے واسطے اس کو پکڑو اور اس نے خود کو ہلاک کر دیا تو پکڑانے والا ضامن ہو گا۔ البتہ اگر کسی بچے کو ویسے ہی ہتھیار دیا اور اس نے اپنے آپ یا دوسرے کو ہلاک کیا تو ہتھیار دینے والا ضامن نہ ہو گا[2]۔

دفعہ ۱۵۴: بچے کو اپنے ایسے کام کا حکم دیا جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو اور بچہ ہلاک ہو گیا تو آمر ضامن ہو گا[3]۔

وضاحت

اگر کسی بچے کو اپنے کسی ایسے کام کا حکم دیا جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو اور بچہ وہ کام کرتے ہوئے ہلاک ہو گیا تو حکم دینے والا ضامن ہو گا، جیسے بچے کو درخت پر چڑھ کر پھل توڑنے کو کہا اور بچہ درخت سے گر گیا تو آمر کی برادری پر بچے کی دیت لازم ہو گی۔ فقہاء کے نزدیک اگر اپنے لئے کام کا حکم نہ بھی دیا ہو صرف یہ کہا ہو کہ یہ کام کرو تب بھی ضامن ہو گا[4]۔ یہی حکم پرائے غلام کو کسی کام کے حکم دینے کا ہے کہ اپنے لئے کام کا حکم دیا اور مر گیا تو آمر ضامن ہو گا لیکن اگر اس کو کہا کہ تو اپنے لئے یہ کام کر مثلاً پھل توڑ، تو آمر ضامن نہ ہو گا۔ بچے کو اپنی سواری پر بٹھا کر اسے اپنے لئے تھامنے کو کہنے والا بچے کی سواری سے گر کر ہلاک ہونے کی صورت میں ضامن ہو گا۔

دفعہ ۱۵۵: بچے کو ایسے کام کا حکم دیا جس میں دوسرے کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور اس نے کسی کو ہلاک کیا تو آمر ضامن نہ ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی بچے کو اپنی سواری پر بٹھایا اور اس بچے نے سواری کو دوڑا کر کسی کو اس سے ٹکر لگا کر مار دیا تو بچے کے عاقلہ پر دیت لازم ہو گی اور آمر کسی چیز کا ضامن نہ ہو گا۔ البتہ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ عام طور پر اتنا بچہ جانور کو قابو نہیں کر سکتا تو مقتول کا خون ہدر ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣٢

(2) مجمع الضمانات، ١ : ١٧٢

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣٢

(4) درر الحكام شرح مجلة الاحكام، ٢: ٥٩٩

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦: ٣٣

(6) الاشباه والنظائر، ابن نجيم زين الدين بن محمد، ١: ٢٦٢، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤١٩ھ/١٩٩٩ء

دفعہ ۱۵۶: خطرے کی جگہ میں بچے کو دیکھ کر اس کو احتیاط کرنے کا بولنے والا ہلاکت کی صورت میں ضامن نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کوئی بچہ اونچی دیوار یا چھت پر کھڑا ہو اور کسی نے آواز دے کر کہا کہ گر نہ جاؤ اور وہ گر کر مر گیا تو آواز دینے والا ضامن نہ ہوگا۔ البتہ اگر اس نے کہا ہو کہ دیوار سے کود جاؤ اور وہ کود گیا تو آواز دینے والا ضامن ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۵۷: بچہ والدین کی غفلت کی وجہ سے ہلاک ہو گیا تو والدین پر کچھ لازم نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر کوئی بچہ چھت سے گر گیا یا پانی میں ڈوب کر مر گیا تو چاہے ایسی عمر میں ہو کہ اپنی حفاظت کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو والدین پر سوائے توبہ واستغفار کے کچھ لازم نہ ہوگا۔ البتہ والدین میں سے کسی کے ہاتھ سے گر مر گیا تو ان پر کفارہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر بچہ باپ کے پاس ہو اور باپ نے اس کی خوراک کے لئے دائی کا بندوبست نہ کیا حالانکہ وہ دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہو تو پھر اگر بچہ بھوک سے مر گیا تو باپ پر کفارہ واجب ہوگا۔ لیکن اگر دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور ماں کو یہ بات معلوم ہو پھر بھی اسے باپ کے پاس چھوڑا اور وہ بچہ بھوک سے مر گیا تو ماں پر کفارہ لازم ہوگا۔

دفعہ ۱۵۸: آزاد بچے کو غصب کرنے والا، بچے کی ہلاکت کی ایسی صورت میں ضامن ہوگا جبکہ ہلاکت سے بچاؤ ممکن ہو[4]۔

وضاحت

کسی شخص نے آزاد بچے کو غصب کیا اور حالت غصب میں اس کی موت ایسی وجہ سے واقع ہوئی کہ جس سے بچاؤ ممکن تھا تو غاصب ضامن ہوگا جیسے غصب کے بعد بچے کو قتل کیا گیا، اس پر پتھر یا دیوار گر پڑی، سانپ ودرندے نے مارا یا اونچی جگہ جیسے پہاڑ یا دیوار سے گر گیا تو غاصب ضامن ہوگا۔ البتہ ہلاکت ایسی وجہ سے ہوئی کہ جس سے بچنا ممکن نہ تھا تو غاصب ضامن نہ ہوگا جیسے بخار سے مر گیا۔ اسی طرح بچے نے خود اپنے آپ کو قتل کیا تو ضمان لازم نہ ہوگا۔ اگر کسی نے غلام کو غصب کیا اور حالت غصب میں مر گیا تو بہر صورت غاصب ضامن ہوگا[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳۳

(2) مجمع الضمانات، ۱ : ۱۵۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳۳

(4) نفس مصدر

(5) المبسوط، ۲۶ : ۱۸۶

دفعہ ۱۵۹: بیٹے یا بیوی کو تادیباً مارنے والا ہلاکت کی صورت میں ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر بیٹے یا بیوی کو تادیباً مارا جس سے ان کی موت ہوگئی تو اس صورت میں باپ اور شوہر ضامن ہوں گے[2]۔ اگر قرآن کی تعلیم پر بیٹے کو مارا اور اس کی موت ہوگئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضامن ہوگا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا[3]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۷ میں غلطی یا خطا سے ضرر پہنچانے کے ضمان کا حکم ذکر کیا گیا ہے:

"Whoever causes hurt by mistake (khata) shall be liable to arsh or daman specified for the kind of hurt caused[4]".

ترجمہ: جو کوئی غلطی سے ضرر کا باعث ہوا ہو وہ ارش یا ضمان کا مستوجب ہوگا جو پہنچائے گئے ضرر کے لئے مصرحہ ہو۔

جبکہ غلطی سے اگر موت ہوگئی جیسے باپ کی تادیباً مارسے، تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر عضو کو نقصان پہنچا تو زخم و نقصان کے مطابق ارش واجب ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہی سزا مذکور ہے۔

دفعہ ۱۶۰: طبیب اور جراح اجازت لے کر کام کر رہے ہو تو نقصان کی صورت میں ضامن نہ ہوں گے[5]۔

وضاحت

اگر طبیب اور جراح مریض کی اجازت سے علاج کر رہے ہو یا جراحت کر رہے ہو اور ان کے ہاتھوں سے لگے زخم نے سرایت کر لی اور مریض مر گیا تو مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳۴

(2) الدر المختار، ۶: ۵۶۶

(3) نفس مصدر

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:337(A)(2)

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۳۴

(6) بدائع الصنائع، ۷: ۳۰۵

دفعہ ۱۶۱: ختنہ کرنے والا ولی کی اجازت سے ختنہ کرتے ہوئے جنایت کا مرتکب ہوا تو ضامن ہو گا[1]۔

وضاحت:

اگر ختنہ کرنے والا باپ کی اجازت سے بچے کا ختنہ کر رہا تھا اور غلطی سے بچے کا خشفہ کاٹ دیا جس سے بچہ مر گیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت واجب ہو گی اور اگر بچہ زندہ رہا تو عاقلہ پر پوری دیت لازم ہو گی[2]۔

باب نمبر ۱۰ : جنین کے بیان میں

دفعہ ۱۶۲: پیٹ میں موجود بچے کو ضرب سے گرا کر ضائع کر دیا تو غرہ واجب ہو گا[3]۔

وضاحت

کسی حاملہ عورت کو پیٹ میں مارا جس سے پیٹ میں موجود بچہ مردہ گر پڑا تو عورت چاہے مسلمان ہو یا کافر، ضارب پر غرہ واجب ہو گا[4]۔ غرہ ایک ایسا غلام، یا باندی ہے جس کی قیمت پانچ سو درہم ہو[5]۔ یہ مال بچے کو بطور میراث ملے گا لہٰذا اگر ضارب اس کے ورثاء میں سے ہے تو اسے اس میں حصہ نہیں ملے گا[6]۔ اسی طرح اگر دو بچے ضرب سے گر جائے تو دو غرے واجب ہوں گے اور جس جنین کی بعض خلقت جیسے ناخن اور بال وغیرہ ظاہر ہو گئے ہو تو پورے جنین کے مثل ہے اور اس پر پورے جنین کے احکامات جاری ہوں گے۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۸ میں اسقاط جنین کی تعریف میں کہا گیا:

> "Whoever causes a woman with child some of whose limbs or organs have been formed to miscarry, if such miscarriage is not caused in good faith for the purpose of saving the life of the woman, is said to cause Isqat-i-janin[7]".
>
> janin[7]".

ترجمہ: جو کوئی کسی حاملہ عورت کے ایسے جنین کا اسقاط وقوع میں لائے جس کے ہاتھ، پاؤں یا اعضاء بن گئے ہوں تو اگر یہ اسقاط عورت کی جان بچانے کے لئے نیک نیتی سے نہ کیا گیا ہو تو کہا جائے گا کہ وہ اسقاط جنین وقوع میں لایا۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ۶: ۳۴

(2) غمز عيون البصائر، ۱: ۴۶۴

(3) الفتاوىٰ الهندية، ۶: ۳۴

(4) تحفة الفقهاء، ۲: ۱۱۹

(5) بدائع الصنائع، ۷: ۳۲۵

(6) الجوهرة النيرة، ۲: ۱۴۱

(7) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:338(B)

پھر دفعہ ۳۳۸ میں اسقاط جنین کی سزا کے متعلق کہا گیا:

"Whoever causes isqat-i-ianin shall be liable to one-twentieth of the diyat if the child is born dead[1]".

ترجمہ: جو کوئی اسقاط جنین کا باعث ہو تو اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو دیت کے بیسویں حصہ کا مستوجب ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں اسقاط جنین کی سزا میں غرہ یعنی پانچ سو(۵۰۰) درہم مالیت کا غلام یا باندی دینے کو واجب کہا گیا ہے۔ غور کیا جائے تو چاندی کے نصاب سے کل دیت دس ہزار(۱۰۰۰۰) درہم مقرر ہے اور اس کا بیسواں حصہ پانچ سو(۵۰۰) درہم ہی بنتے ہیں۔ للٰذا اس مقام پر وضعی اور شرعی قوانین میں مکمل یکسانیت ہے۔

دفعہ ۱۶۳: ضرب سے جنین پیٹ سے زندہ گر گیا پھر مر گیا تو پوری دیت واجب ہوگی[2]۔

وضاحت

اگر حاملہ عورت کو پیٹ میں مارا جس سے حمل ساقط ہو گیا لیکن جنین زندہ گر گیا اور پھر مر گیا تو ضارب پر پوری دیت واجب ہوگی۔ اگر ضرب سے بچہ مردہ گر گیا پھر عورت بھی مر گئی تو ضارب پر عورت کی دیت اور ایک غرہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت ضرب سے مر گئی اور بچہ پیٹ سے زندہ نکلا پھر مر گیا تو ضارب پر دونوں کی پوری دیت الگ الگ واجب ہوگی۔ البتہ اگر عورت مر گئی اور بچہ مردہ نکلا تو صرف عورت کی دیت واجب ہوگی[3]۔

تقابل

تعزیرات پاکستان دفعہ ۳۳۸ میں اسقاط جنین کی سزا میں کہا گیا:

"Full diyat if the child is born alive but dies as a result of any act of the offender[4]".

ترجمہ: اگر بچہ زندہ پیدا ہونے کے بعد مجرم کے کسی فعل کے نتیجے میں ہلاک ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں بھی حاملہ عورت کو پیٹ میں مارنے کے بعد بچے کے زندہ پیدا ہونے اور پھر اسی ضرب کے نتیجے میں مرنے کی سزا پوری دیت بیان ہوئی ہے۔ للٰذا فتاویٰ عالمگیری اور تعزیرات پاکستان میں اس مقام پر مکمل مطابقت ہے۔

---

(1) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:338(C)(A)

(2) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٥

(3) فتح القدير، ١٠: ٣٠٤

(4) The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860, Sec:338(C)(B)

دفعہ ۱۶۴: بچہ جزوی ظہور کی صورت میں جنین تصور ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی حاملہ عورت نے بچے کو جنم دیا لیکن ابھی بچے کا صرف سر نکلا تھا اور اس نے چیخ ماری یعنی رو رہا تھا کہ ایک آدمی نے بچے کا سر کاٹ ڈالا تو اس پر غرہ واجب ہو گا کیونکہ یہ ابھی تک جنین ہے[2]۔

دفعہ ۱۶۵: ضرب کی وجہ سے دو جنین نکلے تو مردہ پیدا ہونے والے کا غرہ اور زندہ پیدا ہو کر مرنے والے کی دیت واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

اگر کسی حاملہ عورت کو پیٹ میں مار دیا، جس کی وجہ سے دو جنین اس کی پیٹ سے گر پڑے ایک مردہ حالت میں اور ایک زندہ حالت میں، پھر زندہ پیدا ہونے والا بھی اسی ضرب کی وجہ سے مر گیا تو جو جنین مردہ پیدا ہوا ضارب پر اس کا غرہ واجب ہو گا اور زندہ پیدا ہو کر مرنے والے بچے کی پوری دیت ادا کرے گا[4]۔

دفعہ ۱۶۶: جنین اگر غلام ہو تو اس کو ضائع کرنے پر اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر کسی اور کی حاملہ باندی کو پیٹ میں مارا، جس سے اس کا حمل ساقط ہو گیا، تو اگر بچہ آزاد یعنی آقا کا ہو تو غرہ واجب ہو گا اور اگر بچہ غلام ہو تو اس کو زندہ تصور کر کے قیمت مقرر کی جائے گی پھر مذکر کی صورت میں قیمت کا بیسواں اور مؤنث کی صورت میں دسواں حصہ واجب کر دیا جائے گا۔ آزاد جنین کے بدلے واجب ہونے والا بدل مددگار برادری ایک سال میں ادا کرے گی اور غلام جنین کے بدلے واجب ہونے والا بدل یعنی قیمت فی الحال دینا واجب ہو گا۔ اگر جنین کی قیمت لگانا ممکن نہ ہو تو ضارب کا قول اس کی قیمت کے متعلق معتبر ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ۶: ۳۵

(2) البحر الرائق، ۲: ۲۰۲

(3) الفتاوی الهندية، ۶: ۳۵

(4) البحر الرائق، ۸: ۳۹۰

(5) الفتاوی الهندية، ۶: ۳۵

(6) العناية، ۱۰: ۳۰۵

دفعہ ۱۶۷: جنین کے معاملے میں ضرب سے پہلے والی حالت کا اعتبار کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

جنین کے معاملے میں ضرب سے پہلے والی حالت کا اعتبار کیا جائے گا جیسے باندی کے پیٹ پر ضرب کے بعد آقا نے اس کی پیٹ میں موجود جنین کو آزاد کر دیا پھر جنین زندہ پیدا ہو کر مر گیا، تو اس کی قیمت واجب ہو گی اور دیت واجب نہ ہو گی اگرچہ آزاد ہونے کے بعد مرا ہو[2] اور اگر ضرب سے قبل جنین کو آزاد کر دیا ہو تو ضارب پر غرہ واجب ہو گا۔ اگر حاملہ باندی کو پیٹ میں مارا جس سے اس کا حمل ساقط ہو گیا اور مردہ جنین گر گیا پھر باندی اسی ضرب کی وجہ سے مر گئی تو ضارب پر اس باندی کی قیمت واجب ہو گی جو وہ تین سال میں ادا کرے گا۔

دفعہ ۱۶۸: اگر حاملہ عورت نے خود اپنا حمل ساقط کر کے جنین ضائع کر دیا تو غرہ واجب ہو گا[3]۔

وضاحت

اگر حاملہ عورت نے ضرب، دوا یا کسی اور طریقے سے اپنا حمل ساقط کر کے جنین کو ضائع کر دیا تو اس کے عاقلہ پر غرہ واجب ہو گا۔ لیکن اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا ہو تو کچھ واجب نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر خطاً اس کا جنین ضائع ہو گیا تو کچھ واجب نہ ہو گا[4]۔

دفعہ ۱۶۹: حاملہ عورت کے پیٹ پر وار کر کے جنین کا ہاتھ کاٹ دیا تو زندہ بچ جانے کی صورت میں نصف دیت واجب ہو گی[5]۔

وضاحت

کسی نے حاملہ عورت کے پیٹ میں چھری سے وار کر کے اس کے بچہ دانی میں موجود جنین کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر وہی جنین زندہ بچ گیا تو ضارب پر نصف دیت واجب ہو گی اور نصف دیت کی ادائیگی عاقلہ پر لازم ہو گی، کیونکہ یہ خطا میں آتا ہے[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ۶: ۳۵

(2) الجامع الصغير، محمد بن حسن الشيباني، ۱: ۵۱۹، عالم الكتب، بيروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

(3) الفتاوی الهندية، ۶: ۳۵

(4) البناية، ۱۳: ۲۲۷

(5) الفتاوی الهندية، ۶: ۳۶

(6) عيون المسائل، ۱: ۲۷۰

باب نمبر ۱۱: دیوار، چھت، جن چیزوں کو انسان راستہ بناتا ہے اور مناسبات کے بیان میں

دفعہ ۱۷۰: حادثہ سے پہلے مالک کو خطرہ پر مطلع کیا جائے تو مالک ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

کسی نے ایک دیوار بنائی جو طویل مدت گزرنے کے بعد جھک گئی اور مالک کو مطلع کیا گیا کہ دیوار جھک گئی ہے اور کسی بھی وقت حادثہ کا باعث بن سکتی ہے، لیکن اس نے توجہ نہ دی اور وہ دیوار کسی پر گر گئی تو مالک ضامن ہوگا۔ اسی طرح پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو بغیر اطلاع کے حادثہ کی صورت مالک ضامن ہوگا اور جان تلف ہونے کی صورت ضمان مددگار برادری پر ہوگا اور مال تلف ہو تو مال کا ضامن ہوگا[2]۔ اسی طرح اطلاع دینے کے بعد اگر دیوار گر گئی اور اس ملبے کے ٹھوکر سے کوئی شخص مر گیا تو بھی مالک ضامن ہوگا۔ اگر ملبے سے ٹھوکر کھا کر مرنے والے سے دوسرا آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دیوار کی صورت میں اس کا ضمان پر مالک پر نہ ہوگا اور اگر شہتیر کو راستہ کی جانب بڑھایا ہوا اور وہ راستے میں گھر گیا اور ایک شخص گرنے سے اور دوسرا اس مردہ انسان سے ٹھوکر کھانے سے مر گیا تو دونوں کی دیت مالک پر لازم ہوگی[3]۔

دفعہ ۱۷۱: خطرہ سے مطلع کرنے میں طلب کے الفاظ کا اعتبار کیا جائے گا، مشورے کے الفاظ معتبر نہ ہوں گے[4]۔

وضاحت

مالک کو اس کی دیوار وغیرہ کے خطرہ کی اطلاع دینے میں طلب کے الفاظ معتبر ہوں گے، مشورے کے الفاظ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسے کسی شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہو اور کوئی اسے کہے کہ تیری دیوار خطرناک حد تک جھکی ہوئی ہے اور کسی حادثے کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے اس کو توڑ دو کہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے، تو طلب کے الفاظ ہونے کی وجہ سے یہ اطلاع معتبر ہوگی۔ لیکن کسی یوں کہا جائے کہ تیری دیوار جھکی ہوئی ہے تجھے چاہیئے کہ اسے منہدم کردے، تو مشورے کے الفاظ ہونے کی وجہ سے یہ اطلاع معتبر نہ ہوگی[5]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٦

(2) بدائع الصنائع، ٧: ٢٨٣

(3) البحر الرائق، ٨: ٤٠٤

(4) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٦

(5) درر الحكام شرح مجلة الاحكام، ٢: ٥٠٩

دفعہ ۱۷۲: خطرہ کے دفع کرنے کے طلب پر گواہی کے لئے ادائے شہادت کا اہل ہونا کافی ہے[1]۔

وضاحت

خطرہ دفع کرنے کے طلب پر گواہی دینے میں محض یہ کافی کہ گواہ ادائے شہادت کا اہل ہو۔یہی وجہ ہے کہ اس میں دو مردوں اور ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی مقبول ہو گی،اسی طرح دو ایسے غلام جو طلب کے بعد دیوار گرنے سے پہلے آزاد ہو یا ایسے دو کافر جو طلب کے بعد دیوار گرنے سے پہلے مسلمان ہو یا دو بچے طلب کے بعد دیوار گرنے سے پہلے بالغ ہوں، کی گواہی قبول کی جائے گی۔اگر غلاموں کی آزادی، کافروں کے اسلام اور نابالغوں کے بلوغ سے پہلے دیورا گری پھر انہوں نے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی کیونکہ یہ ادائے شہادت کے اہل ہیں۔اس طرح کے معاملات میں کتاب القاضی الی القاضی بھی قبول کیا جائے گا[2]۔یاد رہے کہ خطرہ پیدا ہونے سے پہلے بنائے گئے گواہ مقبول نہ ہوں گے۔

دفعہ ۱۷۳: اطلاع اس وقت معتبر ہو گی جب کہ اطلاع ایسے شخص کو دی جائے جس کو دیوار میں تصرف کا اختیار حاصل ہو[3]۔

وضاحت

خطرے کی اطلاع اس وقت معتبر مانی جائے گی کہ جب اطلاع ایسے شخص کو دی گئی ہو کہ جو اس دیوار میں تصرف کا اختیار رکھتا ہو، لہٰذا مالک مکان کے کرایہ دار یا عاریتاً رہنے والے کو دی گئی اطلاع کی صورت میں کوئی بھی دیوار سے ہونے والے نقصان کا ضامن نہ ہو گا۔اسی طرح اطلاع کے بعد اس مالک کا اختیار گرپڑنے کے وقت تک برقرار رہنا بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر مالک نے مطلع ہونے کے بعد اس مکان کو بیچ دیا اور مشتری کے قبضے میں آنے کے بعد گر گیا تو کوئی بھی ضامن نہیں ہو گا کیونکہ بائع کا تو قبضہ باقی نہ رہا اور مشتری کو اطلاع نہیں دی گئی[4]

دفعہ ۱۷۴: اگر مطالبہ واشہاد کے بعد مکان ملک سے نکل گیا تو دوبارہ ملک میں آنے پر پھر سے مطالبہ کیا جائے گا[5]۔

وضاحت

مطالبہ اور اشہاد کے بعد وہ مکان مالک کی ملک سے نکل گیا پھر دوبارہ ملک حاصل ہونے کے بعد اس کے گرنے سے جو نقصان ہو گیا، مالک اس کا ضامن نہیں ہو گا جیسے مطالبہ واشہاد کے بعد مالک مجنون یا مرتد ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد صحت مند ہو گیا یا مسلمان ہو گیا تو پھر اگر اس مکان کے گرنے سے کسی کا جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو مالک اس کا ضامن نہ ہو گا۔اگر مطالبہ کے بعد مذکورہ مکان فروخت کر دیا پھر خیار عیب یا خیار شرط کی وجہ سے بائع کو واپس

---

(1) الفتاوی الهندیة، ٦ :٣٧

(2) مجمع الضمانات، ١ :١٨٣

(3) الفتاوی الهندیة، ٦ :٣٧

(4) العنایة، ١٠ :٣٢١

(5) الفتاوی الهندیة، ٦ :٣٧

کیا گیا اور اس کے بعد مکان گر گیا اور نقصان کا سبب بنا تو بھی مالک ضامن نہ ہوگا۔البتہ اگر خیار بائع کا ہو یا ملک میں آنے کے بعد دوبارہ اطلاع دی گئی ہو پھر اس صورت میں مالک ضامن ہوگا[1]۔

دفعہ ۱۷۵: مطالبہ واشہاد کے بعد اتنے وقت کا ہونا ضروری ہے کہ جس میں مطالبہ پورا کیا جاسکے[2]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کو اس کے دیوار کے خطرے کی اطلاع دی گئی لیکن اتنا وقت نہ گزرا تھا کہ جس میں وہ دیوار منہدم کر کے ملبہ اٹھا سکے تو نقصان کی صورت میں ذمہ دار نہ ہوگا[3]۔

دفعہ ۱۷۶: مطالبہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور راستہ میں تمام لوگ برابر کے حقدار ہوتے ہیں[4]۔

وضاحت

مطالبہ ایسا شخص کرے جو صاحب حق ہو اور راستہ میں تمام لوگوں کا حق ہوتا ہے لہٰذا ہر کوئی مطالبہ کر سکتا ہے،اسی طرح مطالبہ کرنے میں مسلمان،ذمی اور آزاد،غلام سب برابر ہے۔لیکن مطالبہ کرنے والے کا عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔اسی طرح وہ نابالغ جس کو خصومت کا اختیار دیا گیا ہو وہ بھی مطالبہ کر سکتا ہے[5]۔

دفعہ ۱۷۷: مطالبہ کے بعد صرف ساکنان دار کی مہلت ضمان سے بچا سکتی ہے[6]۔

وضاحت

اگر مطالبہ کے بعد مالک نے قاضی سے مہلت مانگی اور قاضی نے مہلت دے دی اور مقررہ دنوں میں دیوار کسی پر گر گئی تو مالک ضامن ہوگا۔البتہ اگر یہ مہلت ساکنان دار سے طلب کی گئی ہو تو مہلت کے دنوں میں مکان گرنے سے اگر کوئی نقصان ہوا تو مالک ضامن نہ ہوگا،لیکن اگر مہلت کی مدت گزرنے کے بعد دیوار گر کر نقصان کا سبب بنا تو مالک ضامن ہوگا[7]۔

---

(1) مجمع الضمانات،۱ :۱۸۳

(2) الفتاوی الهندية،۶ :۳۷

(3) تبيين الحقائق،۶ :۱۴۸

(4) الفتاوی الهندية،۶ :۳۷

(5) البناية،۱۳ :۲۴۹

(6) الفتاوی الهندية،۶ :۳۷

(7) البحر الرائق،۸ :۴۰۴

دفعہ ۱۷۸: مطالبہ واشہاد میں قبضہ کا اعتبار کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے پر اس کے مقبوضہ مکان کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور اس مکان میں ایک جھکی ہوئی دیوار ہو تو جب تک مدعی کے گواہوں کی تعدیل نہیں ہو جاتی یہ قابض کا مکان تصور کیا جائے گا اور دیوار گر جانے سے نقصان کی صورت میں قابض پر ضمان لازم آئے گا[2]۔

دفعہ ۱۷۹: نابالغ بچے کے مالک ہونے کی صورت میں باپ ووصی سے مطالبہ واشہاد صحیح تصور کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

اگر مکان کسی نابالغ بچے کا ہو اور باپ، ماں یا وصی سے مطالبہ کیا گیا تو مطالبہ کافی تصور ہو گا اور نقصان کی صورت مالک پر ضمان لازم آئے گا۔ لیکن اگر نابالغ بچہ بالغ ہو گیا تو باپ یا وصی سے کیا گیا مطالبہ کافی نہیں ہو گا بلکہ مالک سے دوبارہ مطالبہ کیا جائے گا۔ اسی طرح مکان مرہونہ کا مطالبہ مرتہن سے کیا جائے تو کسی پر بھی ضمان لازم نہیں آئے گا البتہ راہن سے مطالبہ کی صورت میں راہن پر ضمان لازم آئے گا[4]۔

دفعہ ۱۸۰: وقف مکان سے ہوئے نقصان کا ضمان واقف کے عاقلہ پر ہو گا[5]۔

وضاحت

ایک شخص نے مکان وقف کر کے مساکین کے استعمال کے لئے وکیل کے حوالے کر دیا پھر اس کی دیوار جھکی اور وکیل سے مطالبہ کیا گیا۔ اس صورت میں مطالبہ کے بعد دیوار گرنے سے اگر جان تلف ہو، تو اس کی دیت واقف کے عاقلہ کے ذمے واجب ہو گی۔ اگر وقف مکان میں رہنے والے مساکین سے مطالبہ کیا گیا تو کسی پر بھی ضمان لازم نہیں آئے گا[6]۔ مسجد میں مطالبہ واشہاد اس کے بنانے والے سے کیا جائے گا[7]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٧

(2) البحر الرائق، ٨: ٤٠٤

(3) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٧

(4) المبسوط للسرخسي، ٢٧: ١٠

(5) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٨

(6) قرة عين الاخيار، ٧: ١٧١

(7) الدر المختار، ٦: ٦٠٢

دفعہ ۱۸۱: عبد ماذون کے مکان سے جان تلف ہونے پر دیت آقا کے عاقلہ پر ہو گی[1]۔

وضاحت

عبد ماذون کے مکان کی دیوار گرنے سے کوئی مر گیا تو اس کی دیت آقا کی مددگار برادری پر واجب ہو گی چاہے اس غلام پر قرض ہو یا نہ ہو۔ لیکن اگر دیوار کے گرنے سے کسی کا مال تلف ہو گیا تو اس کی قیمت غلام پر ہو گی اور وہ اس میں فروخت کیا جائے گا۔ غلام کے مکان کے نقصان میں مطالبہ واشہاد آقا سے کیا گیا تو بھی جائز ہے[2]۔

دفعہ ۱۸۲: مشترک دیوار کے شرکاء میں جس سے مطالبہ کیا گیا ہو صرف اسی سے اس کے حصے کے مطابق ضمان لیا جائے گا[3]۔

وضاحت

ایک دیوار پانچ افراد کے درمیان مشترک ہے اور اس میں سے صرف ایک شریک سے مطالبہ واشہاد کیا گیا تو دیوار گرنے کی صورت میں جس سے مطالبہ کیا گیا ہے اس شریک پر دیت کا پانچواں حصہ واجب ہو گا[4]۔ اگر تین شریک ہو اور ایک نے بغیر اجازت کنواں کھودا اور کوئی اس میں گر گیا تو کنواں کھودنے والے پر تہائی دیت واجب ہو گی۔ اسی طرح اگر ورثاء میں کسی ایک سے مطالبہ کیا گیا تو دیوار گرنے کی صورت میں جس سے مطالبہ کیا گیا ہے اسی وارث کے حصے میں جتنا حصہ آئے گا، اسی کے حساب سے اس پر تاوان عائد کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۸۳: مکاتب کی دیوار سے ہونے والے نقصان کا ضامن مکاتب ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر مکاتب کے دیوار گرنے سے کوئی مر گیا تو مکاتب کو اگر مطالبہ کے بعد دیوار مرمت کرنے یا گرانے کا موقع ملا ہو تو اس پر مقتول کے ورثا کے لئے وہ چیز واجب ہو گی جو قیمت و دیت میں کم مالیت کی ہو گی۔ اگر مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد دیوار گر گئی تو اس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی۔ اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا اور غلام بن گیا تو غلام و آقا میں کسی پر بھی ضمان لازم نہیں آئے گا[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٨

(2) الاصل للشيباني، ٤: ٥٦٩

(3) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٨

(4) الجامع الصغير، ١: ٥١٤

(5) الفتاوی الهندية، ٦: ٣٨

(6) البناية، ١٣: ٢٥١

دفعہ ۱۸۴: مولی العتاقہ اور غلام کے بیٹے کی دیوار کے نقصان کا ضمان ماں کی مددگار برادری پر ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر ایسے شخص کی دیوار گر گئی کہ جس کی ماں مولی العتاقہ اور باپ غلام ہے تو اس دیوار کے گرنے سے ہونے والے نقصان کا ضمان ماں کی مددگار برادری پر ہوگا۔ اگر باپ دیوار گرنے سے پہلے آزاد ہو گیا ہو، تو پھر باپ کی مددگار برادری پر تاوان ادا کرنا لازم ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۸۵: ایک شخص دوسرے پر گر گیا تو گرنے والا ضامن ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر کوئی انسان اپنی دیوار پر سے کسی پر گر گیا جس سے اس شخص کی موت ہو گئی تو گرنے والا ضامن ہوگا۔ اگر گرنے والا خود بھی مر گیا تو دیکھا جائے کہ نیچے والا آدمی اس کی ملکیت کی جگہ میں تھا یا اس کی ملک سے باہر تھا اگر اس کی ملک سے باہر ہو اور نیچے والا راستے پر جا رہا ہو تو ضامن نہ ہوگا لیکن اگر وہ راستہ میں کھڑا یا بیٹھا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اس کی ملک ہو تو اس صورت میں اوپر والا ضامن ہوگا۔ اگر غفلت یا نیند کی حالت میں کسی پر گرا تو کفارہ واجب ہوگا۔ اسی طرح پہاڑ سے کسی پر گرا تو چاہے ملک میں ہو یا غیر ملک میں دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا[4]۔

دفعہ نمبر ۱۸۶: راستے میں کنواں کھودنے والا نقصان کا ضامن ہوگا[5]۔

وضاحت

اگر کسی نے راستے میں کنواں کھودا اور راہ چلتا ایک شخص اس میں گر کر مر گیا لیکن کنویں کے اندر ایک اور زندہ انسان بھی تھا، جو اس شخص کے گرنے کی وجہ سے مر گیا تو کنواں کھودنے والا دونوں کی موت کا ضامن ہوگا[6]۔ لیکن اگر اس شخص نے کنواں اپنی ملک میں کھودا اور اس میں ایک شخص موجود تھا کہ اوپر سے ایک اور شخص گر گیا اور نیچے والے کو مار دیا تو گرنے والا ضامن ہوگا۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦ :٣٨

(2) البحر الرائق، ٨ :٤٠٤

(3) الفتاوی الهندية، ٦ :٣٨

(4) المبسوط، ٢٧ :١١

(5) الفتاوی الهندية، ٦ :٣٨

(6) الاصل للشيباني، ٤ :٥٧١

دفعہ نمبر۱۸۷: دیوار کے اوپر رکھی گئی چیز کسی پر گری تو ضامن نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دیوار کے اوپر کوئی چیز جیسے گھڑا رکھا اور وہ کسی پر گر گیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کے فعل کا اثر منقطع ہو گیا ہے لیکن اگر دیوار جھکی ہوئی ہو تو ضامن ہوگا۔ البتہ اگر کوئی چیز دیوار پر اس طرح رکھی کہ اس کا ایک سرا راستہ کی طرف نکل گیا ہو اور وہ چیز کسی پر گر گئی اور اس کو راستے کی طرف نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر شہتیر دیوار پر اس طرح رکھا کہ راستے کی طرف نکلا ہوا نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا لیکن اگر دیوار پہلے بہت زیادہ جھکی ہو اور اس نے شہتیر رکھا تو نقصان کی صورت میں ضامن ہوگا چاہے مطالبہ کیا گیا ہو یا نہیں[2]۔

دفعہ ۱۸۸: کسی کی دیوار پر دوسرے کی دیوار گری تو اس کو قیمت یا نقصان کے بقدر لینے کا اختیار ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر کسی کی دیوار پر دوسرے شخص کی دیوار گری حالانکہ گرنے والی دیوار کے مالک کو پہلے دیوار کے جھکے ہونے کی اطلاع دی گئی تھی تو جس کی دیوار کو نقصان پہنچا ہے وہ اسی دیوار کی قیمت وصول کرے گا لیکن اس صورت میں ملبہ قیمت ادا کرنے والے کو مل جائے گا اور اگر چاہے تو صرف نقصان کے بقدر تاوان وصول کرے اس صورت میں ملبہ اسی کا ہوگا۔ البتہ اس کو یہ اختیار نہیں کہ اسی طرح کی دیوار بنانے کا مطالبہ کرے۔ اگر دو دیواریں جھکی ہوئی ہو اور دونوں کے مالکوں سے مطالبہ بھی کیا گیا ہو اور دونوں دیواریں گر پڑی تو نقصان کا ضامن پہلے گرنے والی دیوار کا مالک ہوگا[4]۔

دفعہ ۱۸۹: دیوار کے دو اطراف میں سے ایک کا بھی مطالبہ کیا گیا ہو تو دونوں اطراف کی نقصان کا ضامن ہوگا[5]۔

وضاحت

اگر کسی شخص کی دیوار کا ایک جانب راستہ میں اور دوسری کسی قوم کے دار کی طرف ہو تو اگر دار والوں نے مطالبہ کیا اور راستہ کی طرف دیوار گرا تو نقصان کا ضامن ہوگا[6]۔ اسی طرح راستے والوں نے مطالبہ کیا اور دار کی طرف گرا تو اس صورت میں بھی نقصان کا ضامن ہوگا۔ البتہ اگر طویل دیوار کا ایک حصہ جھکا ہوا ہو اور وہ حصہ گر گیا جس نے دوسرا حصہ بھی گرا لیا تو مالک صرف اس نقصان کا ضامن ہوگا جو جھکے ہوئے حصے کے گرنے سے ہوا ہو۔ اسی طرح اگر ایک شخص کی دو دیواریں ہوں اور ان میں سے ایک جھکی ہوئی اور دوسری صحیح ہو اور جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد بھی کیا گیا، لیکن پھر صحیح والی دیوار گر گئی تو مالک اس سے ہونے والے نقصان کا ضامن نہ ہوگا۔

---

(1) الفتاوی الھندیة، ۶: ۳۹

(2) البحر الرائق، ۸: ۴۰۴

(3) الفتاوی الھندیة، ۶: ۳۹

(4) نفس مصدر، ۸: ۴۰۵

(5) الفتاوی الھندیة، ۶: ۳۹

(6) الاصل للشیبانی، ۴: ۵۷۴

دفعہ ۱۹۰: مؤاخذہ کرنے کے گواہوں میں سے کسی کے مورث پر دیوار گری تو گواہی مقبول نہ ہوگی[1]۔

وضاحت

جن دو لوگوں کو مؤاخذہ کا گواہ بنایا گیا دیوار ان میں سے کسی کے باپ، مکاتب یا غلام پر گرا اور ان دونوں کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو گواہی مقبول نہیں ہوگی کیونکہ اس گواہی کا فائدہ خود اسے ہو رہا ہے یا گواہی ایسے افراد کے حق میں ہے جن کے متعلق اس کی گواہی جائز نہیں[2]۔

دفعہ ۱۹۱: لقلیط کی دیوار سے ہونے والے نقصان کا ضمان بیت المال پر ہوگا[3]۔

وضاحت

لقلیط کسی دیوار کا مالک ہے، اس سے دیوار کے متعلق مؤاخذہ کیا گیا پھر دیوار گر گئی تو ضمان بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح ایک نو مسلم کی دیوار سے پہنچنے والے نقصان کا ضمان بھی بیت المال پر ہوگا[4]۔

دفعہ ۱۹۲: دو منزلہ مکان سے ہونے والے نقصان کا ضامن وہ شخص ہوگا جس سے مؤاخذہ کیا گیا ہو[5]۔

وضاحت

دو منزلہ عمارت مکمل گر گئی تو جس سے مؤاخذہ کیا گیا ہے وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا، لیکن اگر صرف اوپر کی منزل گر گئی اور مؤاخذہ بھی اوپر کے منزل کے مالک سے کیا گیا تھا تو صرف وہی ضامن ہوگا[6]۔ اگر دو منزلہ عمارت میں اوپر و نیچے دونوں سے مؤاخذہ کیا گیا پھر نیچے والا منزل گرا اور ساتھ اوپر والے منزل کو بھی گرا دیا تو نقصان کا ضمان نیچے منزل والے پر آئے گا۔ اسی طرح نیچے کے ملبے سے کوئی ٹھکرا کر امرا، تب بھی نیچے والا ضامن ہوگا، لیکن اوپر کے ملبے سے ٹکرانے والے کا ضمان کسی پر لازم نہیں آئے گا۔

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۳۹

(2) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۱۲

(3) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۴۰

(4) مجمع الضمانات، ۱: ۱۸۴

(5) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۴۰

(6) الاصل للشیبانی، ۴: ۵۷۴

دفعہ ۱۹۳: دیوار کے انہدام کے لئے اجرت پر مزدور مقرر کئے گئے اور ملبے سے کوئی نقصان ہوا تو مزدور ضامن ہوں گے[1]۔

وضاحت

ایک شخص نے اپنی دیوار کے انہدام کے لئے اجرت پر مزدور مقرر کئے، دوران انہدام ملبے سے کوئی شخص مرا چاہے مزدوروں میں سے ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو تو دیت مزدوروں پر ہو گی، مالک مکان پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قتل ان مزدوروں کے ہاتھ سے ہوا ہے[2]۔

دفعہ ۱۹۴: طریق عام کی حدود میں عمارت کا کوئی بھی حصہ بنایا جائے، اس کو منہدم کرنے کا اختیار ہر شہری کو حاصل ہے[3]۔

وضاحت

اگر عام راستے کی حدود میں کسی نے عمارت بنایا، چاہے پائخانہ ہو یا پرنالہ، اس کو منہدم کرنے کا اختیار ہر شہری کو حاصل ہے چاہے حاکم نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اور مسلمانوں کے حق میں مضر ہو یا نہ ہو[4]۔ اسی طرح اس حق میں مرد و عورت اور مسلمان و کافر سب برابر ہے۔ البتہ غلام کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ یہ عمارت جو راستے کے حدود میں بنائی گئی ہو، صرف اپنی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہو۔ اگر عامۃ المسلمین کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہو تو پھر منہدم نہیں کی جائے گی۔ اگر راستہ صرف دار والوں کے لئے مخصوص ہو تو پھر صرف اس میں حق رکھنے والوں کو ایسی عمارت کے گرانے کا حق حاصل ہو گا نہ کہ عام لوگوں کو۔ اسی طرح عام راستے میں چھتہ بنانے میں ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ محلے والوں کی اجازت پر منحصر ہو گا۔

دفعہ ۱۹۵: عام راستہ میں عمارت یا عمارت کا کوئی حصہ بنانے کی اجازت دینا حاکم کے لئے مباح نہیں[5]۔

وضاحت

امام المسلمین کے لئے یہ جائز نہیں کہ عام راستے میں کسی کو عمارت یا عمارت کا کوئی حصہ بنانے کی اجازت دے۔ یہ اس وقت ہے کہ جب عام لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اگر عام لوگوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو اور راستہ وسیع ہو تو حاکم اس کی اجازت دے سکتا ہے۔ اس صورت میں اگر کسی کو اس عمارت سے نقصان پہنچا تو بنانے والا ضامن ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٤٠

(2) المبسوط للسرخسی، ٢٧: ١٤

(3) الفتاوی الهندية، ٦: ٤٠

(4) الجامع الصغير، ١: ٥١٣

(5) الفتاوی الهندية، ٦: ٤٠

(6) العناية، ١٠: ٣٠٧

دفعہ ۱۹۶: عام راستہ میں کوئی عمارت بنانے اور پتھر یا کوئی اور رکاوٹ رکھنے والا نقصان کی صورت میں ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

شارع عام میں کوئی عمارت، عمارت کا کوئی حصہ بنانے والا اور پتھر یا کوئی رکاوٹ رکھنے والا نقصان کی صورت میں ضامن ہوگا۔ اگر ان رکاوٹوں سے کسی کی جان چلی گئی تو عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اگر جانی نقصان تو نہیں ہوا لیکن موضحہ زخم لگا تب بھی ارش عاقلہ کے ذمے ہوگا، لیکن اگر موضحہ سے کم زخم لگا ہو تو اس شخص پر تاوان لازم ہوگا[2]۔

دفعہ ۱۹۷: عبد ماذون کے کئے گئے تصرف سے کسی کو نقصان پہنچا تو غلام کو نقصان کے بدلے بیچا جائے گا[3]۔

وضاحت

عبد ماذون نے آقا کی اجازت کے بغیر عمارت میں تصرف کر کے پر نالہ نکالا تو نقصان کی صورت میں غلام پر ضمان آئے گا، لیکن اگر اس نے یہ کام آقا کی اجازت سے کیا ہو، تو جان تلف ہونے کی صورت میں آقا کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی[4]۔

دفعہ ۱۹۸: راستے پر چھتہ بنانے والا مزدور کسی پر گرا تو نقصان کا وہ خود ضامن ہوگا[5]۔

وضاحت

مالک مکان نے راستے کی جانب چھتہ بنانے کے لئے اجرت دے کر مزدور لگائے، ان مزدوروں میں سے کوئی ایک راستے میں گزرنے والے کے اوپر گرا جس سے اس راہگیر کی موت ہوگئی تو مزدور خود ضامن ہوگا، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ کام ختم کرنے سے پہلے ہوا ہو اور اگر کام ختم کرنے کے بعد ایسا ہوا تو مالک مکان ضامن ہوگا۔ اگر کسی مزدور کے ہاتھ سے کوئی چیز گر گئی اور اس سے کسی کا نقصان ہوا، تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اس مزدور پر کفارہ واجب ہوگا[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٤٠

(2) الاصل للشيباني، ٤: ٥٦٤

(3) الفتاوی الهندية، ٦: ٤١

(4) الهداية، ٤: ٤٧٨

(5) الفتاوی الهندية، ٦: ٤١

(6) بداية المبتدی، ١: ٢٤٨

دفعہ ۱۹۹: راستے کی طرف نکالے گئے پرنالے سے ہونے والے نقصان کا ضامن مالک مکان ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر راستے کی طرف پرنالہ نکالا جس سے کسی کی موت ہوگئی تو یہ شخص ضامن ہوگا، لیکن یہ اس صورت میں جب تمام پرنالہ راستے کی طرف ہو۔ اگر آدھا پرنالہ راستے اور آدھا گھر کی طرف ہو تو پھر نصف کا ضامن ہوگا۔ اگر تمام پرنالہ گھر کی طرف ہو تو ضمان لازم نہیں آئے گا[2]۔

دفعہ ۲۰۰: فروخت سے پہلے کئے گئے تصرف کے نقصان کا ضمان بائع پر آئے گا[3]۔

وضاحت

بائع نے گھر کو فروخت کرنے سے پہلے پرنالہ باہر کی جانب نکالا پھر گھر فروخت کر دیا اور مشتری نے ہر طرح کے نقصان کے ساتھ لینے سے برأت کا اظہار کر دیا تو نقصان کی صورت میں بائع ضامن ہوگا۔ اسی طرح راستہ کی صفائی کر کے گند کو ایک طرف جمع کرنے والا اس گندگی میں پھنس کر مرنے والے کا ضامن ہوگا۔ اگر راستہ میں پانی چھڑکا تب بھی نقصان کی صورت پانی چھڑکنے والا ضامن ہوگا۔ لیکن اگر دکاندار کی اجازت سے دکان کے سامنے پانی چھڑکا اور کوئی اس میں گر گیا تو استحساناً ضمان دکاندار پر لازم آئے گا[4]۔

دفعہ ۲۰۱: غیر نافذ راستہ میں وقتی تصرف کے باعث نقصان ہوا تو متصرف ضامن نہ ہوگا[5]۔

وضاحت

اگر غیر نافذ راستے میں لکڑی رکھی یا وضو کیا یا چوپایہ باندھا اور ان تصرفات سے کسی کو نقصان پہنچا تو یہ افعال کرنے والا ضامن نہ ہوگا، لیکن اگر اسی راستے میں عمارت بنائی تو اس سے پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح راستے میں برف پھینکنے والے کا بھی یہی حکم ہے کہ راستہ غیر نافذ ہو تو ضمان نہ ہوگا اور شارع عام میں ایسا کرنے والا ضامن ہوگا۔ لیکن اگر اس طرح کرنے کی اجازت حاکم نے دی ہو تو راستہ نافذہ و غیر نافذہ دونوں میں ضمان لازم نہیں آئے گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب راستہ میں پتھر ڈال دے کہ اگر حاکم کی اجازت ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندیة، ٦: ٤١

(2) بدائع الصنائع، ٧: ٢٧٩

(3) الفتاوی الهندیة، ٦: ٤١

(4) بدائع الصنائع، ٧: ٢٨٥

(5) الفتاوی الهندیة، ٦: ٤١

(6) مجمع الضمانات، ١: ١٧٧

دفعہ ۲۰۲: راستے میں کئی افراد نے تصرف کیا تو نقصان کی صورت میں نقصان کا سبب بننے والا ضامن ہو گا[1]۔

وضاحت

کسی نے راستے میں پتھر ڈالا اس پتھر پر ایک شخص نے ٹھوکر کھائی اور وہاں پڑے کسی دوسرے پتھر پر گر گیا تو پہلا پتھر ڈالنے والا ضامن ہو گا۔ اسی طرح راستے میں کسی نے کوئی رکاوٹ کھڑی کر دی جس سے ٹکرا کر کوئی شخص دوسرے کے اوپر گر گیا اور دوسرا شخص مر گیا تو اس کا ضمان گرنے والے شخص پر نہیں ہو گا بلکہ رکاوٹ کھڑی کرنے والے پر ہو گا[2]۔ اسی طرح راستے میں انگارہ ڈالا اور اس سے آگ لگ گئی تو انگارہ ڈالنے والا ضامن ہو گا، چاہے وہ ہوا یا کسی اور وجہ سے دور جا کر وہاں نقصان کر نہ دے۔ لیکن اگر کوئی کیمیائی مادہ کہیں لے جا رہا ہو اور ہوا کی وجہ سے کوئی چنگاری اڑی اور کسی کو نقصان پہنچایا تو ضامن نہ ہو گا، البتہ اگر ویسے ہی کسی پر قطرہ گرایا تو ضامن ہو گا[3]۔

دفعہ ۲۰۲: راستہ میں خرید و فروخت کے لئے بیٹھنے والے سے کوئی ٹکرا گیا تو خرید و فروخت کرنے والا نقصان کا ضامن ہو گا[4]۔

وضاحت

اگر کوئی راستے میں بیع و شراء کر رہا ہو چاہے بیٹھا ہو یا کھڑا اور اس سے ٹکرا کر کوئی مرا تو یہ شخص ضامن ہو گا۔ لیکن اس میں اس بات کا خیال رہے کہ اگر خرید و فروخت کرنے والا حاکم کی اجازت سے بیٹھا ہو تو پھر ضامن نہ ہو گا اور اگر اجازت کے بغیر بیٹھا ہو تو ضامن ہو گا۔ اگر کوئی راستے میں سویا ہوا اور دوسرا اس سے ٹکرا گیا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا جبکہ ٹکرانے والا خود مر گیا تو ٹکرانے والے پر سوئے ہوئے شخص کے ہاتھ کا ارش واجب ہو گا اور سوئے ہوئے شخص پر ٹکرانے والے کی دیت واجب ہو گی۔ اگر دونوں مر گئے تو سونے والے کی برادری پر کل دیت اور ٹکرانے والے کی برادری پر نصف دیت واجب ہو گی[5]۔

---

(1) الفتاوی الهندیة، ۶ :۴۲

(2) المبسوط للسرخسی، ۲۷ : ۵۱

(3) البحر الرائق، ۸ : ۶۳

(4) الفتاوی الهندیة، ۶ :۴۳

(5) عیون المسائل، ۱ : ۲۷۴

دفعہ ۲۰۳: میت کے گرنے کی صورت میں ہونے والے نقصان کا ضمان نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی شخص پر بغیر کسی کے تصرف کے میت گرا اور میت کے نیچے آنے والا شخص مر گیا تو کسی پر ضمان لازم نہیں آئے گا نہ میت اور نہ مدد گار برادری پر جیسے کوئی جارہا تھا اور راستے میں خود بخود مر کر کسی کے اوپر گرا تو کسی پر ضمان لازم نہیں آئے گا۔ لیکن اگر کسی کے تصرف سے وہ میت گری ہو تو گرانے والا ضامن ہوگا۔ اگر کوئی بے ہوش ہو کر کسی کے اوپر گر پڑا اور اسے مار دیا تو دیت و کفارہ دونوں لازم ہوں گے[2]۔

دفعہ ۲۰۴: غلام راستے میں رکاوٹ بنا اور کوئی شخص اس سے ٹکرا کر مر گیا تو آقا کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی[3]۔

وضاحت

کسی شخص کا غلام راستے میں بیٹھا یا سویا تھا اور کوئی اس سے ٹکرا کر مر گیا تو غلام کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی اور غلام کی برادری اس کے مولیٰ کی مدد گار برادری ہی ہے۔ اسی طرح کوئی کسی بیماری کی وجہ سے راستے میں پڑا ہوا یا کوئی راستے میں چوپایہ باندھے اور اس صورت میں آقا نے آزاد کر دیا تو نقصان کی صورت میں آقا ضامن ہوگا۔ لیکن اگر غلام کو کسی نے باندھ کر راستے میں ڈال دیا اور کوئی اس سے ٹکرا کر مر گیا تو ضمان باندھنے والے پر لازم آئے گا۔

دفعہ ۲۰۵: راستے میں کسی پر بوجھ گر گیا تو بوجھ لے جانے والا ضامن ہوگا[4]۔

وضاحت

ایک شخص راستے میں بوجھ لے جارہا تھا اور اس سے بوجھ کسی پر گرا جس سے اس کی موت ہوگئی تو بوجھ لے جانے والا ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوئے بوجھ سے کوئی ٹکرا کر مر گیا تو اس صورت میں بھی بوجھ گرانے والا ضامن ہوگا۔ اسی طرح کسی نے ایسی چیز پہنی جو عام طور نہ پہنی جاتی ہو اور اس سے وہ چیز کسی پر گری یا گری ہوئی چیز سے کوئی ٹکرا گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا، لیکن اگر کسی نے ایسا لباس پہنا جس کو عام طور پہنا جاتا ہے اور وہ کسی پر گرا تو ضامن نہ ہو۔ یہی حکم سواری پر جانے والے کا ہے کہ اگر سواری سے زین یا لگام وغیرہ کسی پر گرا اور مر گیا تو سوار ضامن ہوگا[5]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٤٣

(2) المبسوط، ٢٦ : ١٩٠

(3) الفتاوی الهندية، ٦: ٤٣

(4) نفس مصدر

(5) مجمع الضمانات، ١: ١٧٨

دفعہ ۲۰۶: راستے میں دوافراد نے کچھ رکھا جو ایک دوسرے سے ٹکرا کر ضائع ہو گیا تو بعد میں رکھنے والا ضامن ہو گا[1]۔

وضاحت

کسی نے راستے میں گھڑا رکھا پھر بعد میں آکر دوسرے نے بھی گھڑا رکھا پھر ایک گھڑا لڑھکا اور دوسرے سے ٹکرا گیا اور پہلے والے کا گھڑا ٹوٹ گیا تو بعد میں گھڑا رکھنے والا ضامن ہو گا اور اگر بعد میں گھڑا رکھنے والے کا گھڑا ٹوٹ گیا تو کسی پر ضمان نہ آئے گا۔ اسی طرح ایک شخص نے راستے میں گھوڑا باندھا پھر دوسرے نے بھی راستے میں گھوڑا باندھا اور ایک کا گھوڑا بدک گیا اور دوسرے کو نقصان پہنچایا جس سے وہ مر گیا تو صرف بعد میں گھوڑا باندھنے والا ضامن ہو گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے کہ جب حوض میں گھڑا بھر کر رکھا جائے اور دوسرا بھی گھڑا رکھے اور ایک لڑھک جائے اور دوسرے کو توڑ دے[2]۔

دفعہ ۲۰۷: جانور کے بدکنے کا سبب بننے والے پر ضمان نہیں آئے گا[3]۔

وضاحت

کسی نے راہ میں کوئی چیز رکھی جس سے گھبرا کر راستے سے جانے والا گھوڑا بدک گیا تو وہ چیز رکھنے والا ضامن نہیں ہو گا۔ اسی طرح دیوار کے گرنے سے بدکنے والے جانور نے اگر کسی کو مار ڈالا تو دیوار کا مالک ضامن نہ ہو گا۔ اسی طرح مسجد میں کوئی شخص بیٹھا ہوا اور دوسرا اس سے ٹکرا کر مر گیا تو اگر بیٹھنے والا نماز میں ہو تو ضامن نہ ہو گا اور اگر نماز میں نہ ہو تو ضامن ہو گا[4]۔

دفعہ ۲۰۸: نہر پر بغیر امام کی اجازت کے پل بنایا گیا تو اس سے گرنے والے کا ضمان بنانے والے پر نہیں ہو گا[5]۔

وضاحت

کسی نے نہر جو خاص قوم کی ملکیت ہو یا عام نہر پر حاکم کی اجازت کے بغیر پل بنایا اور کوئی شخص خود اپنی مرضی سے اس پر گزرنے لگا اور گر کر مر گیا تو بنانے والا ضامن نہ ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۴۳

(2) مجمع الضمانات، ۱: ۱۴۹

(3) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۴۴

(4) البحر الرائق، ۸: ۴۰۱

(5) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۴۴

(6) بدایۃ المبتدی، ۱: ۲۴۹

دفعہ ۲۰۹: کسی رکاوٹ کی وجہ سے انسان گر گیا لیکن موت کا سبب کچھ اور بنا تو رکاوٹ والا ضامن نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

کسی نے راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر گیا لیکن گرنے کے بعد اس کی موت کی وجہ بھوک، پیاس یا کچھ اور بنا تو کنواں کھودنے والا ذمہ دار نہ ہوگا۔اسی طرح کسی نے ایسی جگہ کنواں کھودا جہاں کسی کی آمد و رفت نہ ہو اور اس میں کوئی گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن نہ ہوگا[2]۔اگر ایک شخص نے کنواں کھودا اور دوسرے نے اس میں توسیع کی، تو اگر ایسی جگہ قدم پڑا جہاں دونوں نے کھدائی کی ہو تو نصف نصف دیت کے ضامن ہوں گے اور اگر ایسی جگہ پاؤں پڑا ہو کہ جہاں صرف پہلے نے کھدائی کی ہو تو پہلا ضامن ہوگا اور صرف دوسرے کی کھدائی کی جگہ قدم پڑنے کی صورت میں دوسرا ضامن ہوگا[3]۔

دفعہ ۲۱۰: رکاوٹ پیدا کرنے والے نے رکاوٹ ختم کر دی اور دوسرے نے رکاوٹ پیدا کر دی تو دوسرا ضامن ہوگا[4]۔

وضاحت

ایک شخص نے کنواں کھودا پھر خود ہی اسے بھر دیا، پھر کسی دوسرے نے آکر پھر سے وہ کنواں خالی کر دیا تو اس صورت میں اگر کوئی آکر کنویں میں گر کر مر گیا تو اگر پہلے کھودنے والے نے کنویں کو ایسی چیز سے بھر دیا ہو جو زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی، پتھر، چونا وغیرہ تو دوسرا ضامن ہوگا اور اگر پہلے نے زمین کے جنس کے علاوہ کسی اور چیز سے بھرا ہو جیسے خوراک وغیرہ تو پہلا کھودنے والے ضامن ہوگا[5]۔

دفعہ ۲۱۱: دو رکاوٹوں کے سبب مرنے والے کا ضمان دوسری رکاوٹ پیدا کرنے والے پر ہوگا[6]۔

وضاحت

اگر کسی نے راہ میں کنواں کھودا پھر ایک اور شخص نے اسی راستے میں پتھر رکھ دیا تو پتھر سے ٹکرا کر کنویں میں گرنے والے کا ضمان پتھر رکھنے والے پر ہوگا لیکن اگر پتھر کسی نے نہیں رکھا بلکہ ویسے ہی پڑا ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا[7]۔اسی طرح اگر کسی نے کنواں کھودا اور دوسرے نے آکر اتنا پانی چھڑکا کہ راستے میں پھسلن پیدا ہوگئی تو اس صورت میں پانی چھڑکنے والا ضامن ہوگا۔ لیکن اگر ایک شخص نے کنواں کھودا اور دوسرے نے آکر اس میں پتھر ڈال دیا اور کوئی شخص کنویں میں گرا اور پتھر سے ٹکرا کر مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔

---

(1) الفتاوى الهندية، ٦ :٤٥

(2) بدائع الصنائع، ٧ :٢٨٤

(3) البحر الرائق، ٨ :٣٩٧

(4) الفتاوى الهندية، ٦ :٤٥

(5) الجوهرة النيرة، ٢ :١٣٥

(6) الفتاوى الهندية، ٦ :٤٥

(7) المبسوط للسرخسي، ٢٧ :١٧

دفعہ ۲۱۲: رکاوٹ پیدا کرنے والے کا گرنے والے کے متعلق قصداً رکاوٹ سے مرنے کا قول معتبر نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی نے راستے میں کنواں کھودا پھر کوئی اس میں گر کر مرا اور کنواں کھودنے والے نے دعویٰ کر دیا کہ گرنے والا عمداً کنویں میں کھودا ہے اور میت کے ورثا انکار کر دے تو ورثا کا قول معتبر ہوگا اور کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا[2]۔ لیکن اگر کنویں میں گر کر موت واقع نہیں ہوئی اور واپس نکلتے ہوئے جا گرنے سے موت ہو گئی تو کنواں کھودنے والا ضامن نہ ہوگا۔

دفعہ ۲۱۳: راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے والا جب اقرار کرتا ہے تو دیت صرف اس پر واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

اگر ایک شخص نے راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا اور کنواں کھودنے والے نے خود کنواں کھودنے کا اقرار کیا تو اس کے اقرار کو صرف اس پر نافذ کیا جائے گا اور اس کے عاقلہ پر نافذ نہ ہوگا، لہٰذا مرنے والے شخص کی دیت مقر کے مال سے تین سال میں واجب ہو گی[4]۔

دفعہ ۲۱۴: امام کی اجازت سے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے والا ضامن نہ ہوگا[5]۔

وضاحت

کسی شخص نے امام کی اجازت سے راستے میں کنواں کھودا یا عمارت بنائی اور اس کی وجہ سے کوئی شخص مر گیا تو بنانے والے پر کوئی ضمان نہیں آئے گا[6]۔ اسی طرح اگر کوئی پرائی زمین میں کنواں کھودے اور اس میں گر کر کوئی شخص مر گیا پھر زمین کے مالک نے کہا کہ کنواں کھودنے والے کو میں نے کنواں کھودنے کا حکم دیا تھا تو استحساناً اس کی تصدیق کی جائے گی۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ۶: ۴۵

(2) الاصل للشيبانی، ۴: ۵۸۱

(3) الفتاوی الهندية، ۶: ۴۶

(4) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۴۸

(5) الفتاوی الهندية، ۶: ۴۶

(6) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۲۵

دفعہ ۲۱۵: مزدور کو راستے کا علم ہوا اور اس نے پھر بھی رکاوٹ کھڑی کر دی تو نقصان کا ضامن ہو گا[1]۔

وضاحت

کسی نے مزدور کو پیسے دے کر کہا کہ راستے میں کنواں کھودوں، اس نے کنواں کھودا اور اس میں ایک شخص گر کر مر گیا تو اس کا ضمان مزدور پر آئے گا، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس راستے کے متعلق ہر کسی کو معلوم ہو کہ یہ شارع عام ہے، پھر چاہے مستاجر نے مزدور کو یہ بتایا ہو یا نہ بتایا ہو ضمان بہر حال مزدور پر ہو گا۔ اگر راستہ غیر معروف ہو تو اگر مستاجر نے مزدور کو بتایا ہو کہ یہ مسلمانوں کے آمد و رفت کا راستہ ہے تو پھر نقصان کی صورت میں ضمان مزدور پر ہو گا اور اگر یہ نہ بتایا ہو تو مستاجر پر ضمان لازم ہو گا[2]۔

دفعہ ۲۱۷: اپنی ملک میں نہر بنانے والا نقصان کا ضامن نہیں ہو گا[3]۔

وضاحت

کسی شخص نے اپنی ملک میں نہر کھودی اور اس میں کوئی گر کر مر گیا تو نہر کھودنے والا ضامن نہ ہو گا۔ البتہ اگر نہر پرائی زمین میں کھودی ہے تو پھر نقصان کی صورت میں ضامن ہو گا۔ یہی حکم نہر کے پانی سے نقصان کا ہے کہ اگر اپنی زمین میں نہر کھودی اور اس سے پانی نکل کر باہر آیا اور کسی کے فصل وغیرہ کو نقصان پہنچایا تو ضامن نہ ہو گا اور اگر پرائی زمین میں کھودی ہے تو ضامن ہو گا[4]۔

دفعہ ۲۱۸: اپنی زمین میں کام کے دوران دوسرے کی زمین کو نقصان پہنچا تو ضامن نہ ہو گا[5]۔

وضاحت

ایک شخص اپنی زمین کو پانی دے رہا تھا اور پانی بہہ کر دوسرے کی زمین میں پہنچ گیا اور اس کی فصل کو نقصان پہنچا تو ضامن نہ ہو گا۔ اسی طرح اپنی زمین میں حشیش وغیرہ کو آگ لگا رہا تھا کہ چنگاری اڑ کر دوسرے کے فصل میں پہنچی اور فصل کو جلا ڈالا تو ضامن نہ ہو گا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جس وقت آگ لگا رہا تھا تو اس وقت ہوا نہ تھی، اگر اس وقت ہوا ہو اور چنگاری اڑ کر دوسرے کے فصل میں جانے کا اندیشہ ہو تو استحساناً ضامن ہو گا[6]۔ البتہ اگر کھیت کو پانی دیتے وقت قصداً اس طرح پانی بہایا کہ دوسرے کے فصل کو نقصان پہنچایا اس کی زمین اس طرح بنی تھی کہ پانی نہیں ٹھہرتا بلکہ پڑوسی

---

(1) الفتاوی الهندية، ۶: ۴۶

(2) البحر الرائق، ۸: ۴۰۰

(3) الفتاوی الهندية، ۶: ۴۷

(4) شرح السیر الکبیر، شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی، ۱: ۸۷۹، الشرکۃ الشرقیہ للاعلانات، ۱۹۷۱ء

(5) الفتاوی الهندية، ۶: ۴۷

(6) الاصل للشیبانی، ۴: ۵۸۸

کے زمین میں جا کے ٹھہرتا ہو تو ان صورتوں میں نقصان کا ضامن ہو گا۔اسی طرح چوہے کے بل یا چھید کا علم تھا کہ اس کے ذریعے پانی پڑوسی کے زمین میں پہنچے گا تو اس صورت میں بھی نقصان کا ضامن ہو گا[1]۔

باب نمبر ۱۲: چوپایوں کی جنایت اور ان پر جنایت کرنے کے بیان میں

دفعہ ۲۱۹: چوپایہ مالک کی ملک میں جنایت کر دے تو مالک ضامن نہ ہو گا[2]۔

وضاحت

اگر چوپایہ مالک کی ملک میں ہو اور مالک اس کے ساتھ نہ ہو تو چاہے بندھا ہوا ہو یا کھلا ہو، پاؤں سے روند ڈالا ہو یا دم سے مارا ہو کسی صورت مالک ضامن نہ ہو گا۔ اگر مالک ساتھ ہو چاہے سائق ہو یا قائد ہو کسی بھی صورت میں مالک ضامن نہ ہو گا۔البتہ اگر مالک اس پر سوار ہو اور اس نے پاؤں سے کسی کو روند ڈالا تو مالک کے عاقلہ پر دیت اور اس پر کفارہ واجب ہو گا اور اگر مرنے والا اس کا مورث ہو تو میراث سے بھی محروم ہو گا[3]۔

دفعہ ۲۲۰: چوپایہ غیر کی ملک میں داخل ہو کر جنایت کر دے تو مالک ضامن ہو گا[4]۔

وضاحت

چوپائے کو اگر مالک نے خود غیر کی ملک میں داخل کر دیا اور اس نے کسی کو نقصان پہنچایا تو چاہے کھڑا ہو چاہے بھاگ رہا ہو، چاہے بندھا ہو یا کھلا ہو چاہے روند ڈالا ہو یا کاٹا ہو بہر صورت مالک ضامن ہو گا۔البتہ اگر غیر کی ملک میں مالک کے علاوہ کسی اور نے داخل کیا ہو تو مالک ضامن نہ ہو گا[5]۔

دفعہ ۲۲۱: چوپایہ اگر راستے میں کسی کو نقصان پہنچا دے تو مالک ضامن ہو گا[6]۔

وضاحت

چوپایہ اگر راستے میں کسی کو نقصان پہنچا دے تو اگر اس کو مالک نے کھڑا کیا ہو تو مالک ضامن ہو گا اور اگر راستے میں کھڑا نہ ہو بلکہ جا رہا ہو تو اس صورت میں اگر مالک نے ہانکا ہو اور ابھی تک اسی رخ پر جا رہا ہو تو مالک نقصان کا ضامن ہو گا۔البتہ راستہ بدل دے یا کھڑا ہو اور کوئی اس کو پھیر دے تو مالک ضامن نہ ہو گا۔اسی طرح اگر وہ خود بخود راستے پر چلا ہو جیسے مالک کے ہاتھ سے بھاگا ہو تو بھی مالک ضامن نہ ہو گا[7]۔

---

(1) البناية،۱۲ :۳۴۱

(2) الفتاوى الهندية،۶ :۴۹

(3) العناية،۱۰ :۳۲۵

(4) الفتاوى الهندية،۶ :۵۰

(5) الاختيار لتعليل المختار،۵ :۴۷

(6) الفتاوى الهندية،۶ :۵۰

(7) الهداية،۴ :۴۷۲

دفعہ ۲۲۲: چوپائے پر کوئی سوار تو نقصان کی صورت وہ ضامن ہوگا[1]۔

وضاحت

چوپائے پر کوئی سوار تھا اور اس نے کسی کو نقصان پہنچایا تو سوار ضامن ہوگا چاہے کسی کو روند ڈالا ہو یا کاٹ کر کھایا ہو۔ یہی حکم قائد اور سائق دونوں کا بھی ہے۔ البتہ ہانکنے والا اس کی لات کے نقصان کا ضامن نہ ہوگا[2]۔

دفعہ ۲۲۳: جانور نے کسی کو روند ڈالا تو سوار پر کفارہ واجب ہوگا اور میراث و وصیت سے محروم ہوگا[3]۔

وضاحت

جانور نے کسی کو روند ڈالا تو سوار پر کفارہ لازم ہوگا اور ساتھ میراث اور وصیت سے بھی محروم ہوگا جبکہ سائق و قائد پر نہ کفارہ لازم ہوگا اور نہ میراث و وصیت سے محروم ہوگا[4]۔ اگر ایک سوار ہو اور ایک اس کے پیچھے بیٹھا ہو اور سائق و قائد بھی ہو تو نقصان کی صورت میں ضمان کا چوتھائی حصہ ہر ایک کے ذمے ہوگا اور سوار اور پیچھے بیٹھنے والے پر کفارہ بھی واجب ہوگا[5]۔ البتہ جانور کے پیشاب وغیرہ میں پھسلنے کا ضمان کسی پر لازم نہیں آئے گا[6]۔

دفعہ ۲۲۴: راستے میں کسی رکاوٹ کی وجہ سے جانور پھسل کر کسی آدمی پر گرا تو ضمان رکاوٹ کھڑی کرنے والے پر لازم آئے گا[7]۔

وضاحت

ایک شخص سواری پر جا رہا تھا کہ راستے میں کسی کے ڈالے گئے پتھر یا بنائے گئے عمارت وغیرہ سے ٹکرا گیا اور پھسل کر کسی شخص پر گر گیا تو سوار ضامن نہ ہوگا بلکہ پتھر ڈالنے والے اور عمارت بنانے والے پر ضمان واجب ہوگا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب سوار کو ان رکاوٹوں کا علم نہ ہوا گر علم ہونے کے باوجود جانور کو اسی راستے پر چلایا تو ضامن ہوگا[8]۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ مسجد کے دروازے پر جانور کھڑا کیا تو اگر حاکم کی جانب سے بنائے بنائے گئے مخصوص جگہ میں جانور کھڑا کیا تو نقصان کی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور اگر کوئی جگہ مختص نہ ہو بلکہ راستے میں کھڑا کیا تو ضامن ہوگا[9]۔

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۵۰

(2) الجوھرۃ النیرۃ، ۲: ۱۳۵

(3) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۵۰

(4) الدر المختار، ۶: ۶۰۴

(5) البحر الرائق، ۸: ۴۱۰

(6) مختصر القدوری، ابو الحسین احمد بن محمد القدوری، ۱: ۱۷۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

(7) الفتاوی الھندیۃ، ۶: ۵۰

(8) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۵

(9) بدائع الصنائع، ۷: ۲۷۲

دفعہ ۲۲۵: مشترکہ زمین میں جانور کھڑا کرنے والا نقصان کا ضامن نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر جانور ایسی جگہ کھڑا کیا ہے جو اس کے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک ہے تو دیکھا جائے گا کہ ایسی جگہ کھڑا کیا ہے جس میں عام طور پر جانور باندھا جاتا ہے یا ایسی جگہ کھڑا کیا ہے جہاں عام طور جانور نہیں باندھا جاتا، پہلی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور دوسری صورت میں نقصان کا ضامن ہوگا۔اسی طرح راستے میں جانور بغیر باندھے کھڑا کیا اور جانور اس جگہ سے چلا گیا اور کسی کو نقصان پہنچایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر باندھ کر راستے میں کھڑا کیا ہے تو نقصان کی صورت میں ضامن ہوگا[2]۔

دفعہ ۲۲۶: جانور نے سرکشی شروع کی اور مالک نے اسے مارا یا لگام کھینچا اور وہ بدک گیا تو مالک نقصان کا ضامن نہ ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر گھوڑے نے سرکشی شروع کی اور مالک نے اسے مارا یا لگام کھینچا جس سے وہ بدک گیا اور کسی کو نقصان پہنچایا تو مالک نقصان کا ضامن نہ ہوگا۔اسی طرح اگر گھوڑا مالک کو گرا کر بھاگ گیا اور کسی کو نقصان پہنچایا تو مالک ضامن نہ ہوگا [4]۔

دفعہ ۲۲۷: سواری کو مالک کی اجازت سے انگلی سے چھیڑا تو چھیڑنے والا نقصان کا ضامن نہ ہوگا[5]۔

وضاحت

سواری کو مالک کی اجازت سے انگلی سے چھیڑا تو چھیڑنے والا نقصان کا ضامن نہ ہوگا اور اگر مالک کی اجازت کے بغیر ایسا کیا تو پھر ضامن ہوگا[6]۔اسی طرح جانور کے ساتھ سائق یا قائد ہو اور کسی نے اسے ٹھیلا اور اس نے کسی کو نقصان پہنچایا تو چھیڑنے والا ضامن ہوگا۔اگر چھیڑنے والا بچہ ہو تو اس صورت میں بچے کو مرد کی مانند تصور کیا جائے گا۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ٦: ٥٠

(2) البحر الرائق، ٨: ٤٠٧

(3) الفتاوی الهندية، ٦: ٥١

(4) درر الحكام، ٢: ٦٣٧

(5) الفتاوی الهندية، ٦: ٥١

(6) بدائع الصنائع، ٤: ٢١٣

دفعہ ۲۲۸: سوار نے کسی کو جانور چونکنے کا کہا جس سے جانور بدک گیا اور سوار کو گرادیا تو سوار کا خون ہدر ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کوئی سواری پر سوار ہو کر راستے سے جارہا تھا اور کسی کام سے سواری کو کھڑا کیا پھر دوسرے شخص کو جانور چونکنے کو کہا۔اس شخص نے جانور کو چونکا تو وہ بدک گیا اور سوار کو گرایا تو چونکنے والا ضامن نہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ اگر اس نے دوسرے آدمی کو بھی روندا تو اس کا ضمان سوار اور چونکنے والے پر نصف نصف واجب ہوگا۔اگر جانور خود روانہ ہوا اور پھر اسے چونکا تو صرف چونکنے والے پر ضمان لازم آئے گا اور اگر اپنی جگہ کھڑے رہ کر چونکنے والے کو لات ماری اور ساتھ ایک اجنبی کو بھی ہلاک کیا تو اجنبی کا ضمان سوار اور چونکنے والے پر ہوگا جبکہ چونکنے والی کی نصف دیت سوار پر واجب ہوگی[2]۔

دفعہ ۲۲۹: کسی نے جانور کو پرائے کھیت کی جانب ہانکا یا اسے چھوڑا اور وہ سیدھا کھیت میں گیا تو نقصان کی صورت میں ضامن ہوگا[3]۔

وضاحت

ایک شخص نے گدھے کو پرائے کھیت کی جانب ہانکا یا اسے چھوڑا تو وہ سیدھا پرائے کھیت میں گیا اور وہاں نقصان کیا تو مالک نقصان کا ضامن ہوگا۔لیکن اگر گدھا چھوڑنے کے بعد دائیں بائیں مڑا ہو تو مالک ضامن نہ ہوگا۔اسی طرح اگر چھوڑنے کے بعد کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر کسی کے کھیت میں چلا گیا تو نقصان کی صورت میں مالک ضامن نہ ہوگا[4]۔اسی طرح اگر گائے کو گاؤں سے اپنے کھیت کی جانب چھوڑا اور وہ کسی اور کے کھیت میں داخل ہوگئی تو اگر راستہ صرف ایک ہی ہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا اور اگر بھاڑے یا چراگاہ سے خود ہی نکل کر دوسرے کے کھیت میں داخل ہو کر نقصان کیا تو ضامن نہ ہوگا۔

دفعہ ۲۳۰: درندے کو چھوڑ کر ہانکنے والا اس کے کئے گئے نقصان کا ضامن ہوگا[5]۔

وضاحت

کسی نے درندے کو چھوڑا اور اس کا ہانکنے والا موجود ہو تو اگر اس نے فی الفور کسی انسان یا مال کو نقصان پہنچایا تو ضامن ہوگا۔اگر فی الفور کسی کو نقصان نہ پہنچایا تو ضامن نہ ہوگا۔اگر پرندے کو چھوڑا تو اس کے نقصان کا ضامن نہ ہوگا[6]۔

---

(1) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۲

(2) البحر الرائق، ۸: ۴۰۸

(3) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۲

(4) المحيط البرهانی، ۵: ۵۱۴

(5) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۲

(6) بداية المبتدی، ۱: ۲۵۱

دفعہ ۲۳۱: کاٹنے والے کتے نے کسی کو نقصان پہنچایا اور اس سے پہلے مالک سے اس کے سنبھالنے کا مطالبہ کیا گیا تو مالک ضامن ہو گا[1]۔

وضاحت

ایک شخص کا کتا ہے جو کاٹتا ہے اور اس کو اس بات کی اطلاع دی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ اپنے کتے کو سنبھالوں پھر اس کے بعد اس کتے نے کسی کو نقصان پہنچایا تو مالک ضامن ہو گا۔ البتہ اگر اس کو اطلاع نہیں دی گئی ہو اور نہ مطالبہ کیا گیا ہو، تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن نہ ہو گا[2]۔ اسی طرح شکار کے لئے بھیجے گئے کتے نے کسی کو نقصان پہنچایا تو ضامن نہ ہو گا۔

دفعہ ۲۳۲: اونٹوں کو قطار کی صورت میں لے جانے والا تمام قطار میں ہر اونٹ کے نقصان کا ضامن ہو گا اگرچہ قطار بہت لمبی ہو[3]۔

وضاحت

ایک شخص اونٹوں کی لمبی قطار کو کھینچ کے لے جا رہا ہو تو اگرچہ قطار بہت زیادہ لمبی ہو اور اس کے لئے پوری قطار کا احاطہ ممکن نہ ہو پھر بھی اس ساری قطار کے کئے گئے جنایت کا ضامن ہو گا۔ البتہ پیچھے سے ہانکنے والا موجود ہو تو دونوں پر نصف نصف ضمان لازم آئے گا اور اگر زیادہ ہو تو تعداد کی مطابق ضامن ہوں گے[4]۔ اگر کسی نے بغیر اجازت اپنے اونٹ کو قطار میں داخل کیا جس کا قائد کو علم نہ تھا اور اس اونٹ نے نقصان کر دیا تو قائد کا عاقلہ دیت کا ضامن ہو گا، لیکن وہ اونٹ شامل کرنے والے کے عاقلہ پر رجوع کریں گے اور قائد کو علم ہو تو پھر اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی اور رجوع کا اختیار نہ ہو گا[5]۔

دفعہ ۲۳۳: دوسرے کے جانور کو اپنے کھیت سے نکالا پھر اس جانور کو کوئی نقصان پہنچا تو نکالنے والا ضامن نہ ہو گا[6]۔

وضاحت

کسی نے اپنے کھیت میں دوسرے کا جانور پایا اور اسے نکال دیا پھر اس جانور کو کوئی نقصان پہنچا تو یہ شخص ضامن نہ ہو گا۔ لیکن اس نے نکالنے کے بعد ہانکا ہو تو اگر اتنے فاصلے تک ہانکا کہ اس کے کھیت میں واپس نہ آسکے تو ضامن نہ ہو گا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا ہو تو ضامن ہو گا۔ اسی طرح اپنے کھیت میں

---

[1] الفتاوى الهندية، ٦: ٥٢
[2] تبيين الحقائق، ٦: ١٥٣
[3] الفتاوى الهندية، ٦: ٥٣
[4] بدائع الصنائع، ٧: ٢٨٠
[5] الجامع الصغير، ١: ٥١٧
[6] الفتاوى الهندية، ٦: ٥٣

پائے جانے والے جانور کو بند کر کے باہر نہ جانے دیا اور جانور مر گیا تو ضامن ہوگا[1]۔ اگر کسی اور کے جانور کو اپنے کھیت میں پایا اور اسے کہا کہ اس کو نکالوں اور نکالتے وقت فصل کو نقصان پہنچا تو جانور کا مالک ضامن نہ ہوگا اور اگر صاحب زمین کے حکم کے بغیر نکالا اور فصل کو نقصان پہنچا تو ضامن ہوگا[2]۔

دفعہ ۲۳۳: دوسرے کے پرندوں کے پنجرے یا گھوڑوں کے اصطبل کا دروازہ کھول دیا تو جانور بھاگنے کی صورت میں ضامن ہوگا[3]۔

وضاحت

اگر کسی نے دوسرے شخص کی ملکیت پرندوں کے پنجرے کا دروازہ کھولا جس سے پرندے اڑ گئے یا گھوڑوں کے اصطبل کا دروازہ کھولا جس سے گھوڑے بھاگ گئے تو امام محمدؒ کے نزدیک دروازہ کھولنے والا ضامن ہوگا جبکہ شیخین کے نزدیک ضامن نہ ہوگا[4]۔

دفعہ ۲۳۴: بار برداری کرنے والے جانور کی آنکھ کو نقصان پہنچانے میں چوتھائی قیمت واجب ہوگی[5]۔

وضاحت

ایسے جانور جن پر بار برداری کی جاتی ہو اس کی آنکھ کو نقصان پہنچانے پر اس کے چوتھائی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح گائے وغیرہ کی آنکھ ضائع کرنے میں بھی چوتھائی قیمت واجب ہوگی۔ جبکہ بکری، پرندوں، کتے اور بلی وغیرہ کی آنکھ ضائع کرنے کی صورت میں اس کی قیمت میں کمی آنے کے برابر کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کے جانور سے ایک حصہ کاٹا تو چاہے اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، جنایت کرنے والے پر اس جانور کی قیمت واجب ہوگی۔ لیکن مالک کو یہ اختیار نہیں کہ نقصان وصول کر کے جانور رکھ لے[6]۔

---

(1) المحیط البرھانی، ۵ : ۵۱۴

(2) قرۃ عین الاخیار، ۷ :۱۸۲

(3) الفتاوی الھندیۃ، ۶ :۵۴

(4) عیون المسائل، ۱ : ۲۳۲

(5) الفتاوی الھندیۃ، ۶ :۵۴

(6) الدر المختار، ۶ :۶۱۰

فصل سوم

کتاب الجنایات کے باب نمبر ۱۳ تا باب نمبر ۱۷ کی دفعہ بندی اور تعزیرات پاکستان میں جنایات سے متعلقہ دفعات کے ساتھ تقابل

خلاصۂ فصل

اس فصل میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب نمبر ۱۳ سے لے کر باب نمبر ۱۷ تک کے پانچ (۵) ابواب شامل ہے۔ تیرہویں باب میں غلاموں کی جنایتوں کا بیان ہے اور اس میں کل چھپن (۵۶) دفعات ہیں۔ چودہویں باب میں دوسرے کے غلاموں پر جنایت کرنے سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا اور اس میں کل سات (۷) دفعات ہیں۔ پندرہواں باب قسامۃ کی تعریف اور اس سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں کل بائیس (۲۲) دفعات ہیں۔ سولہویں باب میں معاقل کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس میں کل بیس (۲۰) دفعات ہیں۔ سترہواں باب جنایات سے متعلق متفرق مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں کل اٹھاراں (۱۸) دفعات ہیں۔

باب نمبر۱۳: مملوک کی جنایت کے بیان میں

دفعہ ۲۳۵: مملوک کی ایسی جنایت جو موجب مال ہو تو آقا کو بطور بدل مجنیٰ علیہ مملوک یا ارش دینے میں اختیار حاصل ہوگا[1]۔

وضاحت

اگر کسی کے غلام نے ایسی جنایت کی جو مال واجب کرنے والی ہو تو آقا کو اختیار حاصل ہوگا چاہے غلام کو بطور بدلہ دے دے اور چاہے تو اس کا فدیہ یعنی ارش جنایت میں دے[2]، ان دونوں میں آقا جو بھی اختیار کرے اس پر فی الفور ادائیگی لازم ہوگی۔ ایسے واقعات میں مقدمہ اس وقت دائر کیا جائے گا جب مجنیٰ علیہ زخم سے ٹھیک ہو جائے۔ اسی طرح غلام کا مادون النفس جنایت چاہے عمداً ہو یا خطاً برابر تصور کئے جائیں گے۔ ادائیگی سے پہلے غلام کی موت سے مجنیٰ علیہ کا حق ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر آقا نے فدیہ دینا پسند کیا اور پھر غلام مر گیا تو آقا فدیہ سے بری نہ ہوگا بلکہ اس پر پھر بھی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر آقا نے اس جانی غلام کو قتل کیا تو آقا پر ارش لازم ہوگا اور اگر کسی اور نے قتل کیا تو قتل عمد کی صورت آقا کو اس سے قصاص لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور خطا کی صورت میں تاوان لے کر غلام کے ہاتھوں قتل ہوئے مقتول کے ورثا کو دے دے گا[3]۔

دفعہ ۲۳۶: ایک بار جب فدیہ پر فیصلہ ہو گیا تو وارثان کو دوبارہ کسی صورت غلام لینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا[4]۔

وضاحت

اگر غلام نے خطاً کوئی جنایت کی اور آقا نے بطور بدل غلام اور فدیہ دینے کو اختیار کیا تو اب اگر اس کے پاس اتنے پیسے نہ ہو کہ فدیہ دے سکے، تب بھی یہی حکم برقرار رہے گا اور مجنیٰ علیہ کے ورثا کو غلام لینے کے مطالبے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ البتہ ان کو آقا سے قرض کے مطالبے کا اختیار حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ آقا غلام کو فروخت کرے اور ان کا قرض یعنی دیت اس قیمت سے ادا کرے۔ لیکن اگر وہ غلام کو فروخت نہیں کرنا چاہتا تو قاضی اس کی طرف سے فروخت نہیں کر سکتا بلکہ آقا کو قید میں ڈال کر غلام فروخت کرنے پر مجبور کرے گا۔

---

(1) الفتاوی الهندیة، ۶: ۵۴

(2) بدایة المبتدی، ۱: ۲۵۱

(3) بدائع الصنائع، ۷: ۲۶۵

(4) الفتاوی الهندیة، ۶: ۵۴

دفعہ ۲۳۷: فدیہ دینے کے بعد مملوک نے پھر جنایت کی تو آقا کو غلام اور فدیہ میں سے ایک کے دینے اختیار حاصل ہو گا[1]۔

وضاحت

غلام نے جنایت کی اور آقا نے فدیہ کو اختیار کر کے فدیہ دے دیا۔ اس کے بعد غلام نے پھر سے جنایت کی تو آقا کو پھر سے غلام اور فدیہ ادا کرنے میں سے کسی ایک کا اختیار حاصل ہو گا۔ اگر آقا نے پہلی جنایت کا فدیہ ادا نہیں کیا اور غلام نے دوسری جنایت کر دی تو آقا چاہے تو تمام جنایتوں کا ارش دے دے یا غلام کو ان تمام کے حوالے کر لے اور وہ اپنے ارش کے مطابق اپنا حصہ وصول کر لیں [2]۔

دفعہ ۲۳۸: جانی مملوک عیب دار ہو گیا تو آقا چاہے ارش دے دے اور چاہے تو عیب کی کمی کی بنسبت مال اور مملوک دونوں دے[3]۔

وضاحت

ایک غلام جنایت کرنے کے بعد عیب دار ہو گیا تو آقا کو اختیار ہے چاہے تو ارش دے اور چاہے تو غلام دے کر اتنا مال بھی دے جتنا عیب دار ہونے سے اس کی قیمت میں کمی آئی ہے، جیسے ایک باندی نے جنایت کی اور پھر بچہ جنا جس نے اس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اب آقا کو اختیار ہے چاہے تو ارش دے دے اور چاہے تو باندی، نصف قیمت سمیت دے دے۔ یہ بھی جائز ہے کہ باندی اور بچہ دونوں دے دے۔ اسی طرح اگر باندی نے کسی کا ہاتھ کاٹا پھر بچہ جنا جس نے اس باندی کو قتل کیا تو آقا کو اختیار ہے چاہے ہاتھ کی دیت دے اور چاہے تو بچہ دے دے[4]۔

دفعہ ۲۳۹: جانی غلام کو اسی آقا کی باندی نے قتل کیا تو آقا کو باندی یا غلام کی قیمت میں سے ایک دینے کا اختیار ہو گا[5]۔

وضاحت

غلام نے ایک شخص کو قتل کیا پھر اسی آقا کی باندی نے اس جانی غلام کو قتل کیا تو آقا کو اختیار ہو گا چاہے باندی دے یا غلام کی قیمت دے۔ اسی طرح اگر غلام نے قتل کیا اور اسی آقا کی باندی نے بھی قتل کیا پھر غلام نے اسی باندی کو قتل کیا تو آقا کو اختیار ہو گا کہ چاہے غلام دے دے یا فدیہ دے دے۔ دونوں صورتوں میں دونوں مقتولوں کے آزاد ورثاء کو ان کی دیت کے بقدر اور باندی کے ورثاء کو اس کی قیمت کے بقدر دیا جائے گا[6]۔ اسی طرح اگر باندی نے کسی کو قتل کیا پھر باندی نے ایک لڑکی کو جنا جس نے پہلے اجنبی کو قتل کیا پھر ماں کو قتل کیا تو اب آقا کو اختیار ہے چاہے تو اس لڑکی کو بطور

---

(1) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۵

(2) الهداية، ۴: ۴۸۵

(3) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۵

(4) الاصل للشيباني، ۴ : ۶۰۶

(5) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۵

(6) المبسوط للسرخسي، ۲۷: ۳۹

بدلہ دے دے اور اس میں باندی کے مقتول کو بقدر باندی کے قیمت کے اور لڑکی کے مقتول کو بقدر دیت کے حصہ ملے گا اور اگر آقا نے فدیہ دینا چاہا تو باندی کے مقتول کے ورثا کو باندی کی قیمت اور لڑکی کے مقتول کے ورثا کو دیت دے گا[1]۔

دفعہ ۲۴۰: جانی غلام کو دوسرے کے غلام نے قتل کیا تو فدیہ ملنے کی صورت میں پہلے غلام کے آقا کو کچھ لینے کا اختیار نہ ہوگا[2]۔

وضاحت

جانی غلام کو دوسرے شخص کے غلام نے قتل کیا اور دوسرے غلام کے آقا نے فدیہ دینا اختیار کیا تو پہلے غلام کے آقا کو کچھ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور پورا فدیہ اس کے غلام کے مقتول کے ورثا کو ملے گا اور اگر دوسرے غلام کے آقا نے غلام دینا اختیار کیا تو پہلے غلام کے آقا کو اب اختیار ہوگا چاہے تو اپنے غلام کے مقتول کے ورثا کو بطور بدلہ وہ غلام دے دے یا اس کا فدیہ دے دے[3]۔ اسی طرح اگر آزاد کو قتل کرنے والے غلام کو دوسرے غلام نے قتل کیا اور دوسرے غلام کے آقا پہلے غلام کے آقا کو غلام بطور بدلہ دے دیا اور اس نے غلام کو آزاد کر دیا تو اس سے یہ آزاد کی دیت ادا کرنے کا اختیار کرنے والا ہو گیا۔

دفعہ ۲۴۱: جانی مملوک پر جنایت کیا گیا اور آقا نے اس کا ارش لے لیا تو مملوک کی جنایت میں اس کو مع ارش دے گا[4]۔

وضاحت

ایک باندی نے کسی پر جنایت کیا پھر اسی باندی پر کسی نے جنایت کیا اور آقا نے اس سے باندی پر جنایت کرنے کا ارش لے لیا تو باندی نے جس پر جنایت کی ہے آقا اس کو باندی اور ساتھ حاصل ہونے والا ارش دونوں دے گا۔ لیکن اگر باندی پر پہلے جنایت ہوا پھر اس نے جنایت کی تو پھر آقا صرف باندی دے گا ارش دینا لازم نہ ہوگا اور آقا اسی ارش کو بطور فدیہ بھی دے سکتا ہے[5]۔

دفعہ ۲۴۲: مملوک کی جنایت میں اختلاف کے وقت آقا کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا[6]۔

وضاحت

ایسی باندی جس پر جنایت کی گئی ہو، اس نے کسی پر جنایت کر دی لیکن یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ باندی پر پہلے جنایت کی گئی یا باندی نے پہلے جنایت کی تو آقا اور جنایت کئے گئے شخص کے ورثا میں اختلاف کے وقت آقا کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر اتفاق ہو گیا تو جس امر پر اتفاق کیا گیا اسی کے مطابق فیصلہ

---

(1) الاصل للشیبانی، ۴: ۲۰۴

(2) الفتاوی الهندیة، ۶: ۵۶

(3) اسلامی قانون فوجداری، ۴۲۹

(4) الفتاوی الهندیة، ۶: ۵۶

(5) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۳۷

(6) الفتاوی الهندیة، ۶: ۵۶

کیا جائے گا۔ لیکن اگر اتفاق اس بات پر ہو کہ ہمیں علم نہیں کہ پہلے باندی نے جنایت کی یا اس پر جنایت کی گئی تو اس صورت میں آقا ارش لے گا اور یہ ارش آقا اور صاحب جنایت کے ورثا کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو گا[1]۔

دفعہ ۲۴۳: مملوک نے دو قتل خطا کئے پھر اس پر جنایت کی گئی تو مقتول اول کے ورثا کو مملوک میں حصہ مع ارش ملے گا[2]۔

وضاحت

اگر غلام نے قتل خطا کیا پھر کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی پھر اس نے دوسرا قتل خطا کیا تو آقا اس کی ارش وصول کر کے مقتول اول کے ورثا کو دے گا پھر غلام دونوں مقتولوں کے ورثا کو حوالہ کر دے گا اور دونوں اس میں بقدر دیت کے حصہ دار ہوں گے لیکن پہلے مقتول کے ورثا کو دیت میں سے ارش کے برابر حصہ کم ملے گا[3]۔

دفعہ ۲۴۴: جنایت کے بعد مملوک آسمانی آفت کے ذریعے عیب دار ہو گیا تو آقا بطور بدل چاہے فدیہ دے یا عیب دار غلام دے[4]۔

وضاحت

غلام نے کسی پر جنایت کی بعد میں آسمانی آفت کے ذریعے اس میں کوئی عیب پیدا ہوا تو آقا کو اختیار ہو گا چاہے تو فدیہ دے اور چاہے تو وہی عیب دار غلام دے اور عیب کے بدلے آقا پر کچھ واجب نہ ہو گا۔ اگر جنایت کے بعد آقا کا کچھ کام کرتے ہوئے غلام مر گیا یا اس میں کچھ نقص پیدا ہو گیا تو آقا ضامن نہ ہو گا۔ اگر جنایت کے بعد باندی نے کچھ کمایا اور آقا نے بطور بدل جنایت باندی کو دینا اختیار کیا تو باندی کی کمائی دینے کا پابند نہ ہو گا بلکہ صرف باندی حوالہ کرے گا[5]۔

دفعہ ۲۴۵: مقروض مملوک جنایت کے بعد آزاد کر دیا گیا حالانکہ آقا کو جنایت کا علم تھا تو قرض کا بھی ضامن ہو گا[6]۔

وضاحت

کسی ماذون غلام پر ہزار درہم قرض تھا پھر اس نے جنایت کیا۔ آقا کو جنایت کا علم نہ تھا اور اسے آزاد کر دیا تو آقا پر مجنیٰ علیہ اور دائن کے لئے غلام کی الگ الگ قیمت دینا واجب ہوں گے۔ اگر جنایت کا علم ہونے کے باوجود غلام کو آزاد کر دیا تو آقا صاحب جنایت کو ارش اور دائن کو قرض دینے کا پابند ہو گا[7]۔ یہی حکم جنایت کرنے والے غلام کو فروخت کرنے، مدبر اور مکاتب بنانے کا بھی ہے۔

---

(1) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۳۸

(2) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۶

(3) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۴۲

(4) نفس مصدر، ۲۷: ۳۷

(5) غمز عیون البصائر، احمد بن محمد بن مکی الحموی، ۳: ۳۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

(6) الفتاوی الهندية، ۶: ۵۶

(7) البحر الرائق، ۸: ۴۲۵

دفعہ ۲۴۶: مقروض غلام کو جنایت کے بعد قرض خواہ کے حوالے کر دیا تو آقا پر مجنیٰ علیہ کے لئے کچھ واجب نہ ہوگا[1]۔

وضاحت

مقروض غلام نے کوئی جنایت کر دی اور آقا نے قرض کے بدلے غلام کو قرض خواہ کے حوالے کر دیا تو فروخت کرنے کے بعد قرض سے اضافی جتنے پیسے بچیں گے وہی مجنیٰ علیہ کو ملیں گے اور قیمت قرض سے کم نکلی تو آقا پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر آقا نے غلام بطور بدل جنایت مجنیٰ علیہ کو دے دیا تو دائن کے لئے اس پر غلام کی قیمت قیاساً واجب ہوگی جبکہ استحساناً آقا پر دائن کے لئے کچھ واجب نہ ہوگا[2]۔

دفعہ ۲۴۷: جانی غلام کے بیع کی صورت میں آقا تب فدیہ کو اختیار کرنے والا ہوگا جب غلام کو بیع تام کے ساتھ فروخت کرے[3]۔

کرے[3]۔

وضاحت

جانی غلام کو فروخت کرنے کی صورت میں آقا فدیہ کو اختیار کرنے والے کہلائے گا، لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب آقا غلام کو بیع تام کے ساتھ فروخت کرے۔ اگر صرف بیع کے لئے پیش کر دیا یا رہن رکھ دیا یا اجرت پر دے دیا تو فدیہ کو اختیار کرنا نہیں ہوگا[4]۔ اسی طرح بیع فاسد کی صورت میں میں بھی جب تک آقا غلام کو مشتری کے حوالے نہ کرے یا بیع میں بائع کو خیار ہو تو اس وقت بھی بیع ناقص ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اختیار کرنے والا نہیں ہوگا۔ البتہ اگر مشتری کو خیار ہو تو پھر یہ فدیہ کو اختیار کرنا کہلائے گا۔ یہی حکم باندی کے ساتھ وطی کرنے کا بھی ہے کہ آقا فدیہ کا اختیار کرنے والا نہیں کہلائے گا جب تک کہ وہ حاملہ نہ ہو۔ اگر غلام نے دو جنایتیں کی ہو اور آقا کو صرف ایک کا علم ہو اور اس نے غلام کو آزاد یا فروخت کر دیا تو جس جنایت کا علم ہے اس میں فدیہ کا اختیار کرنے والا کہلائے گا[5]۔

دفعہ ۲۴۸: غلام نے جنایت کیا اور قابض نے ملکیت کا انکار کیا تو گواہوں کے بغیر اس کا قول مقبول نہ ہوگا[6]۔

وضاحت

غلام نے جنایت کیا اور صاحب جنایت نے دعوی کیا لیکن قابض نے غلام کی ملکیت کا انکار کیا اور کہا کہ یہ میرے پاس ودیعت ہے یا کسی سے عاریۃً لیا ہے تو اس کا قول گواہوں کے بغیر مقبول نہ ہوگا۔ اگر اس نے اپنے قول پر گواہ قائم کئے تو غلام کے آقا کے آنے تک معاملہ مؤخر کیا جائے گا۔ اگر وہ گواہ پیش نہ

---

(1) الفتاوى الهندية، ٦: ٥٦
(2) نفس مصدر، ٨: ٣٢٠
(3) الفتاوى الهندية، ٦: ٥٧
(4) العناية، ١٠: ٣٤٤
(5) بدائع الصنائع، ٧: ٢٦٤
(6) الفتاوى الهندية، ٦: ٥٧

کر سکا تو غلام یا فدیہ میں ایک اختیار کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اگر قابض نے فدیہ دیا پھر آقا حاضر ہوا تو اپنا غلام بغیر کسی عوض کے لے لے گا اور اگر قابض نے غلام دیا ہو تو آقا کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو قابض کے فیصلے کی توثیق کرے اور یا غلام واپس لے کر ارش جنایت ادا کرے[1]۔

دفعہ ۲۴۹: جانی غلام کی جنایت کا ضمان ملکیت کا دعویٰ کرنے والے پر آئے گی[2]۔

وضاحت

ایک شخص کے قبضے میں غلام ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس کا ہے۔ پھر اس غلام نے جنایت کیا اور جنایت گواہوں یا قابض کے اقرار سے ثابت ہو گیا، پھر قابض نے دوسرے شخص کے متعلق یہ کہا کہ یہ غلام اس کا ہے اور اس شخص نے ملکیت کی تصدیق کر دی لیکن جنایت کا انکار کیا تو اگر جنایت گواہوں سے ثابت ہو گئی تو اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ غلام یا فدیہ میں سے ایک دینا اختیار کرلے اور اگر جنایت گواہوں سے ثابت نہ ہو سکی اور قابض نے اقرار کیا تو آقا کو اس کا غلام دے دیا جائے گا اور جنایت باطل ہو گی۔ اسی طرح اگر غلام نے جنایت کی اور آقا نے دعویٰ کیا کہ میں نے جنایت سے قبل یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھوں فروخت کیا ہے اور مشتری نے تصدیق کر دی تو اس سے غلام اور فدیہ میں سے ایک اختیار کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا[3]۔

دفعہ ۲۵۰: شرکاء میں سے ایک، غلام کے متعلق ایسا قول کرے جو غلام کو بدلے میں دینے کے منافی ہو تو فدیہ واجب ہو گا[4]۔

وضاحت

باندی نے جنایت کی اور مجنیٰ علیہ کے دو ولی ہو تو اگر ایک کے ساتھ آقا نے باندی کے بچے پر صلح کر لی تو یہ دوسرے کے حق میں فدیہ کا اختیار تصور کیا جائے گا اور آقا دوسرے کو نصف دیت دے گا۔ اگر دونوں ولیوں میں سے ایک کے ساتھ باندی کے تہائی حصے پر صلح ہو گئی تو دوسرے کو چاہے تو فدیہ دے دے اور چاہے تو باندی دے۔ اسی طرح جانی غلام کے متعلق یہ خیال کیا کہ مجھ سے پہلے مالک نے اسے آزاد کیا ہے یا میرے باپ نے آزاد کیا ہے تو اس اقرار سے فدیہ اختیار کرنے والا ہو گیا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب دو شریکوں میں سے ایک دوسرے پر غلام کو آزاد کرنے کا دعویٰ کرے تو یہ فدیہ کو اختیار کرنا سمجھا جائے گا اور اس اقرار کی وجہ سے مقر پر نصف دیت اور دوسرے شریک پر نصف قیمت واجب ہو گی۔

---

(1) البحر الرائق،۸: ۴۲۱

(2) الفتاوی الهندیة،۶: ۵۷

(3) البحر الرائق،۸: ۴۲۱

(4) الفتاوی الهندیة،۶: ۵۸

دفعہ ۲۵۱: جنایت کے بعد مملوک کا بعض حصہ آزاد کر دیا تو فدیہ کا اختیار کرنا تصور ہوگا[1]۔

وضاحت

حاملہ باندی نے جنایت کیا اور آقا نے جنایت کا علم ہوتے ہوئے،اس کے رحم میں موجود حمل کو آزاد کر دیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا تصور ہوگا،چاہے جنایت کے بدلے کا مطالبہ کرنے والا وضع حمل سے پہلے آئے یا بعد میں۔ لیکن اگر آقا کو جنایت کا علم نہ ہوا اور اس نے رحم میں موجود حمل کو آزاد کر دیا اور مطالبہ کرنے والا آگیا تو اس کو اختیار ہے چاہے باندی کی قیمت لے لے اور چاہے تو باندی لے لے مگر وضع حمل کے بعد بچہ آزاد ہوگا اور اگر وضع حمل کے بعد مطالبہ کرنے والا آیا تو آقا کو فدیہ اور باندی میں سے اختیار ہے کہ جو چاہے دے دے لیکن اگر باندی کو دینا اختیار کیا تو بچہ ساتھ نہیں دے گا[2]۔ اگر باندی جنایت کے بعد حاملہ ہو تو آقا اس کو بدل جنایت میں دے سکتا ہے۔اسی طرح اگر باندی نے مشتری کے ہاں چھ مہینے سے پہلے بچہ جنا اور بچے نے جنایت کیا اور بائع نے جنایت کا علم ہوتے ہوئے بچے کا دعویٰ کیا تو وہ صاحب جنایت کے دیت کا ضامن ہوگا۔

دفعہ ۲۵۲: دو غیر معین غلاموں میں ایک کو آزاد کر دیا پھر جانی کی تعین کر دی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا کہلائے گا[3]۔

وضاحت

ایک ہی شخص کے دو غلام ہوں اور وہ دونوں میں سے ایک غیر معین کو آزاد کر دے پھر ان میں سے جنایت کرنے والے کو آزاد کرنے کے لئے متعین کر دے تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہوگا اور اگر اس غلام کو آزاد کرنے کے لئے متعین کیا جس نے جنایت نہیں کی تو جانی کے دینے یا اس کے بدلے فدیہ دینے میں سے جس کو بھی چاہے اختیار کرے۔ اگر دونوں غلاموں نے جنایت کی تو جس کو متعین کیا اس کی قیمت اور دیت میں سے کم کو صاحب جنایت کو دے گا اور دوسرے غلام میں اختیار ہوگا چاہے اس کو بطور بدلہ دے اور چاہے تو فدیہ دے[4]۔اگر آقا نے دونوں میں سے تعین نہیں کیا اور مر گیا تو دونوں کا نصف آزاد ہوگا اور بقایا نصف میں خود کوشش کریں گے اور جانی کے لئے آقا کے مال میں سے جانی غلام کی قیمت واجب ہوگی اگر قیمت ارش سے کم ہو۔اسی طرح اگر ایک غلام نے قتل کر دیا پھر آقا نے غیر معین غلام کو آزاد کر دیا پھر دوسرے نے بھی قتل کر دیا۔اس کے بعد آقا نے عتق سے پہلے جنایت کرنے والے کو آزادی کے لئے متعین کیا تو آقا اس کے معاملے میں فدیہ کا اختیار کرنے والا تصور ہوگا اور اگر عتق کے قول کے بعد جنایت کرنے والے کو آزادی کے لئے متعین کیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

---

(1) الفتاوی الهندیة،٦ :٥٨

(2) عیون المسائل،١ :٢٨٤

(3) الفتاوی الهندیة،٦ :٥٨

(4) البحر الرائق،٨ : ٤٢٢

دفعہ ۲۵۳: مرض الموت میں غلام کو جنایت کا علم ہونے کے باجود آزاد کرنے کی وصیت کی تو کل مال میں سے دیت دیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر آقا نے اپنے مرض الموت میں جانی غلام کو جنایت کا علم ہونے کے باوجود آزاد کرنے کی وصیت کر دی اور وصی یا وارث نے اسے آزاد کر دیا تو کل مال وراثت میں سے بطور دیت دی جائے گی جو غلام کے قیمت کے برابر ہو چاہے مال وراثت کے تہائی سے زائد ہو۔ اگر جنایت کا علم نہیں تھا اور آزاد کرنے کی وصیت کر دی تو آقا کے مال میں سے قیمت ادا کی جائے گی[2]۔

دفعہ ۲۵۴: عتق کے وکیل نے جنایت کا علم ہونے کے باوجود عتق نافذ کر دی تو بدل جنایت آقا کے ذمے ہوگا[3]۔

وضاحت

کسی نے اپنے غلام کی آزادی کے لئے ایک شخص کو وکیل بنایا پھر غلام نے جنایت کر دی اور وکیل نے جنایت کا علم ہونے کے باوجود غلام کو آزاد کر دیا تو بدل جنایت آقا کے ذمے ہوگا چاہے آقا کو جنایت کا علم ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اگر غلام کی جنایت کی خبر ملنے کے بعد غلام کو آزاد کر دیا تو یہ فدیہ کو اختیار کرنا تصور ہوگا[4]۔ اسی طرح ایک غلام نے آقا کو اس کے غلام کے جنایت کی خبر دی اور آقا نے اس کی تصدیق نہیں کی اور غلام کو آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب تک عادل اور آزاد شخص نے خبر نہیں دی تو ضامن نہ ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک جس نے بھی خبر دی تو آزادی کی صورت میں آقا ضامن ہوگا[5]۔

دفعہ ۲۵۵: غلام نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس کے دو ولی ہو تو ایک کو غلام دینے پر دوسرے ولی کا حصہ اس میں باقی رہے گا[6]۔

وضاحت

غلام نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس کے دو ولی ہو اور آقا نے غلام کو ایک کے حوالے کر دیا تو دوسرے کا حق اس غلام میں باقی رہے گا۔ پھر اس غلام نے اس کے پاس دوسرا قتل کر دیا او مقتول اول کا شریک ولی اور دوسرے مقتول کا ولی دونوں حاضر ہوئے تو پہلے مقتول کے ولی جس پر غلام کا قبضہ ہے دوسرے مقتول کے ولی کو نصف دیت دے گا یا نصف غلام دے دے گا اور باقی نصف غلام آقا کو واپس کر دے گا پھر آقا کو ختیار ہوگا کہ چاہے نصف غلام

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٥٩

(2) عیون المسائل، ١ : ٢٨٥

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٠

(4) المبسوط للسرخسی، ٢٧ : ٤٠

(5) البحر الرائق، ٨ : ٤٢٤

(6) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٠

حوالہ کرے یا اس کا فدیہ دے کر پانچ ہزار مقتول ثانی کے ولی کو اور پانچ ہزار مقتول اول کے اس ولی کو دے جس نے کچھ نہیں لیا تھا۔ اگر اسے غلام دے دیا تو ہر ایک دوسرے کا شریک ہو گا[1]۔

دفعہ ۲۵۶: آقا دو افراد کے قاتل غلام کے بدلے میں ورثا کو غلام نصفا نصف دے گا اور مقتول کے لئے نصف قیمت کا ضامن ہو گا[2]۔

وضاحت

ایک غلام پر ایک قتل گواہوں کے ذریعے ثابت ہو گیا پھر آقا نے اس پر دوسرے قتل کا اقرار کیا تو آقا نے غلام کو دونوں کے بدلے نصف نصف دے دیا تو مقتول اول کو غلام کی نصف قیمت بھی دے گا۔ پھر اگر تیسرے قتل کا بھی اس پر اقرار کیا تو تینوں مقتولوں کے بدلے غلام کا تہائی حصہ دیا جائے گا پھر مقتول اول کے ورثا کو ثلث قیمت اور مقتول ثانی کے ورثا کو سدس قیمت دے گا۔ اگر آقا نے غلام کو ایسی جنایت کے بدلے میں دے دیا جو نفس سے کم ہو لیکن پھر زخم پھیل گیا اور مجنی علیہ مر گیا تو غلام ورثا کا ہو گا اور اگر آقا نے پوری دیت دے کر فدیہ کو اختیار کیا ہو اور غلام کو آزاد کر دیا ہو اور پھر زخم پھیل گیا اور مجنیٰ علیہ مر گیا تو اس کی قیمت دے کر دیت واپس لے گا[3]۔

دفعہ ۲۵۷: غلام چاہے مجور یا ماذون ہو، اس کا اپنے اوپر کسی جنایت کا اقرار کرنا جائز نہیں ہو گا۔

وضاحت

غلام چاہے مجور ہو یا ماذون اس کا اپنے اوپر کسی جنایت کا اقرار کرنا جائز نہیں اور آزاد ہونے کے بعد بھی اس اقرار پر ماخوذ نہ ہو گا۔ بلکہ اگر آزاد ہونے کے بعد اپنے اوپر رقیت کے زمانے کی کسی جنایت کا اقرار کیا تو اس پر بھی کچھ واجب نہ ہو گا۔ البتہ عمداً قتل کرنے میں قصاص ہو سکتا ہے[4]۔

دفعہ ۲۵۸: غلام حالت عتق میں کسی ایسی جنایت کا اقرار کرے جو حالت رقیت میں کیا ہو تو اس کا قول معتبر ہو گا۔

وضاحت

اگر غلام نے عتق کے بعد کسی شخص سے کہا کہ میں نے تیرے بھائی کو حالت رقیت میں قتل کیا تھا اور اس شخص نے کہا کہ نہیں تو نے حالت عتق میں قتل کیا تھا، تو غلام کا قول معتبر ہو گا۔ اگر آقا کے مال لینے کا حالت رقیت میں اقرار کیا اور مولیٰ نے حالت عتق میں مال لینے کا دعویٰ کیا تو غلام کا قول معتبر ہو گا۔ اسی طرح اگر آقا نے عتق کے بعد کسی باندی سے کہا کہ میں نے حالت رقیت میں تیرا ہاتھ کاٹا تھا اور باندی نے کہا کہ نہیں تو نے حالت عتق میں

---

(1) الاصل للشیبانی، ۴: ۶۰۲

(2) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶: ۶۰

(3) البحر الرائق، ۸: ۴۲۱

(4) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۳۹

میرا ہاتھ کاٹا ہے تو باندی کا قول معتبر ہوگا[1]۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب مبیعہ کے ہاتھ کاٹنے پر بائع اور مشتری کا اختلاف ہو اور بائع قبل البیع قطع کا دعویٰ کرے اور مشتری بعد البیع قطع کا دعویٰ کرے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

دفعہ ۲۵۹: دو اولیاء میں سے ایک نے جانی غلام کو معاف کر دیا تو دوسرے کو نصف عبد یا نصف دیت دے گا[2]۔

وضاحت

ایک غلام نے جنایت کر کے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جس کے دو ولی تھے پھر ایک ولی نے غلام کو معاف کر دیا تو آقا دوسرے ولی کو نصف غلام یا نصف دیت دے گا اور معاف کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا۔ اسی طرح اگر دو ایسے افراد کو قتل کیا ہو جس میں سے ہر ایک کے دو ولی تھے اور ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے غلام کو معاف کر دیا تو آقا باقی دو اولیاء کو نصف غلام یا دس ہزار درہم فدیہ دے گا[3]۔

دفعہ ۲۶۰: غلام نے دوسرے غلام اور آقا کے بھائی کو قتل کیا تو نصف غلام مقتول غلام کے آقا اور نصف اپنے آقا کا ہوگا[4]۔

وضاحت

غلام نے ایک اور غلام اور اپنے آقا کے بھائی کو قتل کیا اور آقا کے علاوہ کوئی اور وارث نہ ہو تو غلام کا نصف مقتول غلام کے آقا اور نصف اپنے آقا کا ہوگا[5]۔ اگر پہلے اپنے آقا کے بھائی کو قتل کیا تو تمام غلام مقتول غلام کے آقا کو دیا جائے گا یا اس کو فدیہ دے گا۔ اگر آقا کے علاوہ کوئی اور وارث موجود ہو تو تین چوتھائی مقتول غلام کے آقا اور چوتھائی اس کے وارث کو ملے گا۔ اگر غلام نے دونوں مقتولوں کو ایک ہی وار سے قتل کیا ہے تو دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا۔

دفعہ ۲۶۱: مشترکہ غلام جو آقاؤں کے مورث کا قاتل ہو اگر ایک آقا نے بھی معاف کر دیا تو پورا خون معاف ہوگا[6]۔

وضاحت

دو افراد کے مشترکہ غلام نے اپنے آقاؤں کے مورث کو عمداً قتل کیا پھر ان میں ایک نے اسے معاف کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پورا خون اسے معاف ہو جائے گا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسرے شریک کو ربع دیت دے گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے کہ جب غلام اپنے آقا کو قتل کرے اور آقا کے دو بیٹے ہو اور ان میں سے ایک نے اسے معاف کر دیا تو پورا خون معاف ہو جائے گا[7]۔

---

(1) کنز الدقائق، ۱ : ۶۵۸

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۶۲

(3) المبسوط للسرخسی، ۲۷ : ۳۳

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۶۲

(5) البحر الرائق، ۸ : ۴۱۸

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۶۲

(7) البحر الرائق، ۲ : ۶۲

دفعہ ۲۶۲: زخمی غلام کو اتنے مال کے عوض رہن رکھ دیا جو زخمی ہونے کے بعد بھی اس کی قیمت ہو تو مرنے کی صورت میں قرض ساقط ہو گا[1]۔

وضاحت

ایک شخص نے اپنے غلام کو موضحہ زخم لگایا پھر کسی کو اتنے مال کے عوض رہن دے دیا کہ جو زخمی ہونے کے باوجود اس غلام کی قیمت ہو اور وہ غلام مرتہن کے پاس مر گیا تو وہ قرض ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر زخم رہن رکھنے کے بعد لگایا ہو تو آقا قرض کی ادائیگی کا ضامن ہو گا۔ یہی دونوں صورتیں اس وقت بھی بنیں گی جب جنایت کرنے والا آقا کی بجائے کوئی اور ہو۔

دفعہ ۲۶۳: غاصب کے قبضے میں کئے ہوئے جنایت کا ضمان غاصب پر آئے گا[2]۔

وضاحت

اگر اجنبی نے غلام کو موضحہ زخم لگایا پھر کسی اور نے وہی غلام غصب کر لیا اور غاصب کے قبضے میں اسی زخم سے مر گیا تو آقا جنایت کرنے والے کی برادری سے تین سال میں قیمت وصول کرے پھر جنایت کرنے والا غاصب سے غلام کے غصب کے دن جو قیمت تھی وہی وصول کرلے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے غلام کا ہاتھ غلطی سے کاٹنے کا اقرار کیا لیکن برادری نے انکار کیا پھر غاصب نے غلام کو غصب کیا اور اسی غاصب کے ساتھ مر گیا تو آقا کو اختیار ہے کہ چاہے تو جانی سے تین سال میں قیمت وصول کرے اور جانی غاصب پر ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کے لئے رجوع کرے اور چاہے تو غاصب سے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت لے لے اور جانی سے آدھی قیمت وصول کرے[3]۔

مغصوب غلام نے غاصب کے قبضے میں جنایت کر دی پھر آقا کو واپس لوٹایا گیا تو دوسری جنایت کر دی تو آقا اس کو مجنی علیہ کے اولیاء کے حوالے کر دے گا پھر غاصب پر نصف قیمت کے لئے رجوع کرے گا اور پہلے صاحب جنایت کے ولی کو دے گا۔ اگر پہلی جنایت آقا کے ہاں کی پھر غاصب کے ہاں دوسری جنایت کر دی تو آقا دونوں مجنی علیہ کے اولیاء کو غلام نصفا نصف دے گا اور اول صاحب جنایت کو نصف قیمت بھی دے گا لیکن غاصب پر رجوع نہیں کرے گا[4]۔ اگر غلام نے غاصب کے قبضے میں قتل کیا پھر اس کے قبضے میں مر گیا تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو گی، یہ قیمت آقا ولی جنایت کو دے گا پھر آقا غاصب پر دوسرے قیمت کے لئے رجوع کرے گا۔ اگر غاصب کے قبضے میں قتل کیا پھر آقا اور مقتول کے اولیاء نے غاصب پر رجوع کیا تو غلام آقا کے حوالے کیا جائے گا اور اس سے غلام یا فدیہ دینے کا مطالبہ کیا جائے گا اور جو بھی آقا اختیار کرے گا تو غلام کی قیمت اور ارش میں کم کے لئے غاصب پر رجوع کرے گا[5]۔ غاصب کے قبضے میں غلام نے اپنے آقا یا اس کے غلام پر جنایت کر دی اور نقصان کی قیمت غلام کی قیمت سے زائد تھی تو غاصب آقا کے

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٢

(2) نفس مصدر

(3) المحيط البرهانی، ٥ : ٥٢٤

(4) الهداية، ٤ : ٤٩٥

(5) المبسوط للسرخسی، ٢٧ : ٥٣

کے لئے نقصان کا ضامن ہو گا۔ اگر غاصب کے قبضے میں غاصب ہی کو نقصان پہنچایا تو ہدر ہو گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک مغصوب منہ سے نقصان کا بدل دینے کا مطالبہ کیا جائے گا[1]۔ اگر غاصب کے حکم سے غلام نے قتل کیا پھر غلام کو واپس کر دیا پھر آقا کے ہاں ایک اور قتل کر دیا اور مقتول اول کے اولیاء نے خون معاف کر دیا تو آقا کو اختیار ہو گا چاہے مقتول ثانی کے اولیاء کو نصف غلام دے یا فدیہ میں نصف دیت دے لیکن اس تاوان کے لئے غاصب پر رجوع نہیں کرے گا۔

دفعہ ۲۶۴: مرہون غلام نے راہن پر جنایت کر دی تو نقصان ہدر ہو گا[2]۔

وضاحت

اگر مرہون غلام نے مرتہن کے قبضے میں راہن پر یا راہن کے غلام پر جنایت کر دی تو صاحبین کے نزدیک نقصان ہدر ہو گا اور کسی پر ضمان نہ آئے گا اور مرتہن پر کی گئی جنایت بقدر قرضہ کے معتبر ہو گی[3]۔

دفعہ ۲۶۵: ام ولد اور مدبر مملوک کی جنایت کا ضمان قیمت اور ارش میں جو کم مالیت ہو وہی آقا پر واجب ہو گی[4]۔

وضاحت

ام ولد یا مدبر نے جنایت کر دی تو آقا اس کا ضامن ہو گا لیکن اس طرح کہ ان کے قیمت اور ارش میں جو کم مالیت ہو گی وہی آقا کے ذمے واجب ہو گی اور وہ ام ولد میں تہائی قیمت اور مدبر میں دو تہائی قیمت ہے اور مدبر دو افراد کے درمیان شریک ہو تو دونوں پر حصے کے مطابق ضمان آئے گا[5]۔

دفعہ ۲۶۶: ام ولد اور مدبر مملوک کی جنایت عاقلہ پر نہیں بلکہ آقا پر واجب ہو گی[6]۔

وضاحت

ام ولد اور مدبر کی جنایت کا ضمان مددگار برادری پر نہ ہو گا بلکہ صرف آقا پر اس کی ادائیگی واجب ہو گی۔ اس حکم میں نفس اور ما دون النفس جنایت دونوں برابر ہے اور ولی جنایت اور آقا کے درمیان جنایت کے دن مدبر اور ام ولد کی قیمت کے متعلق اختلاف ہو تو آقا کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا[7]۔

---

(1) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۵۵

(2) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۶۲

(3) البحر الرائق، ۸: ۴۳۳

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۶۵

(5) فتح القدير، ۱۰: ۳۶۳

(6) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۶۵

(7) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۱۷

دفعہ ۲۶۷: مدبر اور ام ولد کی متعدد جنایات کا بھی آقا پر صرف ایک ہی ضمان واجب ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر ام ولد نے جنایت کی اور آقا نے اس کی قیمت ادا کر دی چاہے قاضی کے فیصلے سے پہلے ہو یا بعد میں، دوسرے کو پہلے ولی جنایت کا شریک بنایا جائے گا، لیکن قاضی کے فیصلے کے بعد تو دوسرے مجنی علیہ کو آقا سے مطالبے کا اختیار نہ ہو گا بلکہ وہ خود پہلے مجنی علیہ پر رجوع کرے گا اور اگر قاضی کے فیصلے کے بعد ہو تو مجنی علیہ ثانی آقا پر اور آقا مجنی علیہ اول پر رجوع کرے گا۔ اسی طرح اگر مدبر نے متعدد جنایات کی تو تمام جنایات کے اولیاء میں اس کی قیمت مشترک ہو گی چاہے جنایات کے درمیان مدت کم ہو یا زیادہ۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑی تو آقا پر اس کی ایک ہی قیمت واجب ہو گی اور دونوں مجنیٰ علیہ کی قیمت اس طرح تقسیم ہو گی کہ مقتول کے بدلے دو تہائی قیمت اور آنکھ کے ضائع کرنے کے بدلے تہائی قیمت دی جائے گی۔ اگر مدبر کے پاس اپنا کچھ مال ہو تو اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا جائے گا[2]۔ اسی طرح اگر جانی مدبر پر جنایت کی گئی اور اس کا بدل جنایت آقا نے لے لیا ہو تب بھی آقا مجنی علیہ کو صرف مدبر کی قیمت دے گا اور آقا کو ملنے والے بدل جنایت میں سے مجنی علیہ کو کچھ نہیں ملے گا۔

دفعہ ۲۶۸: مدبر نے اپنے آقا کو خطاً قتل کیا تو اس کی جنایت ہدر ہو گی[3]۔

وضاحت

مدبر نے اپنے آقا کو خطا سے قتل کیا تو اس کی جنایت ہدر ہو گی اور وہ اپنی قیمت کے لئے کوشش کرے گا تاکہ وصیت کو لوٹا سکے۔ البتہ اگر اپنے آقا کو عمداً قتل کیا تو اس سے قصاص اور قیمت میں کوشش کرانا دونوں واجب ہوں گے۔ اس صورت میں ورثا کو اختیار حاصل ہو گا کہ اس سے سعایت کرا کر قیمت حاصل کرے پھر اس سے قصاص لیا جائے اور چاہے تو اس کو قصاصاً قتل کر کے اپنا حق سعایت باطل کرے۔ اگر دو وارث ہو اور ایک نے معاف کر دیا تو مدبر پوری قیمت میں سعایت کرے گا تاکہ دونوں میں برابر تقسیم کر سکے اور اس کے علاوہ جس نے معاف نہیں کیا اس کو آدھی قیمت بطور بدل جنایت دے گا[4]۔ لیکن اگر مدبر تاجر ہو اور قرض دار ہو تو اپنی قیمت میں سعایت قرض خواہوں کے لئے کرے گا اور اگر ایسے غلام نے آقا کو زخمی کر دیا پھر آقا نے اس کو آزاد کر دیا اور پھر آقا مر گیا تو قرض خواہوں کو اختیار حاصل ہے چاہے تو آقا کے ترکے سے اپنا قرض وصول کرے اور چاہے تو غلام سے وصول کرے اور اس صورت میں آقا کے ورثا کو حق سعایت حاصل نہیں ہو گا[5]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٥

(2) المبسوط للسرخسي، ٢٧ :٧٠

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٧

(4) الدر المختار، ٦ :٦٢١

(5) المبسوط للسرخسي، ٢٧ :٩٢

دفعہ ۲۶۹: مدبر نے اپنے آقا اور اجنبی کو خطاً قتل کیا تو اجنبی کے خون کا تصفیہ پہلے کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

مدبر جو دو افراد کے مابین شریک ہے اس نے اپنے ایک آقا کو قتل کیا پھر ایک اجنبی کو قتل کیا تو اجنبی کے خون کا تصفیہ پہلے کیا جائے گا، پھر زندہ آقا پر نصف قیمت اور مقتول آقا کے مال سے نصف قیمت واجب ہو گی جس میں ایک چوتھائی مقتول آقا کے ورثا کو ملے گی اور تین چوتھائی اجنبی مقتول کے خون میں دیا جائے گا۔ پھر مدبر اپنی قیمت میں سعایت کرے گا جس میں نصف قیمت مقتول آقا کے ورثا اور نصف زندہ آقا کو ملے گی[2]۔ اگر مدبر نے دونوں آقاؤں کو قتل کیا تو پوری قیمت میں سعایت کرے گا جو دونوں مقتولوں کے ورثا میں نصفا نصف تقسیم ہو گی اور شریکین پر ایک دوسرے کے لئے کچھ لازم نہ ہو گا

دفعہ ۲۷۰: آقا نے عتق کی وصیت کی اور اس کی موت کے بعد اسی غلام نے جنایت کی تو ورثا کو غلام و فدیہ دینے میں اختیار ہو گا۔

وضاحت

آقا نے غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کی پھر آقا مر گیا اور اس کی موت کے بعد غلام نے جنایت کی تو غلام کو جنایت کے عوض دے دے اور عتق باطل ہو جائے گا اور یہ جائز ہے کہ اس کا فدیہ دے کر اس کو آزاد کر دے۔

دفعہ ۲۷۱: مدبر نے قتل خطا کیا اور مال بھی ہلاک کیا تو آقا پر مقتول کے اولیاء کے لئے غلام کی قیمت واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

مدبر نے قتل کا ارتکاب کیا اور مال بھی ہلاک کر دیا تو آقا اولیاء مقتول کو غلام کی پوری قیمت دے گا اور غلام ہلاک شدہ مال کے لئے سعایت کرے گا۔ اگر آقا ادائیگی سے پہلے مر گیا تو غلام اپنی قیمت میں سعایت کرے گا اور مقتول کے ورثا سے اس قیمت کے زیادہ مستحق وہ لوگ ہوں گے جن کا مال ہلاک کیا ہے۔ اگر دو افراد کے مال کو ہلاک کیا اور ایک کے لئے قیمت کا فیصلہ ہو گیا تو دوسرا اس میں شریک ہو گا[4]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۶۷

(2) الاصل للشیبانی، ۴ : ۶۳۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۶۸

(4) المبسوط للسرخسی، ۲۷ : ۷۲

دفعہ ۲۷۲: مغصوب مدبر نے غاصب کے قبضے میں جنایت کیا تو آقا ضامن ہوگا لیکن وہ غاصب سے تاوان وصول کرے گا[1]۔

وضاحت

مدبر نے غاصب کے قبضے میں جنایت کی تو آقا اس کی قیمت اور ارش میں سے کم کا ضامن ہوگا اور پھر غاصب سے اداشدہ مال غاصب سے واپس لے گا۔ اگر غاصب کے پاس اقرار کیا کہ آقا کے قبضے میں قتل عمد کیا تھا تو آقا کو واپس دیئے جانے کے بعد قصاصاً قتل کیا جائے گا اور غاصب پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔ اگر غاصب کے پاس جنایت کرنے کے بعد آقا کے پاس بھی جنایت کر دی تو آقا قیمت ادا کرے جبکہ نصف قیمت کے لئے غاصب پر رجوع کرے گا[2]۔

دفعہ ۲۷۳: مدبر نے غاصب، اس کے مملوک یا غاصب کے مورث پر جنایت کی تو یہ جنایت ہدر ہوگی[3]۔

وضاحت

مدبر نے غاصب یا اس کے مملوک اور یا غاصب کے مورث کو قتل کیا تو ان کا خون ہدر ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غصب کی حالت میں مدبر کے جنایت کا ضمان غاصب ہی پر آتا ہے[4]۔

دفعہ ۲۷۴: ذمی مدبر کا حکم بھی مسلمان مدبر کی طرح اور اس کی جنایت کا ضمان آقا پر ہوگا[5]۔

وضاحت

ذمی مدبر تمام احکامات میں مسلمان مدبر کی طرح ہے، اس کی جنایت کا ضمان بھی آقا پر آئے گا، لیکن چونکہ آقا مسلمان ہے اس لئے ذمی مدبر پر سعایت کا حکم دیا جائے گا۔ اسی طرح حربی مستأمن مدبر کا بھی یہی حکم ہے[6]۔

دفعہ ۲۷۵: ام ولد نے آقا کو قتل کیا اگر آقا سے اس کا بچہ نہ ہو، تو اس سے قصاص لیا جائے گا[7]۔

وضاحت

ام ولد نے آقا کو قتل کیا اور اس ام ولد کا آقا سے کوئی بچہ نہ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور آزاد ہونے کی وجہ سے سعایت نہ ہوگی۔ اگر حاملہ ام ولد نے آقا کو قتل کیا تو انتظار کیا جائے گا۔ اگر اس نے زندہ بچہ جنا تو قصاص ساقط ہوگا اور ورثا کے لئے پوری قیمت میں سعایت کرے گی اور اگر زندہ بچہ نہ جنا تو قصاص لیا جائے گا[1]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٨

(2) الجامع الصغير، ١ :٥١١

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٩

(4) المبسوط للسرخسي، ٢٧ :٩٩

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٩

(6) الاصل للشيباني، ٤ : ٣٢٣

(7) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٦٩

دفعہ ۲۷۶: مکاتب، ام ولد، مدبر اور غلام نے جنایت کی تو ہر ایک پر چوتھائی بدل جنایت واجب ہوگا۔

وضاحت

اگر مکاتب، ام ولد، مدبر اور غلام نے متفق ہو کر کسی کو قتل کیا پس اگر ہر ایک نے چوتھائی جنایت کی ہو تو بدل جنایت کی صورت یہ بنے گی کہ غلام کے آقا سے کہا جائے گا کہ غلام دے دے یا اس کا فدیہ چوتھائی دیت دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت میں سے کم مالیت کے لئے سعی کرے گا جبکہ ام ولد اور مدبر میں سے ہر ایک کے آقا پر چوتھائی دیت اور قیمت میں سے جو کم مقدار ہو گی وہی واجب ہو گی اور ام ولد اور مدبر اس کے لئے سعی کریں گے[2]۔

دفعہ ۲۷۷: مکاتب جنایت کا مرتکب ہو تو ضمان آقا پر نہیں خود مکاتب پر لازم آئے گا[3]۔

وضاحت

مکاتب جنایت کا ارتکاب کرے تو دیگر ممالیک کے برعکس اس کی جنایت کا ضمان آقا پر واجب نہ ہوگا بلکہ خود مکاتب ہی ضامن ہوگا۔ لہٰذا جب مکاتب کوئی جنایت کرے تو اپنی قیمت اور ارش میں جو مقدار کم مالیت والا ہو اسی کا ضامن ہوگا اور جنایت کے وقت قیمت میں ولی جنایت سے اختلاف میں مکاتب کا قول ہی معتبر ہوگا[4]۔

دفعہ ۲۷۸: مکاتب جنایت کا مرتکب ہو تو واجب یہی ہے کہ بدلے میں وہ دیا جائے[5]۔

وضاحت

اگر مکاتب کسی جنایت کا ارتکاب کرے تو اس کے بدلے میں وہی مکاتب دیا جائے گا اور تحویل تین صورتوں ہو گی ایک یہ کہ قاضی مال پر فیصلہ کرے دوسرا یہ کہ مال پر صلح ہو جائے اور تیسرا یہ کہ وہ آزاد ہو جائے۔ لہٰذا اس کا بدل مکاتبت سے عاجز ہونے پر آقا سے کہا جائے گا کہ یا غلام دے دے یا اس کا فدیہ دے دے۔ اگر وہ مال صلح دینے سے عاجز ہو گیا تو اس کو فروخت کر کے بدل صلح ادا کیا جائے گا اور براہ راست دینا جائز نہ ہوگا[6]۔

---

(1) النتف فی الفتاوی، ۲ :۶۶۴

(2) الاصل للشیبانی، ۴ : ۶۳۵

(3) الفتاوی الھندیۃ، ۶ : ۷۰

(4) تحفۃ الفقہاء، ۳ :۱۱۷

(5) الفتاوی الھندیۃ، ۶ : ۷۰

(6) الاصل للشیبانی، ۴ :۳۳۶

دفعہ ۲۷۹: مکاتب نے جنایت کی تو قیمت وارش میں کم مقدار کا ضامن ہو گا[1]۔

وضاحت

اگر مکاتب نے جنایت کی تو قیمت وارش میں کم مقدار کا ضامن ہو گا اور اگر جنایت کے مقدمے سے پہلے آقا نے اسے آزاد کر دیا حالانکہ اسے جنایت کا علم تھا تو آقا فدیہ کا اختیار کرنے والا تصور ہو گا اور جنایت کے علم ہونے کے بغیر آزاد کیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہو گا[2]۔

دفعہ ۲۸۰: مکاتب نے دوسری جنایت کر دی تو اگر پہلے کا فیصلہ قیمت وارش میں کم پر ہو گیا ہو تو دوسرے کے لئے بھی وہی ہو گا[3]۔

وضاحت

مکاتب نے ایک کے بعد دوسری جنایت کر دی جبکہ پہلے کا فیصلہ قاضی نے قیمت وارش میں کم پر کیا تھا تو دوسرے ولی جنایت کے لئے بھی وہی لازم ہو گا جو پہلے ولی جنایت کے لئے لازم کیا گیا تھا۔ اگر اس نے قاضی کے فیصلے سے پہلے دوسری جنایت کر دی تو دونوں کے لئے قیمت یا دونوں جنایتوں کے ارش میں سے کم مقدار کا ضامن ہو گا۔ یہ بات مد نظر رہے گی کہ مکاتب کی قیمت جنایت کے دن والی ہی معتبر ہو گی[4]۔

دفعہ ۲۸۱: مکاتب جنایت ثابت ہونے سے پہلے مرا تو جنایت ہدر ہو گی[5]۔

وضاحت

مکاتب جنایت کے ثابت ہونے سے پہلے مر گیا تو جنایت ہدر ہو گی۔ اگر فیصلے سے پہلے مر گیا اور سو درہم چھوڑے تو اگر بدل مکاتبت اس سے زیادہ ہے تو جنایت باطل ہو گی اور چھوڑے ہوئے سو درہم آقا کے ہوں گے۔ لیکن اگر قاضی کے فیصلے بعد مرا تو چھوڑے سو درہم بدل جنایت میں دیئے جائیں گے[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٧٠

(2) مجمع الضمانات، ١ :١٩٧

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٧٠

(4) المبسوط للسرخسی، ٢٧ :٦٢

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٧٠

(6) الاصل للشيبانی، ٤ :٦٢٤

دفعہ ۲۸۲: مقروض جانی مکاتب مر گیا تو بدل جنایت اور قرضہ اس کا بیٹا ادا کرے گا[1]۔

وضاحت

مقروض جانی مکاتب ایسی حالت میں مر گیا کہ پیچھے ایک ایسا بیٹا چھوڑا ہے جو زمانہ کتابت میں اس کی باندی سے پیدا ہوا تو چاہے قاضی نے جنایت کا فیصلہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، مکاتب کا بیٹا قرض اور جنایت میں سعایت کرے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ پہلے قرضہ ادا کرتا ہے یا بدل جنایت۔ اگر وہ عاجز ہو گیا تو اس کو فروخت کر کے قرض خواہوں اور ولی نے جنایت میں تقسیم کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مکاتبہ کے ہاں جنایت کے بعد بچہ پیدا ہوا اور پھر وہ عاجز ہو گئی تو اگر جنایت پر فیصلہ نہیں ہوا تو صرف باندی بدل جنایت کے لئے فروخت کی جائے گی اور اگر فیصلہ ہوا ہے تو بچے کو بھی فروخت کر دیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۲۸۳: مکاتب متعدد جنایات کا مرتکب ہو تو عجز کے بعد جو بدل جنایت اس کے ذمے باقی ہو تو آقا سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا[3]۔

وضاحت

مکاتب نے تین افراد کو خطاً قتل کیا ایک مقتول کے ولی نے اس کو اپنا حصہ ہبہ کر دیا پھر مکاتب عاجز ہوا تو جو بدل جنایت اس کے ذمے باقی ہے اس کے بدلے آقا سے مطالبہ کیا جائے گا اس طور کہ تہائی غلام آقا کا ہو گا اور باقی دو تہائی غلام بدل میں دے گا یا اس کا فدیہ دے گا۔ اسی طرح اگر مکاتب نے ایک ایسے شخص کو قتل جس کے دو ولی ہوا اور ایک ولی اسے معاف کر دیا تو دوسرے کے لئے نصف قیمت میں سعی کرے گا[4]۔

دفعہ ۲۸۴: دو شرکاء میں سے ایک کتابت کر لے پھر غلام جنایت کر لے تو عتق کے بعد نصف قیمت وارش میں کم کا ضامن ہو گا[5]۔

وضاحت

ایک غلام دو لوگوں کے درمیان شریک ہے ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر غلام کے ساتھ مکاتبت کر لی پھر غلام نے جنایت کی اور آزاد ہو گیا تو نصف قیمت و نصف ارش میں سے کم کا ضامن ہو گا۔ پھر جس شریک نے کتابت نہیں کی اپنے ساتھی سے بدل کتابت میں نصف لے لے گا۔ پھر مکاتبت کرنے والا وہی مقدار مکاتب سے لے لے گا اور جس نے مکاتبت نہیں کی اس کو اختیار ہو گا چاہے باقی غلام آزاد کر دے یا سعایت کرا دے[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٤٢

(2) المبسوط للسرخسي، ٢٧ : ٦٤

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٤٢

(4) المبسوط للسرخسي، ٢٧ : ١٠٨

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٤٢

(6) الاصل للشيباني، ٤ : ٤١٣

دفعہ ۲۸۵: دو شرکاء میں سے ایک نے کتابت کر لی تو اگر دوسرا شریک حصہ لینا چاہے تو عتق کے دن کا اعتبار ہو گا[1]۔

وضاحت

دو افراد کے مابین ایک باندی شریک ہو اور ایک ساتھی بغیر دوسرے شریک کی اجازت کے مکاتبت کر لے اور باندی کا بچہ پیدا ہو اور اس کی قیمت گھٹ یا بڑھ جائے پھر وہ باندی آزاد ہو جائے اور دوسرا شریک جس نے مکاتبت نہیں کی اپنے ساتھی سے ضمان لینا چاہتا ہے تو عتق کے دن کا اعتبار کر کے نصف قیمت لے گا اور چاہے تو بچے سے سعایت کرالے[2]۔

دفعہ ۲۸۶: غلام نے ایک شریک پر جنایت کی پھر اس شریک نے کتابت کر لی پھر غلام کی دوسری جنایت سے وہ مر گیا تو غلام نصف قیمت اور ربع دیت میں سے کم کا ضامن ہو گا[3]۔

وضاحت

ایک غلام دو افراد کے مابین شریک ہو اور اس نے ایک آقا پر جنایت کر کے اس کی آنکھ پھوڑ دی پھر اسی آقا نے اس سے مکاتبت کر لی اور مکاتبت کے بعد غلام نے دوسری جنایت کر کے اسے قتل کر دیا تو مکاتب اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت میں کم میں سعایت کرے گا۔ جبکہ دوسرا شریک جس نے مکاتبت نہیں کی مقتول کے ورثا کو غلام کی نصف قیمت دے گا۔ البتہ اگر غلام آزاد ہو گیا تو دوسرا شریک مقتول کے ورثا کو اس وقت تک نصف قیمت نہ دے گا جب تک کہ وہ اپنے حصہ کی تاوان وصول نہ کرے اور یا غلام سے سعایت کرائے[4]۔

دفعہ ۲۸۷: مکاتب نے عمداً یا خطاً جنایت کا اقرار کر لیا تو اس کے ذمے لازم ہو گی[5]۔

وضاحت

مکاتب نے اپنے اوپر عمداً یا خطاً جنایت کا اقرار کر لیا تو اس کے ذمے لازم ہو گا[6]۔ اگر وہ خطا جنایت میں فیصلے کے بعد عاجز ہوا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جنایت ہدر ہو گی جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ ماخوذ ہو گا اور بدل جنایت میں بیچا جائے گا۔ اگر بدل مکاتبت کی ادائیگی کے بعد آزاد ہو گیا تو بدل جنایت اس کے ذمے قرض ہو گا۔ اسی طرح اگر مکاتب نے قتل عمد سے صلح بالمال کر لی تو جائز ہے اور مال اس کے ذمے لازم ہو گا۔ اگر وہ مال کی ادائیگی سے پہلے عاجز ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے ذمے سے مال باطل ہو گیا جبکہ صاحبین کے نزدیک مال اس کے ذمے ہو گا اور وہ اس میں بیچا جائے گا۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۴۲

(2) المبسوط للسرخسی، ۲۷ : ۶۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۴۲

(4) البحر الرائق، ۸ : ۴۳۰

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۴۴

(6) درر الحكام، ۲ : ۳۳

دفعہ ۲۸۸: مکاتبہ نے اپنے بیٹے پر جنایت کا اقرار کیا تو اس کے ذمے کچھ لازم نہ ہو گا[1]۔

وضاحت

مکاتبہ نے اپنے بیٹے پر جنایت کا اقرار کیا تو اس کے ذمے کچھ لازم نہ ہو گا۔ اگر بیٹا مر گیا اور مال چھوڑا تو اس میں سے قیمت اور ارش میں کم پر فیصلہ دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر بیٹا ماں پر اقرار کرلے تو کچھ ثابت نہ ہو گا اور ماں کے مرنے کے بعد قیمت وارش میں سے کم مقدار واجب ہو گی۔ اگر ادائیگی سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو مال باطل ہو گا اور اگر اس نے مقرلہ کے حوالے کیا پھر عاجز ہوا تو مقرلہ سے مال واپس نہ لی جائے گا[2]۔

دفعہ ۲۸۹: مکاتب نے آقا کو عمداً قتل کیا تو قصاص لیا جائے گا جبکہ آقا نے مکاتب کو قتل کیا تو اس پر قیمت واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

مکاتب نے اپنے آقا کو عمداً قتل کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر آقا نے مکاتب کو عمداً قتل کیا تو آقا سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس پر مکاتب کی قیمت واجب ہو گی۔ اگر خطاً ایک دوسرے پر جنایت کی تو اس صورت میں ان کی جنایت کا حکم وہی ہو گا جو اجنبی پر جنایت کے وقت ہے[4]۔

دفعہ ۲۹۰: مکاتب کے غلام کی جنایت کا حکم آزاد کے غلام کی جنایت کی طرح ہے[5]۔

وضاحت

مکاتب کے غلام کی جنایت آزاد کے غلام کی جنایت کی طرح ہے لیکن اگر وہ غلام کا فدیہ دینا چاہتا ہو اور وہ غلام کی قیمت سے زیادہ ہو یا وہ غلام دینا چاہتا ہو اور اس غلام کی قیمت ارش جنایت سے زیادہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا ایسا تصرف کرنا صحیح ہو گا جبکہ صاحبین کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح نہ ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۴

(2) البحر الرائق، ۸ : ۴۳۰

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۲

(4) بدائع الصنائع، ۷ : ۲۵۸

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۲

(6) مجمع الضمانات، ۱ : ۱۹۷

دفعہ ۲۹۱: مقروض مکاتب مر گیااور ایک غلام ماذون چھوڑا جس پر قرض تھا تو غلام اپنے قرض میں بیچا جائے گا[1]۔

وضاحت

مکاتب مر گیااور اس کے ذمے قرض تھااور اس نے ایک غلام چھوڑا جو ماذون تھااور اس غلام پر الگ سے قرض تھا تو غلام اپنے قرض میں بیچا جائے گا پھر اگر اس کی قیمت میں قرض ادا کرنے کے بعد کچھ بچا تو وہ مکاتب کے قرض میں دیا جائے گا[2]۔

باب نمبر ۱۴: غیر کے ممالیک پر جنایت کے بیان میں

دفعہ ۲۹۲: کسی نے غیر کے مملوک کو قتل کیا تو اس پر اس غلام کی قیمت واجب ہو گی[3]۔

وضاحت

کسی نے غیر کے غلام کو قتل کیا تو اس جنایت کے بدلے اس کے اسی غلام کی قیمت واجب ہو گی، لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار درہم سے زیادہ ہو تو دس کم دس ہزار درہم ادا کرے گااور یہ قیمت اس کی مددگار برادری تین سال میں ادا کرے گی۔ اگر باندی کو قتل کیااور اس کی قیمت دیت کی نسبت زیادہ تھی تو پانچ کم پانچ ہزار درہم ادا کرے گا[4]۔

دفعہ ۲۹۳: مغصوب غلام غاصب کے قبضے میں مر گیا تو اس کی قیمت واجب ہو گی[5]۔

وضاحت

کسی نے غلام غصب کیااور وہ مغصوب غلام غاصب کے قبضے میں مر گیا تو غاصب پر اس کی پوری قیمت بطور ضمان واجب ہو گی چاہے بیس ہزار درہم ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ماذون غلام کو قتل کیااور اس پر قرض ہو تو قاتل پر صرف اس کی قیمت واجب ہو گی قرض خواہوں کو قرضہ اسی قیمت سے ادا کرے گا[6]۔

گا[6]۔

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۷۲

(2) المبسوط للسرخسی، ۲۷ :۶۵

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۷۵

(4) التنبیه علی مشکلات الهدایة، صدر الدین علی بن علی الحنفی، ۵ :۹۱۴، مکتبة الرشد، السعودیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۷۵

(6) الهدایة، ۴ : ۴۹۱

دفعہ ۲۹۴: متعدد قاتلوں نے غلام کو قتل کیا تو جنایت کے حساب سے ضامن ہوں گے[1]۔

وضاحت

غلام پر ایک شخص نے ایک بوجھ لادی اور دوسرے نے دو بوجھیں لادی، جس سے غلام مر گیا تو ایک بوجھ لادنے والے پر ایک تہائی قیمت واجب ہو گی اور دو بوجھیں لادنے والے پر دو تہائی قیمت واجب ہو گی[2]۔

دفعہ ۲۹۵: نفس سے کم جنایت کی صورت میں ضمان جانی خود ادا کرے گا[3]۔

وضاحت

غلام پر اگر نفس سے کم جنایت کی گئی تو اس کا ضمان جانی کے مال سے ادا کیا جائے گا چاہے جانی آزاد ہو جبکہ جنایت نفس تک پہنچنے کی صورت میں جانی کی مددگار برادری پر ایک سال میں ضمان ادا کرنا واجب ہو گا۔ غلام کے اطراف پر جنایت کی صورت میں ضمان اسی تناسب سے ادا ہو گا جس طرح آزاد کے اطراف میں جنایت سے واجب ہوتا ہے، لیکن آزاد کے جس جنایت پر پوری دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اسی جنایت پر پوری قیمت واجب ہو گی اور آزاد کے جس جنایت پر نصف دیت واجب ہوتی غلام کی اسی جنایت پر نصف قیمت واجب ہو گی[4]۔

دفعہ ۲۹۶: غلام پر جنایت کی گئی پھر چاہے بائع کے قبضے سے عارضی طور پر نکل جائے لیکن ضمان جانی پر آئے گا[5]۔

وضاحت

غلام کا ہاتھ خطاً کاٹا گیا پھر آقا نے اسے خیار کے ساتھ بیچا پھر خیار کے ذریعے بیع کو ختم کر دیا گیا اور آقا کو واپس کیا گیا اور آقا کے قبضے میں اسی زخم کی وجہ سے مر گیا تو قطع کرنے والے پر پوری قیمت واجب ہو گی اور اگر قطع عمداً ہو تو استحساناً قصاص نہیں لیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٧٥

(2) البحر الرائق، ٨ :٣٤١

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٧٥

(4) البحر الرائق، ٨ :٤١٧

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٧٥

(6) البحر الرائق، ٨ :٣٤١

دفعہ ۲۹۷: دو غلاموں میں سے غیر معین کو آزاد کیا گیا تو دونوں پر جنایت کی صورت میں جانی ایک بدل جنایت آزاد کا دے گا[1]۔

وضاحت

ایک شخص نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک غیر معین کو آزاد کر دیا پھر دونوں کو قتل کیا گیا تو جانی پر ایک دیت اور ایک غلام کی قیمت واجب ہو گی[2]۔ البتہ شجہ کی صورت میں دونوں غلام مملوک تصور کئے جائیں گے، لہٰذا اگر غلاموں میں سے غیر معین کو آزاد کیا گیا پھر دونوں کو شجہ زخم لگایا گیا پھر آقا نے ایک کی تعیین کر دی کہ فلاں غلام کا عتق مراد تھا تو دونوں کا ارش آقا کو ملے گا[3]۔

دفعہ ۲۹۸: غلام اور مدبر کی جنایت کا ضمان یکساں ہو گا[4]۔

وضاحت

مدبر پر کی گئی جنایت میں ضمان کی وہی مقدار واجب ہو گی جو غلام پر جنایت کی صورت میں واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر مدبر کو قتل کیا گیا تو پوری قیمت واجب ہو گی، اگر ہاتھ کاٹا گیا تو نصف قیمت واجب ہو گی۔ البتہ یہ فرق ہے کہ مدبر کے دونوں ہاتھ کاٹنے میں نقصان کے بقدر ضامن ہو گا، لیکن اگر غلام کے ساتھ ایسا کیا گیا تو پوری دیت واجب ہو گی۔

باب نمبر ۱۵: قسامۃ کے بیان میں

دفعہ ۲۹۹: قسامۃ ان کو قسموں کو کہتے ہیں کو جو لاش پائی جانے کی صورت میں اہل محلہ سے لی جاتی ہیں[5]۔

وضاحت

قسامۃ لغت میں حسن وجمال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ مخصوص قسمیں ہیں جو اہل محلہ سے اس وقت لی جاتی جب ان کے محلہ میں کوئی لاش پائی جائے۔ ان قسموں کے لینے کا سبب محلہ میں لاش کا پایا جانا ہوتا ہے[6]، جبکہ محلہ سے مراد وہ نزدیکی مقام جہاں تک آواز آواز پہنچ سکے جیسے دار، موضع متصل۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۵

(2) البناية، ۱۳ :۳۰۷

(3) فتح القدير، ۱۰ :۳۶۰

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۷

(5) نفس مصدر

(6) تحفة الفقهاء، ۳ :۱۳۱

قسامہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر کسی محلہ میں کوئی لاش پائی جائے اور مقتول کا ولی اہل محلہ پر قتل کی دعویداری کر رہا ہو تو اہل محلہ سے پچاس قسمیں لی جائے گی جس میں ہر ایک قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے قتل نہیں کیا اور نہ میں قاتل کو جانتا ہوں۔ قسم لینے کے لئے افراد کو منتخب کرنے کا اختیار مقتول کے ولی کو حاصل ہوگا اور اگر پچاس سے کم افراد ہو تو بعض افراد سے مکرر قسم لینے کا اختیار بھی حاصل ہوگا، جبکہ مدعی سے قسم نہیں لی جائے گی[1]۔

دفعہ ۳۰۰ : قسم کھانے والوں پر دیت اور انکار کرنے والوں کو قید کر دیا جائے گا[2]۔

وضاحت

قسامہ میں اہل محلہ نے قسمیں کھائی تو ان سے دیت لی جائے گی جو ان کی مددگار برادری تین سال میں ادا کرے گی جبکہ قسم سے انکار کرنے والوں کو قسم کھانے تک قید میں رکھا جائے گا[3]۔

دفعہ ۳۰۱ : مدعی نے معین شخص پر قتل کا دعویٰ کیا تو گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں صرف اس سے قسم لی جائے گی[4]۔

وضاحت

مقتول کے ولی نے صرف ایک معین شخص پر دعویٰ کیا تو مدعی سے کہا جائے گا کہ گواہ پیش کرو، اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکا تو صرف اسی معین شخص سے قسم لی جائے اور صرف ایک ہی مرتبہ قسم لی جائے۔ اگر مدعی اہل محلہ میں چند غیر معین افراد پر دعوی کرے تب بھی تمام اہل محلہ سے قسمیں لی جائیں گی اور اگر چند معین افراد کا پر دعویٰ کیا گیا تب بھی استحساناً یہی حکم ہے[5]۔

دفعہ ۳۰۲ : قسامۃ میں صرف عاقل، بالغ اور آزاد مرد افراد شامل ہوں گے[6]۔

وضاحت

اہل قسامۃ میں صرف عاقل، بالغ اور آزاد مرد داخل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل محلہ میں سے عورتوں، بچوں اور پاگلوں سے قسم نہیں لی جائے گی جبکہ اندھے، محدود فی القذف اور کافر سے قسامۃ میں قسم لی جاسکتی ہے۔ اسی طرح عورت، غلام اور مکاتب سے بھی قسم نہیں لی جائے گی[7]۔

---

(1) بدائع الصنائع، ۷ : ۲۸۶

(2) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۷

(3) النتف فی الفتاوی السغدی، ۲ :۶۷۹

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۸

(5) تبيين الحقائق، ۴ :۴۹۸

(6) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۸

(7) الجوهرة النيرة، ۲ :۱۴۳

دفعہ ۳۰۳ : مقتول سے مراد وہ مردہ ہوگا جس پر قتل کا اثر ہو[1]۔

وضاحت

قسامہ میں کسی محلہ والوں سے قسم تب لیا جائے گا کہ ان کے محلہ میں مقتول لاش پائی جائے اور مقتول سے مراد وہ لاش ہے جس پر قتل کا اثر ہو اور جس لاش پر قتل کا اثر نہ ہو وہ میت ہوتا ہے۔ قتل کے اثر سے مراد یہ ہے کہ اس پر زخم، ضرب یا گلا گھونٹنے کا اثر ہو، اسی طرح اس کے آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو۔ اگر کسی محلہ میں میت پائی جائے تو اہل محلہ پر قسامۃ اور دیت نہ ہوگی[2]۔ جنین اگر کامل الخلقت ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر ضرب و جراحت کا اثر ہو تو قسامت واجب ہوگی ورنہ واجب نہ ہوگی[3]۔

دفعہ ۳۰۴ : قسامۃ کے لئے محلہ میں نصف سے زائد جسم سر سمیت پایا جانا ضروری ہے[4]۔

وضاحت

اہل محلہ پر قسامت و دیت تب واجب ہوگی جب ان کے محلے میں مقتول کا نصف یا نصف سے زیادہ جسم مع سر کے پایا جائے۔ اگر ہاتھ، پاؤں یا نصف سے کم جسم پایا جائے اگرچہ سر سمیت ہو تو قسامت و دیت واجب نہ ہوگی[5]۔

دفعہ ۳۰۵ : مملوک کی لاش پائے جانے پر بھی قسامۃ واجب ہوتی ہے[6]۔

وضاحت

قسامت میں آزاد و مملوک برابر ہے جس کی بھی لاش پائی جائے قسامۃ واجب ہوگی اور اہل محلہ پر اس کی قیمت واجب ہوگی جو مددگار برادری تین سال میں ادا کرے گی۔ مملوک چاہے مدبر ہو، مکاتب ہو یا ام ولد ہر صورت میں اہل محلہ پر قسامۃ و دیت واجب ہوگی۔ کسی درندے یا جانور کی لاش سے قسامۃ واجب نہیں ہوتی[7]۔

---

(1) الفتاوىٰ الهندية، ٦ : ٧٨

(2) الاختيار لتعليل المختار، ٥ :٥٣

(3) الدر المختار، ٦ :٦٢٩

(4) الفتاوىٰ الهندية، ٦ : ٧٨

(5) شرح مختصر الطحاوی، ٦ : ٥٤

(6) الفتاوىٰ الهندية، ٦ : ٧٨

(7) البناية، ١٣ : ٣٥٩

دفعہ ۳۰۶ : قسامۃ محلہ میں موجود گھروں کی اصل مالکوں پر واجب ہو گی [1]۔

وضاحت

قسامۃ ان لوگوں پر واجب ہو گی جنہوں نے ابتدائی طور پر اس زمین کو فتح کیا تھا، اگر ان میں کوئی باقی نہ رہا اور سب نے اپنی زمینیں بیچ دی ہو تو جو خریدار مالک ہیں ان پر قسامت واجب ہو گی۔ محلہ میں رہنے والے کرایہ داروں پر قسامۃ واجب نہیں ہو گی۔ اگر وہ محلہ جہاں لاش پائی گئی مکمل غیر آباد ہو تو نزدیک میں جو آباد محلہ ہو، اس کے رہائشیوں پر قسامۃ واجب ہو گی [2]۔

دفعہ ۳۰۷ : اہل محلہ اگر محلہ کے کسی شخص کے قاتل ہونے کی گواہی دیں تو مقبول ہو گی [3]۔

وضاحت

اگر اہل محلہ کو قاتل معلوم ہو لیکن مدعی مقتول نے اہل محلہ میں کسی خاص شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کیا تو اہل محلہ یوں قسم کھائیں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور ہم فلاں کے علاوہ کسی اور کو قاتل نہیں جانتے اور اس امر پر اہل محلہ کے علاوہ گواہ پیش کئے تو اہل محلہ قسامۃ ودیت سے بچ جائیں گے۔ اگر اہل محلہ میں سے دو گواہ غیر اہل محلہ پر گواہی دیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کی گواہی مقبول نہ ہو گی [4]۔

دفعہ ۳۰۸ : جس محلے میں زخمی پایا جائے اسی محلہ کے لوگوں پر قسامۃ ودیت واجب ہو گی [5]۔

وضاحت

ایک مجروح شخص ایک محلے میں پایا گیا پھر وہاں سے زخمی حالت میں اٹھایا گیا پھر کچھ دن بستر پر رہنے کے بعد مر گیا تو قسامۃ ودیت اسی محلہ والوں پر واجب ہو گی۔ اسی طرح ایک محلہ میں کوئی زخمی پایا گیا پھر وہاں سے دوسرے محلے منتقل کیا گیا اور مر گیا تو جس محلے میں زخمی کیا گیا ہے اس کے لوگوں پر قسامت ودیت واجب ہو گی [6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۸

(2) العناية، ۱۰ :۳۷۹

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۹

(4) بداية المبتدی، ۱ :۲۵۶

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۷۹

(6) مجمع الضمانات، ۱ :۱۸۶

دفعہ ۳۰۹ : مسجد میں لاش پائی جائے تو اگر مسجد کسی خاص قوم کی ہو تو اسی قوم پر دیت واجب ہو گی[1]۔

وضاحت

مسجد میں لاش پائی جائے تو اگر مسجد کسی خاص قوم کی ہو تو اسی قوم پر دیت واجب ہو گی۔ اگر تین قبیلوں کی مشترکہ مسجد میں لاش پائی گئی تو ہر ایک قبیلہ تہائی دیت کا ضامن ہو گا۔ اس میں قبیلوں کی تعداد اور قلت و کثرت سے قطع نظر ہر ایک قبیلے پر دیت برابر تقسیم ہو گی۔ اگر جامع مسجد، بازار یا شارع عام میں لاش پائی گئی تو قسامۃ واجب نہیں ہو گی اور دیت بیت المال میں سے ادا کی جائے گی[2]۔

دفعہ ۳۱۰ : قسامۃ و دیت میں مسلم و کافر برابر ہوں گے[3]۔

وضاحت

کسی محلہ میں لاش پائی جائے اور محلہ میں مسلمان اور کافر رہتے ہو تو قسامۃ اور دیت میں سب برابر ہوں گے۔ لیکن مسلمانوں پر آنے والے دیت کا حصہ ان کی مددگار برادری ادا کرے گی اور ذمیوں پر آنے والے دیت کا حصہ اگر عاقلہ نہ ہو تو ان کے مال سے لیا جائے گا[4]۔

دفعہ ۳۱۱ : قسامۃ کے باب میں غیر مملوکہ زمین میں فاصلے کا اعتبار ہو گا[5]۔

وضاحت

اگر کوئی لاش دو محلوں کے درمیانی زمین میں پائی جائے تو وہ زمین اگر کسی ایک کی ملکیت ہو تو قسامۃ اور دیت اس پر واجب ہوں گے چاہے لاش کا فاصلہ دوسرے محلے سے کم ہو ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر زمین کسی کی ملکیت نہیں تو دونوں محلوں میں سے جس کا فاصلہ کم ہو گا قسامۃ و دیت ان پر واجب ہو گی۔ البتہ فاصلہ مساوی ہونے کی صورت میں دونوں قبیلوں پر نصفا نصف قسامۃ و دیت واجب ہو گی اور اس میں قبیلوں کے افراد کی تعداد کا اعتبار نہ ہو گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ٦ : ٧٩

(2) مجمع الانهر، ٢ : ٦٨٤

(3) الفتاویٰ الهندیة، ٦ : ٨٠

(4) المبسوط للسرخسی، ٢٦ : ١١١

(5) الفتاویٰ الهندیة، ٦ : ٨٠

(6) ملتقی الابحر، ابراهیم بن محمد الحلبی، ١ : ٤٠٥، دار الکتب العلمیة، بیروت، ١٤١٩ھ/١٩٩٨ء

دفعہ ۳۱۲ :اگرلاش کسی گھر میں پائی گئی تو جس کے ہاتھ میں اس گھر کا قبضہ ہو گا دیت اسی پر واجب ہو گی[1]۔

وضاحت

ایک گھر فروخت کر دیا گیا اور قبضہ بائع کے ہاتھ میں ہے جبکہ بیع میں خیار نہیں تو دیت بائع کے عاقلہ پر ہو گی۔ اگر بیع میں خیار ہو تو قابض کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہو گی۔ البتہ صاحبین کے نزدیک خیار نہ ہونے کی صورت میں مشتری کے عاقلہ پر دیت آئے گی[2]۔

دفعہ ۳۱۳ : مشترکہ گھر میں لاش پائی گئی تو تمام شرکاء پر برابر دیت آئے گی[3]۔

وضاحت

مشترکہ گھر میں لاش پائی گئی تو جتنے شرکاء ہیں تمام پر دیت کا برابر حصہ آئے گا۔ اس میں شرکاء کی حصوں کی بجائے تعداد کا حساب لگایا جائے گا، یہاں تک کہ اگر ایک شریک کا گھر میں تہائی حصہ ہو اور دوسرے کا دو تہائی تو دیت نصفا نصف واجب ہو گی[4]۔

دفعہ ۳۱۴ :کوئی شخص اپنے گھر میں مردہ پایا جائے تو عاقلہ پر ورثا کے لئے دیت واجب ہو گی[5]۔

وضاحت

اگر کوئی شخص اپنے گھر میں مردہ پایا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے عاقلہ پر ورثا کے لئے دیت واجب ہو گی، جبکہ صاحبین کے نزدیک عاقلہ پر کچھ واجب نہ ہو گا۔ اگر گھر میں صرف دو آدمی رہتے ہو تو ایک کے مردہ پایا جانے پر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسرے سے دیت لی جائے گی جبکہ امام محمدؒ اس کے قائل نہیں[6]۔ اسی طرح مکاتب اپنے گھر میں مردہ پایا جائے تو اس کا خون ہدر ہو گا اور اگر آقا کے گھر میں مردہ پایا گیا تو آقا پر اس کی قیمت تین سال میں واجب ہو گی اور اگر آقا مکاتب کے گھر مردہ پایا جائے تو مکاتب پر اپنی قیمت اور دیت میں سے کم واجب ہو گا[7]۔ اگر غلام آقا کے گھر مردہ پایا جائے تو تو آقا پر کچھ واجب نہ ہو گا جبکہ غلام ماذون کے گھر لاش پائی جانے کی صورت میں آقا پر قسامۃ اور غلام کے عاقلہ پر دیت واجب ہو گی۔ اسی طرح مرہون

---

(1) الفتاویٰ الهندیة،۶ : ۸۰

(2) فتح القدیر،۱۰ : ۳۸۴

(3) الفتاویٰ الهندیة،۶ : ۸۰

(4) البحر الرائق،۸ :۱۶۹

(5) الفتاویٰ الهندیة،۶ : ۸۰

(6) تحفة الفقهاء،۲ :۱۳۵

(7) البنایة،۱۳ : ۳۵۹

غلام راہن یا مرتہن کے گھر مردہ پایا جائے تو دیت گھر کے مالک پر ہو گی نہ کہ اس کے عاقلہ پر[1] اور عورت اپنے شوہر کے گھر مردہ پائی گئی تو قسامۃ اور دیت شوہر پر واجب ہو گی لیکن میراث سے محروم نہ کیا جائے گا[2]۔

دفعہ ۳۱۵ : عورت کے گھر کوئی لاش پائی جائے اور اس کے ساتھ اہل خانہ نہ ہو تو عورت سے پچاس قسمیں لی جائے گی[3]۔

وضاحت

اگر کسی اکیلی رہنے والی عورت کے گھر میں لاش پائی جائے جبکہ اس کے ساتھ اس کے رشتہ دار نہ ہو تو عورت سے پچاس قسمیں لی جائے گی اور دیت نزدیکی قبائل پر واجب ہو گی[4]۔ اگر رشتہ داروں میں کوئی موجود ہو تو اس کے ساتھ قسامۃ میں شریک ہو گا۔ اسی طرح بچے کے گھر میں بھی لاش پائے جانے کی صورت میں بچے سے قسم نہیں لی جائے گی اور دیت اس کے عاقلہ پر واجب ہو گی۔ ذمی کے گھر لاش پائے جانے کی صورت میں ذمی سے مکرر قسمیں لی جائیں گی اور اگر اس کا عاقلہ ہو تو دیت ان پر ہو گی۔

دفعہ ۳۱۶ : دریا میں لاش بہتی ہوئی آئی تو دارالاسلام کی طرف سے آنے کی صورت میں دیت بیت المال سے ادا ہو گی[5]۔

وضاحت

دریا میں کسی کی لاش پائی گئی اور دریا کا نکاس دارالاسلام سے ہو تو دیت بیت المال میں سے واجب ہو گی اور نکاس دارالحرب سے ہو تو خون ہدر ہو گا۔ اگر لاش دریا کے کنارے پڑی ہو تو اگر نزدیک میں کوئی گاؤں موجود ہو، تو جہاں تک آواز آتی ہو تو ان گاؤں والوں پر دیت واجب ہو گی اگر نزدیک میں کوئی گاؤں نہ ہو تو دیت بیت المال پر ہو گی۔ اگر نہر کسی خاص قوم یا اقوام کی ہو تو ان کی مددگار برادریوں پر دیت واجب ہو گی[6]۔

دفعہ ۳۱۷: کشتی میں پائی گئی لاش کی دیت تمام کشتی والوں پر واجب ہو گی[7]۔

وضاحت

کسی کشتی میں لاش پائی گئی تو تمام کشتی والوں پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی، اس میں چلانے والے اور مالک و غیر مالک سب برابر ہے [8]۔ اسی طرح سواری سواری کے ساتھ سائق یا قائد موجود ہو اس میں پائی گئی لاش کی دیت اسی کے عاقلہ پر واجب ہو گی اور سائق، راکب اور قائد تمام موجود ہو تو ان تمام پر

---

(1) بدائع الصنائع، ۷ : ۲۹۰

(2) الدر المختار، ۶ : ۶۴۰

(3) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶ : ۸۱

(4) البحر الرائق، ۸ : ۴۵۰

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶ : ۸۲

(6) الاصل لشیبانی، ۴ : ۴۸۱

(7) الفتاویٰ الھندیۃ، ۶ : ۸۲

(8) تحفۃ الفقھاء، ۳ : ۱۳۴

دیت واجب ہو گی اور گھر کی طرح مالک پر دیت واجب نہ ہو گی۔ اگر سواری کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو تو جس محلہ میں سواری پائی گئی اس محلے والوں پر دیت واجب ہو گی اگر سواری دو بستیوں کے درمیان ہو تو قریبی گاؤں والوں پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی[1]۔

دفعہ ۳۱۸ : ویرانے میں پائی جانے والی لاش کی دیت بیت المال پر ہو گی[2]۔

وضاحت

ویرانے میں لاش پائی گئی تو اگر وہاں کی آواز گاؤں والوں تک پہنچتی ہو تو گاؤں والوں پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی اور اگر لاش کسی گاؤں سے قریب نہ ہو اور وہاں تک کسی کی آواز نہ پہنچ سکتی ہو لیکن مسلمانوں کے منفعت کی اشیاء جیسے گھاس، لکڑی وہاں پر ہو تو اس کا خون ہدر ہو گا[3]۔

دفعہ ۳۱۹ : لشکر میں پائی جانے والی لاش کی دیت تمام اہل لشکر پر واجب ہو گی[4]۔

وضاحت

اگر لشکر میں لاش پائی گئی تو اگر خیمے میں لاش پائی گئی ہو تو خیمے میں رہنے والوں پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی اور اگر خیمہ سے باہر لشکرہ گاہ میں کہیں پائی گئی تو تمام اہل لشکر پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی۔ اگر لشکر کسی کی مملوکہ زمین میں ہو تو اسی شخص پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی۔ اگر مسلمانوں اور کافروں یا باغیوں اور اہل عدل کے باہم قتال کرنے کے بعد مسلمانوں یا اہل عدل میں سے کسی کی لاش پائی گئی تو اگر اس کا قاتل معلوم نہ ہو تو پھر کسی پر قسامۃ و دیت واجب نہ ہو گی[5]۔

دفعہ ۳۲۰ : قید خانے میں لاش پائی گئی تو دیت بیت المال پر واجب ہو گی[6]۔

وضاحت

قید خانے میں کسی کی لاش پائی گئی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی دیت بیت المال پر واجب ہو گی جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قید خانے کے عملے پر قسامۃ و دیت واجب ہو گی[7]۔

---

(1) الهداية، ۴: ۵۰۰

(2) الفتاوىٰ الهندية، ۶: ۸۲

(3) قرة عين الاختيار، ۷: ۲۰۷

(4) الفتاوىٰ الهندية، ۶ : ۸۲

(5) تبيين الحقائق، ۶: ۱۷۶

(6) الفتاوىٰ الهندية، ۶ : ۸۲

(7) تحفة الفقهاء، ۳: ۱۳۴

باب نمبر۱۶: معاقل کے بیان میں

دفعہ ۳۲۱ : عاقلہ مرادوہ لوگ ہیں جو دیت ادا کرتے ہیں[1]۔

وضاحت

معاقل عقل سے ہے جو لغت میں منع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے[2] اور یہ معقلہ کی جمع ہے جو دیت کو کہتے ہیں۔ دیت کو عقل اور معقل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ خونریزی روکتی ہے۔ جبکہ عاقلہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو دیت ادا کرتے ہیں[3]۔

دفعہ ۳۲۲ : ہر شخص کے عاقلہ اس کے اہل دیوان ہوتے ہیں[4]۔

وضاحت

ہر شخص کے عاقلہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے اہل دیوان ہوتے ہیں یعنی وہ لشکری لوگ جن کے نام دیوان (رجسٹر) میں درج ہوتے ہیں۔ تو اگر کسی کا نام دیوان میں درج ہو اور وہ وہاں سے لڑائی کے لئے اجرت لیتا ہو تو اس کے عاقلہ وہ لوگ ہوں گے جن کے نام غازیوں کے ساتھ دیوان میں درج ہو۔ اگر گاؤں میں رہنے والا ہو تو گاؤں کے لوگ اس کے عاقلہ ہوں گے۔ اسی طرح اہل محلہ اور اہل بازار بھی عاقلہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر مددگار برادری نہ ہونے کی صورت میں باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں وہ عاقلہ ہوں گے[5]۔

دفعہ ۳۲۳ : دیت عاقلہ سے تین سال میں ہر سال مقررہ مقدار میں وصول کی جائے گی[6]۔

وضاحت

قتل کی جن صورتوں میں قاتل سے دیت لی جاتی ہے اور عاقلہ اس کے ساتھ دیت کی ادائیگی میں شریک ہوتے ہیں، اس میں عاقلہ سے تین سال میں ہر سال ایک مقررہ مقدار وصول کی جائے گی۔ لیکن خیال رہے کہ کسی ایک شخص سے سال میں ایک درہم یا ایک وتہائی درہم اور پوری دیت میں تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لئے جائیں[7]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۸۳

(2) الصحاح تاج اللغة، ۵ : ۱۷۶۹

(3) الهداية، ۴ :۵۰۶

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۸۳

(5) البناية، ۱۳ :۳۶۴

(6) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۸۳

(7) تبيين الحقائق، ۶ :۱۷۸

دفعہ ۳۲۴: اگر دیت کی مقدار قبیلہ میں سے پوری نہ ہو تو قریبی قبائل ملائے جائیں گے [1]۔

وضاحت

دیت کی مقدار قبیلہ سے پوری ہونا ممکن نہ ہو تو قبائل میں سے جو قریب ہیں وہ ملائے جائیں، اسی طرح جب تک دیت کی مقدار پوری نہ ہو اسی قاعدے سے قریب ترین والوں کو ملایا جائے اور اس میں عصبات کی ترتیب سے ملائے جائیں گے کہ پہلے بھائی اور اس کی اولاد پھر چچا اور اس کی اولاد [2] جبکہ اصول وفروع کے متعلق ائمہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ ملائیں جائیں گے اور بعض کے نزدیک نہیں ملائیں جائیں گے۔ شوہر بیوی اور ماں بیٹا ایک دوسرے کے عاقلہ نہیں ہوں گے [3]۔ اگر دیوان سے دیت پوری نہ ہو تو دیوان اقرب کے لوگ شامل کئے جائیں، اگر پھر بھی پورے نہ ہو تو دیوان ابعد ابعد کے لوگ شامل کئے جائیں، اگر پھر بھی دیت پوری نہ ہو تو باپ کے رشتہ دار شامل کئے جائیں۔

دفعہ ۳۲۵ : قاتل نابالغ، عورت یا غلام ہو تو دیت نہیں لی جائے گی [4]۔

وضاحت

نابالغ بچے، عورت اور مجنون، غلام اور باندی اگر قتل کے مرتکب ہو تو ان سے دیت نہ لی جائے گی [5]۔

دفعہ ۳۲۶ : جن لوگوں کے نام دیوان میں درج نہیں ان کی مددگاری باعتبار نسب کے ہوگی [6]۔

وضاحت

جن لوگوں کے نام دیوان میں درج نہیں ہوتے جیسے دیہات کے لوگ تو ان میں باہمی مددگاری نسب کے اعتبار سے ہوگی، اگرچہ ان کے رہنے کی جگہیں ایک دوسرے سے دور ہو [7]۔ اگر دیہاتی شہر غیر مستقل طور پر منتقل ہوا ہو، تو شہری اس کی مددگاری میں دیت ادا نہ کریں گے ایسے ہی دیہات میں آنے والے شہری کے ساتھ بھی دیہاتی دیت ادا نہ کریں گے اور جس شخص کے نہ قرابت دار ہو اور نہ اس کا نام دیوان میں درج ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر واجب ہونے والی دیت اس کے مال سے دی جائے گی، جبکہ فتویٰ اس بات پر ہے کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۳

(2) تحفة الفقهاء، ۳ :۲۱۵

(3) البنایة، ۱۳ :۳۷۳

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۳

(5) العنایة، ۱۰ :۴۰۱

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۴

(7) المبسوط للسرخسی، ۲۷ :۱۳۲

دفعہ ۳۲۷ :جو لوگ دیوان میں نام لکھنے اور انساب کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے ہو،ان کے عاقلہ عزیز و اہل محلہ ہوں گے[1]۔

وضاحت

اہل عجم چونکہ دیوان میں لکھنے اور انساب کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے۔اس لے ان کی مددگار برادری ان کے عزیز،رشتہ دار اور اہل محلہ ہوں گے۔طالب علموں کا بھی یہی حال ہے کہ ان کے باہمی مددگاری میں برادرانہ تعلقات کا اعتبار کیا جائے گا۔

دفعہ ۳۲۸ :ایک شہر والے دوسرے شہر والے کے عاقلہ نہیں بنیں گے[2]۔

وضاحت

ایک شہر والے دوسرے شہر والے کے عاقلہ نہیں بنیں گے جبکہ ہر شہر والوں کے لئے علیحدہ دیوان ہوں۔اگر باہمی مددگاری باعتبار نزدیک سکونت کے ہو تو اہل شہر دوسرے شہر والوں سے زیادہ قریب سمجھے جائیں گے،بلکہ دو بھائی جن میں ایک کا نام ایک شہر کے دیوان میں ہو اور دوسرے کا نام دوسرے شہر کی دیوان میں ہو تو ایک بھائی دوسرے کا عاقلہ نہیں ہوگا[3]۔

دفعہ ۳۲۹ :پرانے قتل کا مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے جایا گیا تو دیت کی تین سالہ مدت فیصلے کے دن سے شروع ہوگی[4]۔

وضاحت

اگر کئی سال پہلے قتل کا کوئی واقعہ پیش آیا پھر سالوں گزرنے کے بعد قاضی کے ہاں مقدمے کا اندراج ہوا اور قاضی نے مقتول کے ورثا کے حق میں فیصلہ دیا تو قاتل کے عاقلہ پر دیت ادا کرنے کی تین سالہ مدت فیصلے کے دن سے شروع ہوگی[5]۔

دفعہ ۳۳۰ :عاقلہ سے دیت عطیات کی مدت کے حساب سے لی جائے گی[6]۔

وضاحت

عاقلہ کی عطیات کی مدت کو دیکھ کر ان سے دیت میں ان کے ذمے میں آنے والا حصہ وصول کیا جائے گا جیسے کہ جن کو سالانہ عطیہ ملتا ہے تو فیصلہ ہونے کے بعد پہلے عطیہ میں سے تہائی حصہ لیا جائے گا۔اسی طرح دوسرے اور تیسرے سال بھی ہوگا۔اگر ماہواری کے حساب سے عطیہ ملتا ہو تو ہر مہینے ان کے حصے سے چھتیسواں حصہ لیا جائے گا[1]۔

---

(1) الدر المختار،٦ : ٦٣٦

(2) الفتاویٰ الهندية،٦ : ٨٤

(3) فتح القدير،١٠ :٤٠١

(4) الفتاویٰ الهندية،٦ : ٨٥

(5) المبسوط للسرخسی،٢٧ :١٢٨

(6) الفتاویٰ الهندية،٦ : ٨٤

دفعہ ۳۳۱ : عاقلہ پر شروع میں جو حصہ آئے چاہے پھر نام دوسرے دیوان میں منتقل ہو وہی حصہ ان کے ذمے ہوگا[2]۔

وضاحت

ایک شخص ایک شہر میں رہتا تھا اور وہاں کے دیوان میں اس کا نام درج تھا اور اس پر دیوان میں نام ہونے کی وجہ سے دیت کا حصہ لازم کر دیا گیا پھر چاہے تین سال گزرنے سے پہلے اس کا نام دوسرے شہر کے دیوان میں منتقل ہو، پھر بھی وہ اپنے ذمے دیت کا مقرر شدہ حصہ ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ البتہ اگر کوئی قتل خطا کا مرتکب ہوا لیکن قاضی کے فیصلے سے پہلے اس نے شہر تبدیل کر لیا تو اب اس کے عاقلہ نئے شہر والے ہوں گے۔ یہی حکم دیہات سے شہر منتقل ہونے والوں کا بھی ہے کہ فیصلے سے پہلے شہر میں سکونت اختیار کرلے تو شہر والے دیت کی ادائیگی میں اس کے مددگار بنیں گے اور اگر فیصلے کے بعد منتقل ہوا تو دیہات والے ہی دیت ادا کرنے میں مددگار ہوں گے[3]۔

دفعہ ۳۳۲ : قاضی نے جس نوع سے دیت کا فیصلہ دیا پھر اسی سے ادا ہوگا اگرچہ سکونت تبدیل ہو[4]۔

وضاحت

دیہات میں رہنے والے کسی شخص نے شہری کا قتل کر دیا اور قاضی نے فیصلہ کر لیا تو شہری اونٹوں کی صورت میں دیت وصول کرے گا۔ اگر فیصلہ ہونے سے پہلے دیہاتی کو حاکم نے شہر میں منتقل کر کے بسا دیا اور عطیہ مقرر کر دیا تو پھر دینار کی صورت میں دیت ادا کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر سو(۱۰۰) اونٹوں کا فیصلہ ہونے کے بعد ایسا ہوا تو اونٹوں یا اس کی قیمت کا مؤاخذہ کیا جائے گا[5]۔

دفعہ ۳۳۳ : اگر فیصلے کے بعد کسی کا عطیہ مقرر ہو تو عاقلہ میں شامل کر دیا جائے گا[6]۔

وضاحت

کسی شخص پر قتل خطا ثابت ہوا اور قاضی نے اس کے عاقلہ کے ذمے دیت مقرر کر دی پھر اس کی قوم میں ایک قوم کے عطیات مقرر کئے گئے تو ان کے ذمے بھی دیت کا حصہ مقرر کر دیا جائے گا اور جو حصہ دوسرے ان سے پہلے ادا کر چکے ان میں سے ان کو حصہ دار بنایا جائے گا۔ البتہ جو دیت مکمل طور پر پہلے ادا کی جا چکی ہو اس میں سے ان پر کچھ لازم نہ ہوگا[7]۔ اگر کسی پرانے قتل میں قاتل پر اس کے مال میں دیت واجب کر دی گئی پھر قاتل اور مقتول کے ورثا نے دعویٰ کیا کہ فلاں شہر کے قاضی نے اس شہر والوں پر پہلے ہی اس کی دیت مقرر کی ہے اور عاقلہ نے انکار کیا تو عاقلہ کے ذمے کچھ واجب نہ ہوگا۔

---

(1) الاصل للشیبانی، ۴: ۶۶۳

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۸۴

(3) المبسوط للسرخسی، ۲۷: ۱۳۹

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۸۴

(5) العنایة، ۱۰: ۴۰۵

(6) الفتاویٰ الهندیة، ۶: ۸۴

(7) الاصل للشیبانی، ۴: ۶۸۰

دفعہ ۳۳۴ : ایک قاضی فیصلہ کر کے قاتل پر اس کے مال میں دیت مقرر کر دے تو پھر عاقلہ کی طرف منتقل نہ کیا جائے گا[1]۔

وضاحت

اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا اور مدعی نے کہا میرے پاس گواہ نہیں ہیں، لہٰذا میرے لئے قاتل کے مال میں سے دیت کا حکم دیا جائے اور قاضی نے اس کی درخواست پر فیصلہ کر دیا، پھر مدعی کچھ مدت گزرنے کے بعد گواہوں سمیت حاضر ہو اور دیت کو عاقلہ کی طرف منتقل کرنا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہ ہو گا[2]۔

دفعہ ۳۳۵ : دیت کی ادائیگی کے بعد موالات چھوڑنے کا اختیار نہ ہو گا[3]۔

وضاحت

اگر کوئی حربی مسلمان ہو کر دار الاسلام آیا اور ایک مسلمان سے موالات قائم کر دی پھر اس نے جنایت کر دی تو جس سے موالات قائم کی ہے اس کی مددگار برادری دیت کے لئے عاقلہ ہو گی۔ پھر مددگار برادری کی طرف سے دیت کی ادائیگی کے بعد اس کو موالات چھوڑنے کا اختیار نہ ہو گا۔ البتہ دیت کی ادائیگی سے پہلے موالات چھوڑنے کا اختیار ہو گا اور اس صورت میں جن نئے لوگوں سے وہ موالات قائم کرے گا وہی اس کے عاقلہ ہوں گے[4]۔

دفعہ ۳۳۶ : ملاعنہ کے بیٹے کی مددگار برادری ماں کی مددگار برادری ہو گی[5]۔

وضاحت

لعان کے نتیجے میں شوہر سے جدا ہونے والی عورت کے بیٹے کی مددگار برادری اس کے ماں کی مددگار برادری ہو گی۔ اگر فیصلہ ہونے کے بعد اس کے باپ نے اپنی تکذیب کر دی اور دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو ماں کی مددگار برادری نے جس قدر مال دیت میں دیا ہو وہ باپ کی مددگار برادری سے واپس لیا جائے گا[6]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندیة،٦ : ٨٤

(2) الدر المختار،٦ : ٦٤٤

(3) الفتاویٰ الهندیة،٦ : ٨٤

(4) تبیین الحقائق،٦ :١٧٩

(5) الفتاویٰ الهندیة،٦ : ٨٦

(6) البنایة،١٣ : ٣٨٥

دفعہ ۳۳۷ : نابالغ کو جنایت کا حکم دینے والے کے عاقلہ اس جنایت کی دیت ادا کریں گے [1]۔

وضاحت

نابالغ نے کسی کے حکم سے جنایت کر دی اور اس کے باپ کے عاقلہ نے دیت ادا کر دی تو پھر آمر پر دیت کی ادائیگی کے لئے رجوع کریں گے پھر اگر آمر کا حکم دینا گواہوں سے ثابت ہو تو اس جنایت کی دیت آمر کے عاقلہ ادا کریں گے اور اگر آمر کے اقرار سے ثابت ہو تو آمر کے مال سے دیت ادا کی جائے گی [2]۔

دفعہ ۳۳۸: مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے عاقلہ نہیں بن سکتے [3]۔

وضاحت

مسلمان کافر کی طرف سے اور کافر مسلمان کی طرف سے دیت کی ادائیگی میں مددگار نہیں بن سکتا۔ جبکہ کفار باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو سکتے ہیں اگرچہ ان کے مذاہب باہم مختلف ہو لیکن تب جبکہ ان کے درمیان ظاہری عداوت نہ ہو۔ اگر یہود و نصاریٰ کی طرح ظاہری عداوت ہو تو پھر یہ عاقلہ نہیں بن سکتے۔ یہ احکامات اس وقت ہوں گے جبکہ انہوں نے دیت کی ادائیگی کے تعاقل کا طریقہ اختیار کیا ہو۔ اگر انہوں نے تعاقل کا طریقہ اختیار نہیں کیا تو جانی کے مال سے دیت لی جائے گی [4]۔

دفعہ ۳۳۹ : قتل خطا میں عاقلہ کی موجودگی کے وقت دیت عاقلہ پر ہوگی ورنہ قاتل کے مال سے دیت ادا کی جائے گی [5]۔

وضاحت

قتل خطا کی صورت میں اگر قاتل کی مددگار برادری نہ ہو تو دیت اس کے مال سے واجب ہوگی، اسی طرح عمداً جنایت چاہے قتل کی صورت میں ہو یا دون النفس کی صورت میں دیت جانی کے مال سے واجب ہوگی۔ خطا کی صورت میں قتل اور دون النفس دونوں میں دیت عاقلہ پر ہوگی۔ جبکہ شبہ عمد میں صرف قتل کی صورت میں دیت عاقلہ پر واجب ہوگی اور جس قتل میں شبہ واقع ہو جائے اور صلح کی صورت میں اس میں مال واجب ہو اس کی ادائیگی عاقلہ کے ذمے نہ ہوگی۔ اسی طرح قتل خطا میں اقرار کرنے یا موضحہ سے کم ارش اور غلام کی جنایت کی صورتوں میں عاقلہ ادائیگی کی پابند نہیں ہوگی۔ اسی طرح مقدار دیت میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ دیت کے بیسویں حصے سے کم واجب ہو تو عاقلہ متحمل نہ ہوں گے اور اگر اس سے زیادہ مقدار ہو تو عاقلہ متحمل ہوں گے [6]۔ حکومت عدل بھی عاقلہ کے ذمے نہ ہوگا [1]۔

---

(1) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٨٦

(2) فتح القدير، ١٠ :٤٠٩

(3) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٨٦

(4) مجمع الانہر، ٢ :٦٩٠

(5) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ٨٧

(6) العناية، ١ :٤٠٦

دفعہ ۳۴۰ : قتل خطا، شبہ عمد اور قتل عمد جس میں شبہ واقع ہو، اس کی دیت تین سال میں ادا کی جائے گی[2]۔

وضاحت

قتل عمد، شبہ عمد اور وہ قتل عمد جس میں شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو، میں واجب ہونے والی دیت تین سال میں ادا کی جائے گی، جس میں ہر سال تہائی حصہ دینا ہوگا۔ قتل خطا جو اقرار سے ثابت ہو اس میں دیت قاتل کے مال سے تین سال میں واجب ہوگی۔ اگر جنایت سے صلح کی جائے تو بدل صلح جانی کے مال سے فی الحال واجب ہوگی۔ البتہ اگر اس میں اجل مقرر کیا گیا ہو تو معاہدے کے مطابق دیت ادا کی جائے گی۔

باب نمبر ۱۷ : متفرقات کے بیان میں

دفعہ ۳۴۱ : غلام پر جنایت کا بدل آقا کو اس کی قیمت کی صورت میں ملے گا[3]۔

وضاحت

ایک شخص کو قتل کیا گیا اور دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ مقتول میرا غلام تھا اور اس پر گواہ پیش کئے۔ گواہوں نے گواہی دی کہ مقتول مدعی کا غلام تھا لیکن اس نے آزاد کر دیا ہے تو اگر مقتول کے ورثا ہو تو قصاص و دیت کا حکم ان کے لئے دیا جائے گا اور اگر ورثا نہ ہو تو عمد و خطا دونوں صورتوں میں آقا کو غلام کی قیمت ملے گی[4]۔

دفعہ ۳۴۲ : عمداً جراحت کا انکار کرنے والے کا قول اور گواہ تب مقبول ہوں گے جبکہ معاملہ معروف نہ ہو[5]۔

وضاحت

کسی کو عمداً زخمی کیا گیا اور اس نے گواہ قائم کئے کہ مجھے فلاں نے زخمی نہیں کیا اور پھر وہ اس زخم سے مر گیا تو اس کے گواہ اس وقت قبول کئے جائیں گے جب جراحت کا معاملہ معروف و معلوم نہ ہو۔ اگر معاملہ جراحت خوب معروف و معلوم ہو تو ایسے گواہ قبول نہ کئے جائیں گے[6]۔

---

(1) الدر المختار، ۶ :۶۴۲

(2) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۸۷

(3) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۸۷

(4) البحر الرائق، ۸ :۳۴۱

(5) الفتاویٰ الهندية، ۶ : ۸۷

(6) الاصل للشيباني، ۴ :۵۱۰

دفعہ ۳۴۳ :مقتول کے مرتے وقت بیان کے مقابلے میں گواہی مقبول نہ ہوگی[1]۔

وضاحت

ایک شخص کو زخمی کیا گیااور اس نے بیان دیا کہ مجھے فلاں شخص نے مارا ہے اور وہ پھر مر گیا۔اس کی موت کے بعد اس کے وارث نے مقتول کے بتائے ہوئے قاتل کے علاوہ کسی اور کے قاتل ہونے پر گواہ پیش کر دیئے تو یہ گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر مرتے وقت کہا کہ مجھے فلاں نے زخمی کیا ہے پھر اس کے بیٹے نے باپ کے بتائے ہوئے جارح کے علاوہ کسی اور کے اوپر گواہ قائم کر دیئے تو گواہی مقبول ہوگی[2]۔

دفعہ ۳۴۴ :دو سوار ٹکرا کر مر گئے تو دونوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی[3]۔

وضاحت

دو سوار آپس میں ٹکرا گئے اور دونوں کی موت ہو گئی تو خطا کی صورت میں دونوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور عمد کی صورت میں عاقلہ پر نصف دیت واجب ہوگی۔اگر دونوں غلام ہو تو خطاو عمد دونوں صورتوں میں دونوں کے آقاؤں کو کچھ نہ ملے گا[4]۔

دفعہ ۳۴۵: پیچھے سے ٹکر دینے والے سوار پر دیت واجب ہوگی[5]۔

وضاحت

ایک سوار جا رہا تھا کہ پیچھے ایک اور سوار آیا اور اسے ٹکر مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا تو پیچھے سے آنے والے پر دیت واجب ہوگی اور اگر پیچھے سے آنے والا خود آگے والے سے ٹکرا کر مر گیا تو آگے جانے والے سوار پر کچھ نہ ہوگا۔اگر کھڑے شخص کو سوار یا پیدل جانے والے نے ٹکر مار کر گرا دیا جس سے وہ مر گیا تو سوار و پیدل پر کفارہ لازم ہوگا[6]۔کشتیوں کا ٹکراؤ اگر ملاح کے فعل سے ہو تو مال کا ضامن ہوگا، نفس کا نہیں۔

دفعہ ۳۴۶ :رسی کھینچتے ہوئے گرنے والا اگر منہ کے بل گرا ہو تو دونوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی[7]۔

وضاحت

---

(1) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۷

(2) مجمع الضمانات، ۱ : ۱۷۴

(3) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۷

(4) المبسوط، ۲۶ :۱۹۰

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۸

(6) مجمع الضمانات، ۱ :۱۷۹

(7) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۸

دوافراد رسی کو کھینچ رہے تھے کہ رسی ٹوٹ گئی اور دونوں مر گئے تو منہ کے بل گرنے کی صورت میں ہر ایک کی مددگار برادری دوسرے کے لئے دیت کی ضامن ہوگی اور اگر چت گر گئے ہو تو دونوں کا خون ہدر ہوگا اور اگر ایک منہ کے بل گرا ہے اور دوسرا چت گرا ہے تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت واجب ہوگی۔ اگر کسی اجنبی نے آکر رسی کاٹی تو دونوں کی دیت اس اجنبی پر واجب ہوگی[1]۔

دفعہ ۳۴۷: مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ جھٹکنے سے اکھڑ گیا تو کچھ واجب نہ ہوگا[2]۔

وضاحت

اگر دو افراد نے ہاتھ ملایا اور ایک نے دوسرے کا ہاتھ جھٹک دیا جس سے اس کا ہاتھ اکھڑ گیا تو اگر ہاتھ مصافحہ کے لئے پکڑا تھا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ویسے دبایا اور اس اذیت سے بچنے کے لئے ہاتھ کھینچا تو ہاتھ کے ارش کا ضامن ہوگا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے کہ جب ہاتھ جھٹکنے سے موت ہو جائے تو اگر مصافحہ کے لئے ہاتھ پکڑا ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا اور دوسری صورت میں ضامن ہوگا[3]۔

دفعہ ۳۴۸: ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے نے اس کو قتل کر دیا تو قاتل پر قصاص اور پکڑنے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی[4]۔

وضاحت

ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے شخص نے آکر اسے قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید میں ڈال کر سزا دی جائے گی۔ اگر ایک نے پکڑا اور دوسرے نے دراہم چھین لئے تو دراہم چھیننے والا ضامن ہوگا جبکہ پکڑنے والے پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا[5]۔

دفعہ ۳۴۹: جس استعمال کے لئے اشیاء وضع کی گئی، اگر استعمال سے اس کو کچھ نقصان پہنچا تو ضمان واجب نہ ہوگا[6]۔

وضاحت

---

(1) بدائع الصنائع، ۷: ۲۷۳

(2) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۸۸

(3) لسان الحکام، ۱: ۳۹۰

(4) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۸۸

(5) البحر الرائق، ۸: ۳۹۳

(6) الفتاویٰ الهندية، ۶: ۸۸

اگر بچھے ہوئے فرش یا مسند کو چلنے یا بیٹھنے سے نقصان پہنچا تو ضمان لازم نہ آئے گا لیکن اگر مسند کو روند کر پھاڑ ڈالا تو ضامن ہو گا۔اور مسند پر بیٹھتے ہوئے تیل گرا دیا تو جس قدر نقصان ہوا ہے اس کا ضامن ہو گا[1]۔

دفعہ ۳۵۰ :ہاتھ و پاؤں کی مار سے قتل شبہ عمد ہو گا[2]۔

وضاحت

ہاتھ سے کسی کو گھونسہ مارنے یا پاؤں سے لات مارنے سے کسی کو قتل کیا تو یہ شبہ عمد ہو گا اور اس پر شبہ عمد ہی کے احکامات لاگو ہوں گے[3]۔

دفعہ ۳۵۱ :مارنے کی غرض سے تلوار بڑھائی اور مضروب نے پکڑا اور اس کی انگلیاں کٹ گئی تو ضامن ہو گا[4]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کو مارنے کے لئے تلوار بڑھائی اور اس شخص نے تلوار کو ہاتھ سے پکڑا، جس سے اس کی انگلیاں کٹ گئی تو اگر انگلیاں جوڑ سے کٹی ہو تو قصاص واجب ہو گا اور اگر بغیر جوڑ کے کٹی ہو تو ارش واجب ہو گا[5]۔

دفعہ ۳۵۲ : متعین دانت نکالنے پر کسی کو مامور کیا اور اس نے دوسرا دانت نکالا تو آمر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا[6]۔

وضاحت

اگر کسی نے اپنے متعین دانت کے نکالنے پر کسی کو مامور کیا اور اس نے بجائے اس کے دوسرا دانت نکالا اور دونوں کے درمیان اختلاف ہوا تو آمر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا اور طبیب پر اس کے دانت کی دیت واجب ہو گی[7]۔اگر دو آدمیوں نے کسی کا دانت نکالا تو دیت دونوں پر واجب ہو گی۔

دفعہ ۳۵۳ : تنور میں برداشت سے زیادہ لکڑیاں ڈالی اور آگ نے پھیل کر دوسروں کے گھر جلا ڈالے تو ضامن ہو گا[8]۔

وضاحت

---

(1) مجمع الضمانات،۱ : ۱۵۰

(2) الفتاویٰ الهندية،٦ : ۸۸

(3) البحر الرائق،۸ :۳۹۴

(4) الفتاویٰ الهندية،٦ : ۸۹

(5) البحر الرائق،۸ :۳۹۴

(6) الفتاویٰ الهندية،٦ : ۸۹

(7) العقود الرية،۲ :۲۴۳

(8) الفتاویٰ الهندية،٦ : ۸۹

اپنے تنور میں لکڑیاں ڈالی لیکن اتنی لکڑیاں ڈالی جو اس کی برداشت سے باہر تھی، جس سے آگ تنور سے نکل کر اس گھر کو جلاڈالے اور متعدی ہو کر دوسروں کے گھروں کو بھی جلاڈالا۔ اسی طرح اپنے کھیت میں آگ لگائی اور اس نے پھیل کر دوسرے کے کھیت کو جلاڈالا تو ضامن ہو گا[1]۔

دفعہ ۳۵۴ : گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنے والا ضامن نہ ہو گا[2]۔

وضاحت

اگر کسی شخص نے دوسرے کے گھر میں جھانکا اور گھر والے نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اگر جھانکنے والا کا دفع کرنا بغیر آنکھ پھوڑے ممکن نہ تھا تو ضامن نہ ہو گا اور اگر اجنبی نے سر گھر کے اندر کر کے جھانکا اور گھر کے مالک نے کچھ پھینک مارا، جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو ضامن نہ ہو گا[3]۔

دفعہ ۳۵۵: مقتول کے بیٹوں نے قاتل پر اس طرح گواہ قائم کئے کہ ایک دن میں دو شہروں میں قتل کو ثابت کیا گیا تو دونوں کو نصف دیت ملے گی[4]۔

وضاحت

اگر کسی مقتول شخص کے دو بیٹوں نے اپنے باپ کے قاتل پر اس طرح گواہ قائم کئے ایک نے قاتل کے متعلق گواہوں سے ثابت کیا کہ اس نے فلاں شہر میں اس دن اس کے باپ کو قتل اور دوسرے بیٹے جو گواہ قائم کئے، انہوں نے گواہی دی کہ اسی قاتل شخص نے کسی دوسرے شہر میں اسی دن اس کے باپ کو قتل کیا تو دونوں بیٹوں کے لئے نصف دیت کا حکم دیا جائے گا۔

دفعہ ۳۵۶ : کپڑے کو بل دے کر کسی کے سر پہ مارا گیا اور وہ مر گیا تو موضحہ زخم کی صورت میں قصاص واجب ہو گا[5]۔

وضاحت

---

(1) لسان الحکام، ۱ :۲۸۱

(2) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۹

(3) مجمع الضمانات، ۱ :۱۲۹

(4) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۸۹

(5) الفتاویٰ الهندیة، ۶ : ۹۰

اگر کپڑے کو بل دے کر کسی کے سر پر مارا گیا اور اس کے سر پر موضحہ زخم پیدا ہو گیا اور اس کی موت ہو گئی تو قصاص واجب ہو گا اور اگر زخم پیدا ہوئے بغیر مر گیا تو قصاص واجب نہ ہو گا[1]۔ اگر تیز دار چیز سے صرف شکستہ کر دیا تو قصاص نہ ہو گا اور اگر مر گیا تو قصاص واجب ہو گا اور اگر بڑی لکڑی سے ضرب مار کر زخمی کر دیا تو قصاص نہیں اور اگر اس ضرب سے مر گیا تب بھی قصاص نہیں۔

دفعہ ۳۵۷ : دو افراد نے درخت کھینچا اور دونوں پر گر کر دونوں کو مار دیا تو دونوں کے عاقلہ پر نصف دیت واجب ہو گی[2]۔

وضاحت

دو افراد نے مل کر ایک درخت کھینچا اور درخت دونوں پر گر گیا جس سے دونوں مر گئے تو دونوں کے عاقلہ پر نصف دیت واجب ہو گی اور اگر ایک مر گیا تو زندہ کے عاقلہ پر نصف دیت واجب ہو گی[3]۔

دفعہ ۳۵۸: جانور کو نقصان پہنچانے کی صورت میں مالک جانور دے کر تاوان لے سکتا ہے[4]۔

وضاحت

اگر کسی کے گدھے یا خچر کا ہاتھ کاٹ دیا تو مالک کو اختیار ہے کہ جانور جانی کو دے کر اس سے تاوان لے اور چاہے تو اپنا جانور رکھ لے لیکن اس صورت میں تاوان نہیں لے سکے گا[5]۔

خلاصۂ باب

---

(1) عیون المسائل، ۱ : ۲۷۱

(2) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ۹۰

(3) لسان الحکام، ۱ : ۳۹۲

(4) الفتاویٰ الهندية، ٦ : ۹۰

(5) مجمع الضمانات، ۱ : ۲۸۰

یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے، فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے سات (۷) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔پہلے باب میں جنایت کی تعریف اور اوراس کے انواع واحکام بیان ہوئے ہیں اوراس میں سترہ (۱۷) دفعات ہیں۔دوسرا باب ان ابحاث پر مشتمل ہیں کہ قصاص میں کون قتل ہوگا اور کن سے قصاص نہیں لیا جائے گا اوراس میں کل پینتیس ۳۵ دفعات ہیں۔تیسرا باب قصاص کا حق رکھنے والوں کے متعلق ہے اوراس میں کل چار (۴) دفعات ہیں۔چوتھا باب مادون النفس قصاص کے مباحث پر مشتمل ہے اوراس میں کل ستائیس (۲۷) دفعات ہیں۔پانچویں باب میں قتل کے مقدمے میں اقرار اور گواہی سے متعلقہ مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا اور اس میں کل پندرہ (۱۵) دفعات ہیں۔چھٹے باب میں قتل کے مقدمے میں صلح وعفو اور ادائے شہادت کے مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اوراس میں کل سترہ (۱۷) دفعات ہیں۔ساتواں باب وقتِ قتل کے حالات سے متعلق ہے اوراس میں صرف ایک دفعہ ہے۔

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب نمبر ۸ سے باب نمبر ۱۲ تک کے پانچ (۵) ابواب پر مشتمل ہے۔آٹھویں باب میں دیت اوراس سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اوراس میں کل ستائیس (۲۷) دفعات ہیں۔نواں باب جنایت کا حکم دینے اور جنایت میں بچوں سے متعلقہ مسائل پر مشتمل ہے اوراس میں کل اٹھاراں (۱۸) دفعات ہیں۔دسویں باب میں جنین پر جنایت سے متعلق مباحث کو جمع کیا گیا اوراس میں کل آٹھ (۸) دفعات ہیں۔گیارہویں باب میں ایسی نقصان کا ذکر ہے جو عمارات یا اس کے حصوں کے سبب وقوع میں آئی ہو اوراس میں کل انچاس (۴۹) دفعات ہیں۔بارہویں باب میں چوپایوں کی جنایتوں کے متعلقہ مسائل کا بیان ہے اوراس میں کل سولہ (۱۶) دفعات ہیں۔

فصل سوم فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب ۱۳ سے لے کر باب ۱۷ تک کے پانچ (۵) ابواب پر مشتمل ہے۔تیرہویں باب میں غلاموں کے جنایتوں کا بیان ہے اوراس میں کل چھپن (۵۶) دفعات ہیں۔چودہویں باب میں دوسرے کے غلاموں پر جنایت کرنے سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا اوراس میں کل سات (۷) دفعات ہیں۔پندرہواں باب قسامۃ کی تعریف اوراس سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے اوراس میں کل بائیس (۲۲) دفعات ہیں۔سولہویں باب میں معاقل کا تذکرہ کیا گیا ہے اوراس میں کل بیس (۲۰) دفعات ہیں۔سترہواں باب جنایات سے متعلق متفرق مسائل پر مشتمل ہے اوراس میں کل اٹھاراں (۱۸) دفعات ہیں۔

اس طرح باب سوم میں کتاب الجنایات کے مباحث شامل ہیں، جو کہ کل تین سو اٹھاون (۳۵۸) دفعات پر مشتمل ہے۔اس باب میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات کے درمیان کل انتالیس (۳۹) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت پائی گئی ہے۔

خلاصۂ بحث، نتائج بحث اور تجاویز و سفارشات

خلاصۂ بحث

یہ مقالہ بعنوان "فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ" تین (۳) ابواب اور ذیلی فصول پر مشتمل ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل سطور میں ذکر کیا جاتا ہے:

باب اول دو فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الحدود کے پانچ (۵) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلا باب حدود اللہ کے تعارف، رکن اور شروط پر مشتمل ہے اور اس میں تین (۳) دفعات ہیں۔ دوسرا باب زنا اور حد زنا سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں چھ (۶) دفعات ہیں۔ تیسرا باب حد کی اقامت اور کیفیت سے متعلق ہے اور اس میں بارہ (۱۲) دفعات ہے۔ چوتھے باب میں زنا موجب حد اور زنا غیر موجب حد کی وضاحت کی گئی ہے اور اس میں آٹھ (۸) دفعات ہیں۔ پانچواں باب زنا کے مقدمے میں گواہی دینے اور گواہی سے رجوع سے متعلقہ احکام پر مشتمل ہے اور اس میں اکتیس (۳۱) دفعات ہے۔

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے حد شرب الخمر اور حد قذف سے متعلق دو (۲) ابواب پر مشتمل ہے۔ چھٹے باب میں حد شرب الخمر سے متعلق مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس باب میں کل تیرہ (۱۳) دفعات ہیں۔ ساتویں باب میں حد قذف کے متعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اس باب میں کل پچھتر (۷۵) دفعات ہیں۔

اس طرح باب اول میں کتاب الحدود جس میں زنا، شرب الخمر اور قذف کے مباحث شامل ہیں۔ یہ باب ایک سو اڑتالیس (۱۴۸) دفعات پر مشتمل ہے۔ اس باب میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات کے درمیان کل پینتیس (۳۵) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے۔

باب دوم دو فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب السرقہ کے دو (۲) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلے باب میں سرقہ اور حد سرقہ سے متعلقہ مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس میں بتیس (۳۲) دفعات ہیں۔ دوسرا باب سرقہ کے مستوجب حد اور غیر مستوجب حد صورتوں کے بیان پر مشتمل ہے اور اس میں اکیاون (۵۱) دفعات ہیں۔

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے حد سرقہ اور حد حرابہ سے متعلق دو ابواب پر مشتمل ہے۔ تیسرے باب میں مال مسروقہ اور اس سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا گیا اور اس میں چار (۴) دفعات ہے۔ چوتھے باب میں حد حرابہ سے متعلق بحث کی گئی اور اس میں ۱۸ دفعات ہیں۔

اس طرح باب دوم میں کتاب السرقہ اور حد حرابہ کے مباحث شامل ہیں، جو کل ۱۰۴ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس باب میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات کے درمیان کل ۲۵ (پچیس) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے۔

باب سوم فصول پر مشتمل ہے، فصل اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے سات (۷) ابواب کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ پہلے باب میں جنایت کی تعریف اور اور اس کے انواع و احکام بیان ہوئے ہیں اور اس میں سترہ (۱۷) دفعات ہیں۔ دوسرا باب ان ابحاث پر مشتمل ہیں

کہ قصاص میں کون قتل ہوگا؟ اور کس سے قصاص نہیں لیا جائے گا؟ اور اس میں پینتیس(۳۵) دفعات ہیں۔ تیسرا باب قصاص کا حق رکھنے والوں کے متعلق ہے اور اس میں چار(۴) دفعات ہیں۔ چوتھا باب مادون النفس قصاص کے مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں ستائیس(۲۷) دفعات ہیں۔ پانچویں باب میں قتل کے مقدمے میں اقرار اور گواہی سے متعلقہ مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا اور اس میں پندرہ(۱۵) دفعات ہیں۔ چھٹے باب میں قتل کے مقدمے میں صلح وعفو اور ادائے شہادت کے مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس میں سترہ(۱۷) دفعات ہیں۔ ساتویں باب میں قتل کے وقت حالات سے متعلق ہے اور اس میں صرف ایک دفعہ ہے۔

فصل دوم فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب نمبر ۸ سے باب نمبر ۱۲ تک کے پانچ(۵) ابواب پر مشتمل ہے۔ آٹھویں باب میں دیت اور اس سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور اس میں ستائیس (۲۷) دفعات ہیں۔ نواں باب جنایت کا حکم دینے اور جنایت میں بچوں سے متعلقہ مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں اٹھاراں(۱۸) دفعات ہیں۔ دسویں باب میں جنین پر جنایت سے متعلق مباحث کو جمع کیا گیا اور اس میں آٹھ (۸) دفعات ہیں۔ گیارہویں باب ایسی نقصان کا ذکر ہیں جو عمارات یا اس کے حصوں کے سبب وقوع میں آئی ہو اور اس میں انچاس(۴۹) دفعات ہیں۔ بارہویں باب میں چوپایوں کی جنایتوں کے متعلقہ مسائل کا بیان ہے اور اس میں سولہ(۱۶) دفعات ہیں۔

فصل سوم فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الجنایات کے باب ۱۳ سے لے کر باب ۱۷ تک کے پانچ(۵) ابواب پر مشتمل ہے۔ تیرہویں باب میں غلاموں کے جنایتوں کا بیان ہے اور اس میں ۵۶ دفعات ہیں۔ چودھویں باب میں دوسرے کے غلاموں پر جنایت کرنے سے متعلق مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا اور اس میں سات(۷) دفعات ہیں۔ پندرھواں باب قسامۃ کی تعریف اور اس سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے اور اس میں بائیس(۲۲) دفعات ہیں۔ سولھویں باب میں معاقل کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس میں بیس(۲۰) دفعات ہیں۔ سترھواں باب جنایات سے متعلق متفرق مسائل پر مشتمل ہے اور اس میں اٹھاراں دفعات ہیں۔

اس طرح باب سوم میں کتاب الجنایات کے مباحث شامل ہیں، جو کل ۳۵۸ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس باب میں فتاویٰ عالمگیری اور وضعی قوانین یعنی حدود آرڈیننس اور تعزیرات کے درمیان کل انتالیس(۳۹) مقامات پر تقابل کیا گیا ہے۔

لہٰذا یہ مقالہ فتاویٰ عالمگیری کے کل اٹھائیس(۲۸) ابواب پر مشتمل ہیں، جس میں کل چھ سو دس(۶۱۰) دفعات ہیں۔ مقالہ میں مجموعی طور پر ننانوے(۹۹) مقامات پر وضعی قوانین یعنی تعزیرات پاکستان اور حدود آرڈیننس کے ساتھ تقابل پیش کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر وضعی اور شرعی قوانین میں یکسانیت پائی گئی۔

نتائج بحث

راقم نے زیرِ نظر تحقیق سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں:

فتاویٰ عالمگیری حسن ترتیب اور فقہی جزئیات کی کثرت اور جامعیت کی وجہ سے دیگر فتاویٰ سے ممتاز ہے۔اس فتاویٰ کے مدونین کو اللہ تعالیٰ نے فقاہت کے ساتھ حسن ذوق سے بھی نوازا تھا، جس کا اندازہ فتاوی کے عبارات،ابواب بندی اور جزئیات ذکر کرنے کی ترتیب سے ہوتا ہے۔اس فتاویٰ کو مشمولات کے لحاظ سے کتب میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر ان کتب میں ذیلی ابواب وفصول اور متفرقات شامل کئے گئے ہیں۔

اس مقالے کے بنیادی مقاصد میں یہ بات سرفہرست تھی کہ دیکھا جائے کہ کیا فقہ اسلامی کا قدیم ذخیرہ موجودہ دور میں قابل عمل ہے؟ تو فتاویٰ عالمگیری کے فواجداری قوانین کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین کے ساتھ ان تقابل سے یہ بات سامنے آئی کہ اگر قدیم علمی ذخیرہ میں مذکور اصطلاحات کو عصر حاضر میں رائج جدید اصطلاحات سے بدل دیا جائے تو قدیم علمی وفقہی ذخیرے کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فقہ اسلامی کے قدیم ذخیرہ کو معاصر قوانین کی ترتیب پر لا کر جدید علوم سے وابستہ افراد کے استفادہ کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح شرعی اور وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کرنے دو فوائد سامنے آئے :ایک یہ کہ پاکستان میں رائج وضعی قوانین کا اکثر حصہ شرعی قوانین سے مطابقت رکھتا ہے،البتہ چند مقامات ایسے ہیں جس پر شریعت کی روشنی میں نظر ثانی کی ضرورت ہے۔تقابل سے دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ جدید وضعی قوانین کو اگر قدیم فقہی ذخیرہ کے ساتھ مقارنتًہ مطالعہ کیا جائے تو قدیم علوم سے وابستہ افراد کی دسترس میں لایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا زیرِ نظر تحقیق سے یہ نتیجہ واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ فتاوی عالمگیری کو ضابطہ وار دفعہ بند اور اس میں جدید اصطلاحات استعمال کر کے ملکی سطح پر بطور قانون رائج کیا جانا ممکن ہے۔

تجاویز وسفارشات

اس تحقیقی مقالے کی تکمیل میں جو قابل غور باتیں سامنے آئی،ان کو مندرجہ ذیل تجاویز کی صورت میں ذکر کیا جاتا ہے:

1. فتاویٰ عالمگیری کی طرح فقہ اسلامی کے قدیم ذخیرہ کو اگر جدید وضعی قوانین کی صورت میں ضابطہ وار دفعہ بند کیا جائے تو عصر حاضر میں اسے قابل استفادہ بنایا جاسکتا ہے۔
2. پاکستان میں رائج تمام تر وضعی قوانین کا شرعی قوانین سے تقابل کیا جائے تو وضعی قوانین میں موجود سقم کو دور کرکے موجودہ وضعی قوانین کو شریعت کے قالب میں ڈالا جاسکتا ہے۔
3. حدود آرڈیننس میں ترمیم کرکے جن دفعات کو خارج یا تبدیل کردیا گیا ہے،ان کو واپس شامل کرکے تحقیق کے مراحل سے گزارا جائے تو شرعی طور پر اسے قابل قبول بنانے کے ساتھ ساتھ اسے موجودہ دور کی ضرورت پورا کرنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔
4. حدود اللہ میں شامل وہ جرائم جو حدود آرڈیننس کے ساتھ تعزیرات پاکستان کا بھی حصہ ہے اور ایک ہی جرم کے لئے ایک ہی وقت میں دو سزائیں مقرر ہیں،ان کو تعزیرات پاکستان سے حذف کیا جائے تو وضعی قانون اور شرعی قوانین مکمل مطابقت پیدا ہو سکتی ہے۔
5. وضعی قوانین میں دیت سے متعلقہ قانون میں عاقلہ کا تصور موجود نہیں لہٰذا اس میں ترمیم واضافہ کرکے دیت کی ادائیگی کو قاتل کے عاقلہ یعنی مددگار برادری تک وسعت دی جائے، یہ معاشرے میں جرائم کی روک تھام میں مددگار ثابت ہوگا۔
6. پاکستان کے وضعی قوانین میں قسامۃ کا تصور موجود نہیں،اگر قسامۃ کا قانون نافذ کیا جائے تو انصاف تک رسائی اور جرائم کی بیخ کنی میں کافی پیش رفت ہوسکتی ہے۔

فہارس فنیہ

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات	سورۃ وآیت نمبر	صفحہ
.1	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى	البقرۃ،۲: ۱۷۸	۱۳۷
.2	واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم	النساء،۴: ۱۵	۹_۳۷
.3	فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ	النساء،۴: ۲۵	۱۷_۴۹
.4	وَاضْرِبُوهُنَّ	النساء،۴: ۳۴	۷۵
.5	وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ	النساء،۴: ۹۳	۱۳۶
.6	فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ	النساء،۴: ۹۳	۱۳۹
.7	فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	النساء،۴: ۹۳	۱۳۹
.8	إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ	المائدۃ،۵: ۳۳	۱۲۵
.9	والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله	المائدۃ،۵: ۳۸	۱۱۴
.10	وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى	الانعام،۶: ۱۶۴	۱۴۷
.11	الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ	النور،۲۴: ۲	۱۷
.12	وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً	النور،۲۴: ۴	۹_۵۱_۷۲
.13	وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا	النور،۲۴: ۴	۳۸
.14	لولا جاءوا عليه بأربعة شهداء	النور،۲۴: ۱۳	۹
.15	إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ	النور،۲۴: ۲۳	۵۴

فہرس احادیث نبویہ

نمبر شمار	احادیث	صفحہ
1.	ادرءوا الحدود بالشبهات	۲۱_۷
2.	اذهبوا به فارجموه	۱۳
3.	ألا لا يجني جان إلا على نفسه، ألا لا يجني جان على ولده ولا مولود على والده	۱۴۷
4.	إن الله عز وجل تجاوز لأمتي عن الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه	۲۲
5.	إن اليد كانت لا تقطع على عهد رسول الله عليه الصلاة والسلام في الشيء التافه	۱۰۰
6.	ائت بأربعة يشهدون وإلا فحد في ظهرك	۹
7.	رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق وعن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم	۲
8.	رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن المبتلى حتى يبرأ وعن الصبي حتى يكبر	۲۴
9.	السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ	۱۵۸
10.	الصيد لمن أخذه	۱۰۲
11.	فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن يأخذوا له مائة شمراخ، فيضربوه بها ضربة واحدة	۲
12.	فخذوا له عثكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه ضربة واحدة	۲۰
13.	لَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ أَهْلِكَ	۷۲
14.	لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ	۱۰۲
15.	لا قطع في ثمر	۱۰۱
16.	لا قود الا بالسيف	۱۴۹
17.	لا قود الا بسلاح	۱۵۰
18.	لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق من الدين التارك للجماعة	۱۳_۱۳۷
19.	لا يقاد الوالد بالولد	۱۴۷
20.	من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين	۷۹
21.	من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد فاجلدوه فإن عاد في الثالثة أو الرابعة فاقتلوه	۴۳
22.	من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه	۴۳
23.	واغد يا أنيس إلى امرأة هذا، فإن اعترفت فارجمها	۵

فهرس اعلام

فهرس مصادر و مراجع

نمبر شمار	نام کتب، نام مصنف، نام مکتبہ و سن اشاعت
.1	القرآن الکریم
.2	احکام القرآن، احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء
.3	الاختیار لتعلیل المختار، عبداللہ بن محمود بن مودود، مطبعۃ الحلبی، القاہرۃ، ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
.4	ادارہ دائرۃ المعارف، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، ت ن
.5	الاستیعاب فی معرفت الاصحاب، ابن عبد البر یوسف بن عبداللہ، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء
.6	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابن اثیر علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء
.7	اسلام کا نظام عدل، حکیم محمود احمد ظفر، مکتبۃ الحسن، لاہور، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
.8	اسلامی قانون فوجداری، مولانا سلامت علی مترجم میر احمد شریف، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء
.9	الاشباہ والنظائر، ابن نجیم زین الدین بن محمد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء
.10	الاصابۃ، ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء
.11	الاصل، محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء
.12	الاعلام، خیر الدین بن محمود الزرکلی، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء
.13	الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، موسی بن احمد المقدسی، دار المعرفۃ، بیروت، بدون التاریخ
.14	البحر الرائق، ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم، دار الکتاب الاسلامی، بدون التاریخ
.15	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۹۶ء
.16	بدایۃ المبتدی، علی بن ابی بکر المرغینانی، مکتبۃ و مطبعۃ محمد علی صبح، القاہرۃ، ت ن
.17	برصغیر میں علم فقہ مولف محمد اسحٰق بھٹی مطبوعہ بیت الحکمت لاہور، ۱۴۳۰ھ
.18	بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، عمر بن احمد العقیلی، دار الفکر، بیروت، بدون التاریخ
.19	البنایۃ، محمد بن احمد بدر الدین العینی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء
.20	البیان فی مذہب الامام الشافعی، ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر الشافعی، دار المنہاج، جدۃ، ۱۴۲۱ء/۱۹۹۱ء
.21	تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ، قاسم بن قطلوبغا السودونی، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء
.22	تاج العروس، محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی، دار الہدایۃ، بیروت، بدون التاریخ
.23	تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، احمد بن علی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۸۹ء
.24	تاریخ بیہق، ابن فندمہ علی بن زید، دار اقراء، دمشق، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء
.25	تاریخ نفاذ حدود، ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۹۸ء

تبین الحقائق شرح کنزالدقائق، فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی، المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ، القاہرۃ، ۱۳۱۳ھ	26.
التجرید للقدوری، ابوالحسین احمد بن محمد القدوری، دارالسلام، القاہرۃ، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء	27.
تحفۃ الفقہاء، علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء	28.
تفسیر البغوی، حسین بن مسعود البغوی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء	29.
تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء	30.
التنبیہ علی مشکلات الھدایۃ، صدرالدین علی بن علی الحنفی، مکتبۃ الرشد، السعودیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء	31.
الجامع الصغیر، محمد بن حسن الشیبانی، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء	32.
الجوہرۃ النیرۃ، ابوبکر بن علی الحنفی، المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۲۲ھ	33.
الحجۃ علی المدینۃ، محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء	34.
حکم تقنین الشریعۃ الاسلامیۃ، عبدالرحمٰن بن سعد الشثری، دارالصمیعی للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء	35.
دررالحکام شرح غررالاحکام، ملاخسرو محمد بن فرامز، داراحیاء التراث العربی، بیروت، بدون التاریخ	36.
ردالمحتار علی الدرالمختار، ابن عابدین محمد بن عمر الحنفی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء	37.
سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء	38.
سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ محمد بن یزید، داراحیاء الکتب العربیۃ، حلب، بدون التاریخ	39.
سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، بدون التاریخ	40.
سنن الدارقطنی، علی بن عمر الدارقطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء	41.
السنن الکبریٰ، احمد بن الحسین البیہقی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء	42.
سیر اعلام النبلاء، محمد بن احمد الذہبی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۹۵ء	43.
شرح مختصر الطحاوی، احمد بن علی ابوبکر ارازی الجصاص، دارلبشائر الاسلامیۃ، ودارالسراج، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء	44.
شرح السیر الکبیر، شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی، الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات، ۱۹۷۱ء	45.
شرح مجموعہ تعزیرات پاکستان مع اسلامی تعزیری قوانین، فیصل حنیف، ایسٹرن لاء پبلشرز، لاہور، ت ن	46.
شرح مشکل الآثار، احمد بن محمد الطحاوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء	47.
الصحاح تاج اللغۃ، اسمٰعیل بن حماد الجوہری، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء	48.
صحیح البخاری، محمد بن اسمٰعیل البخاری، دارطوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء	49.
طبقات الکبریٰ، محمد بن سعد البغدادی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء	50.
علماء ہند کا شاندار ماضی، مولانا سید محمد میاں، جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، لاہور، ۲۰۱۰ء	51.

No.	Entry
.52	العنایة، محمد بن محمد بن محمود، بدون طبع والتاریخ
.53	عیون المسائل، ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی، مطبعة اسعد، بغداد، ۱۳۸۶ھ
.54	غمز عیون البصائر، احمد بن محمد بن مکی الحموی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء
.55	فتح القدیر، محمد بن عبدالواحد السیواسی، بدون طبع والتاریخ
.56	الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی، داکٹر وہبہ بن مصطفی الزحیلی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء
.57	قاموس الفقہ مؤلف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مطبوعہ زمزم پبلشر، کراچی ۲۰۰۷ء
.58	قرۃ عین الاخیار، ابن عابدین علاء الدین محمد بن محمد، دار الفکر، بیروت، بدون التاریخ
.59	الکافی فی فقہ اہل المدینة، ابن عبدالبر یوسف بن عبداللہ، مکتبة الریاض الحدیثة، الریاض، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء
.60	کتاب الام، ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی، دار المعرفة، بیروت، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
.61	کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاویٰ کا تعارف مؤلف محمد نعمان، مکتبة المتین کراچی، ۱۴۳۷ھ
.62	کشاف القناع، منصور بن یونس بن صلاح الدین الحنبلی، دار الکتب العلمیة، بیروت، بدون التاریخ
.63	کنز الدقائق، عبداللہ بن احمد النسفی، مدار البشائر الاسلامیة، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۲ء
.64	المبسوط، شمس الائمة محمد بن احمد السرخسی، دار المعرفة، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
.65	مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، عبدالرحمٰن بن محمد المعروف بشیخی زادہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بدون التاریخ
.66	مجمع الضمانات، ابومحمد غانم بن محمد البغدادی الحنفی، دار الکتاب الاسلامی، بیروت، بدون التاریخ
.67	مختصر القدوری، ابوالحسین احمد بن محمد القدوری، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء
.68	مختصر المزنی، اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی، دار المعرفة، بیروت، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
.69	مدخل لدراسة الشریعة الاسلامیة، ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۹۳ء
.70	مسند احمد، محمد بن احمد بن حنبل، دار الحدیث، القاہرة، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء
.71	مسند اسحاق بن راہویہ، اسحٰق بن ابراہیم المروزی، مکتبة الایمان، المدینة المنورة، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء
.72	مسند الموطا، عبدالرحمٰن بن عبداللہ الجوہری،، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
.73	مصنف ابن ابی شیبة، ابوبکر بن ابی شیبة العبسی، مکتبة الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء
.74	المعجم الکبیر، سلیمان بن احمد الطبرانی، مکتبة ابن تیمیة، القاہرة، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء
.75	معرفة الصحابة، ابونعیم احمد بن عبداللہ، دار الوطن للنشر، الریاض، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
.76	المغرب فی ترتیب المعرب، ناصر بن عبدالسید الخوارزمی، دار الکتاب العربی، بیروت، بدون التاریخ
.77	مغنی المحتاج الی معرفة معانی الالفاظ المنہاج، محمد بن احمد الخطیب الشربینی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۵ھ

المغنی لابن قدامۃ، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ، مکتبۃ القاہرۃ، مصر، ۱۳۸۸ھ	.78
مقاییس اللغۃ، احمد بن فارس بن زکریا القزوینی، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء	.79
ملتقی الابحر، ابراہیم بن محمد الحلبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء	.80
المہذب فی فقہ الامام الشافعي، ابراہیم بن علی الشیرازی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، بدون التاریخ	.81
النتف فی الفتاویٰ، علی بن الحسین بن محمد السعدی، دار الفرقان، بیروت، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء	.82
نزہۃ الخواطر، عبدالحی بن فخر الدین الطالبی، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۰ھ	.83
نصب الرایۃ، عبداللہ بن یوسف الزیلعی، مؤسسۃ الریان، بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء	.84
النہر الفائق، عمر بن ابراہیم بن نجیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء	.85
الہدایۃ، علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بدون التاریخ	.86
Offence against Property (Enforcement of Hadd)Ordinance No.6 1979	.87
Offence of Qazf (Enforcement of Hadd)Ordinance No.8 1979	.88
Offence of Zina (Enforcement of Hadd)Ordinance No.7 1979	.89
Prohibition(Enforcement of Hadd)Order No.4 1979	.90
The Pakistan Penal Code, Act XLV of 1860	.91

فکرونظر





مقالہ نگار

صائمہ شہباز منج

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونی ورسٹی آف سرگودھا

محمد شہباز منج

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونی ورسٹی آف سرگودھا

محمد ابوبکر صدیق

لیکچرر (پی ایچ ڈی سکالر)، سکول آف اسلامک بینکنگ اینڈ فنانس،

انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

محمد اصغر شہزاد

لیکچرار شعبہ تربیت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

حبیب الرحمٰن

اسسٹنٹ پروفیسر/چیئرمین شعبہ تربیت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

عزیز الرحمٰن

اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ شریعہ وقانون، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

مدثرہ صابرین

اسسٹنٹ پروفیسر، صدر شعبہ شریعہ، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

سمعیہ مقبول نیازی

اسسٹنٹ پروفیسر لا، بین الاقوامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

محمد ابراہیم

پی ایچ ڈی سکالر، انجینئرنگ یونی ورسٹی، لاہور

محمد شہباز حسن

ایسوسی ایٹ پروفیسر، انجینئرنگ یونی ورسٹی، لاہور

محمد عادل

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونی ورسٹی، مردان

کریم داد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونی ورسٹی، مردان

محمد شمیم اختر قاسمی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک تھیالوجی، عالیہ یونی ورسٹی، کلکتہ

مہتاب اعظم

ریسرچ سکالر، پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

محمد ریاض محمود

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

سید عزیز الرحمٰن

ڈائریکٹر، ریجنل دعوہ سنٹر (سندھ)، کراچی

فہرست

مقالات

سیرت

فقہ و قانون

ادیان و مذاهب

تاریخ

نقد و تبصرہ

ادیان و مذاہب

The Punishment of Disrespect to Religious Emblems in Semitic Religions: A Research Evaluation

Muhammad Adil ❁
Karim Dad ❁

ABSTRACT

There have been extraordinary signs and symbols in every religions that are given due honour and respect by their followers. In all the Semitic religions (based on revelation) the respect of emblems has remained a common and the disrespect to these religious signs is considered a punishable act. In modern world, among the other reasons of the ongoing conflicts is the disrespect of such religious signs also. To bring the reconciliation and maintaining peace and solidarity among the nations, it is obligatory that the emblems of every religion should be given due respect. In this article the concept of the respect to these signs is discussed in the light of the teachings of three Semitic religions. rand the punishment on their disrespect have been discussed comparatively, which in this regard world prove a positive step.



❁ Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.
❁ Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan. (karim_dad@awkum.edu.pk)

سامی مذاہب میں توہینِ شعائرِ دینیہ کی سزا
تحلیلی و تقابلی جائزہ

محمد عادل ۞
کریم داد ۞

عصر حاضر میں دنیا نے ایک گلوبل ویلج کی شکل اختیار کرلی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے مختلف خطوں کے لوگ ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں اور تیز ترین نظام مواصلات کے ذریعے آسانی سے باہم ملتے ہیں۔ چوں کہ روے زمین پر بہت سے مذاہب کے لوگ آباد ہیں جو مختلف عقائد اور نظریات کے حامل ہوتے ہیں۔اس لیے ایک دوسرے سے ملتے اور ساتھ رہتے وقت نظریات وعقائد کا یہ اختلاف بعض اوقات مسائل کا سبب بنتا ہے۔ان مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کے لیے ہر سطح پر کوششیں ہورہی ہیں۔اس سلسلے میں علمی دنیا کا کردار سب سے اہم ہے اور اپنے اسی کردار کو بخوبی نبھاتے ہوئے علمی دنیا نے موجودہ زمانے کو مکالمہ بین المذاہب کا دور قرارر دیا، تاکہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان موجود اختلاف کو بات چیت و مکالمہ کے ذریعے کم کرنے کی کوشش کی جائے اور امن کی فضا قائم کی جائے۔اللہ تعالی نے قرآن کریم میں مکالمہ بین المذاہب سے متعلق واضح ہدایات دی ہیں، جیسے سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾[1] (کہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔)

قرآن کریم کے اسی حکم کو مد نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں ایسی علمی کاوشیں سامنے آرہی ہیں جن میں مختلف مذاہب کی مشترکات کو جمع کیا جاتا ہے۔ مکالمہ کا مقصد امن وآشتی کا حصول ہے جو ہر معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔اس لیے ہر مذہب و معاشرے میں ایسے ہر عمل کی روک تھام کے لیے قوانین وضع کیے گئے ہیں جو

۞ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونی ورسٹی، مردان۔
۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونی ورسٹی، مردان۔(karim_dad@awkum.edu.pk)

۱۔ القرآن ۳:۶۴۔

بدامنی کا سبب بنا ہو۔ آج دنیا کے امن کی ضمانت اس بات میں ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کے احکامات و قوانین پر عمل پیرا ہوں۔

ماضی قریب میں شعائر کی توہین کے حوالے سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان تعلقات کشیدہ رہے ہیں، اس لیے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس حساس مسئلے میں سامی مذاہب کا نقطۂ نظر ایک ساتھ سامنے لایا جائے، تاکہ ان واقعات کی روک تھام میں معاونت کے ساتھ ساتھ مکالمہ کے لیے فضا سازگار بنائی جاسکے۔ مذاہب عالم اور خاص طور پر سامی مذاہب میں جرم و سزا کے حوالے سے مختلف تحقیقات منظر عام پر آئی ہیں۔

ان کتب میں محمد حافظ صبری کی تصنیف **کتاب المقارنات والمقابلات** سر فہرست ہے۔ جس میں یہودیت واسلام کے حدود و معاملات کے تقابل کو موضوع بحث بنایا ہے۔ یہ کتاب مطبعہ ہندیہ مصر سے ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوئی۔ شعبہ اسلامیات پشاور یونی ورسٹی کے اسکالر، عارف اللہ نے "اسلام اور دیگر ابراہیمی مذاہب کی اساسی نصوص کے تناظر میں انسدادِ فساد اور اقامت امن کا تقابلی مطالعہ" کے عنوان کے تحت اپنا پی ایچ-ڈی مقالہ ۲۰۱۱ء میں پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ اس مقالے میں ادیان ابراہیمی میں مختلف جرائم کی سزاؤں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ سید امجد علی نے "جرم و سزا ادیان عالم کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ" کے نام سے جامعہ پنجاب میں پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر کے زیرِ نگرانی مکمل کیا۔ اس مقالے میں دیگر مذاہب عالم کے ساتھ ساتھ سامی مذاہب میں جرم و سزا کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے اپنی کتاب "تاریخ نفاذ حدود" میں مختلف مذاہب میں بطور حد دی جانے والی سزاؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں فضلی سنز لمیٹڈ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ اس ضمن میں Sanaz Alasti نے ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان "Comparative Study of Stoning Punishment in the Religions of Islam and Judaism" تحریر کیا، جسے *Justice Policy Journal University of Nevadas Las Vegas* نے Vol 4 No: 1 Spring 2007 میں شائع کیا۔ اس آرٹیکل میں یہودیت اور شریعت اسلامی میں سنگ ساری کی سزا کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

ان تمام تحقیقات و تصنیفات میں مختلف ادیان و مذاہب میں جرم و سزا کے تصور کا جائزہ لیا گیا ہے یا مخصوص جرائم و مذاہب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، لیکن کسی نے بھی شعائر کی توہین کو الگ سے ذکر کر کے ان کا تقابل نہیں کیا۔ چوں کہ شعائر کی توہین ایک عالمی مسئلے کی شکل اختیار چکا ہے، اس لیے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی جائے۔

زیرِ نظر مقالے میں اس مسئلے کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔اس آرٹیکل میں سامی مذاہب میں شعائر دینیہ کی توہین سے متعلق احکامات کا ان مذاہب کی مقدس کتب کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔اس مقصد کے لیے سب سے پہلے یہودیت کی کتب مقدسہ سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔ اس کے بعد عیسائیت اور پھر شریعت اسلامی میں شعائر سے متعلق احکامات نقل کی گئی ہیں۔ آخر میں ان احکامات کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔

مقالہ ہذا کو تین اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ابتدائی حصے میں سامی مذاہب میں شریعت کے مآخذ اور شریعت اسلامی کی رو سے شعائر کا مختصر تعارف بیان کیا جائے گا اور اس کے ساتھ شعائر کے حوالے سے ائمہ کے اقوال نقل کیے جائیں گے۔دوسرے حصے میں سامی مذہب میں شعائر کی توہین کے حوالے سے نقطۂ نظر کو نقل کر کے ان کا تقابل کیا جائے گا۔ آخری حصے میں مقالے سے اخذ شدہ نتائج پیش کیے جائیں گے۔

یہودیت کے ماخذ شریعت

عہد قدیم کو عہد نامہ عتیق بھی کہا جاتا ہے۔اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلا حصہ پانچ کتابوں پر مشتمل ہے جسے کتب خمسہ موسوی کہا جاتا ہے۔یہ کتب خمسہ قانون موسوی(Law of Moses) کے نام سے مشہور ہیں۔کتب خمسہ میں شامل کتب بالترتیب پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثنا ہیں۔ان کتب میں استثنا کو مذہبی قوانین کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔[۲] دوسرا حصہ بائیس(۲۲) اور تیسرا حصہ بارہ(۱۲) کتب پر مشتمل ہے۔اس طرح عہد قدیم میں کل ملا کر انتالیس(۳۹) کتب شامل ہیں۔بعض مصنفین نے **عہد قدیم** کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔[۳]

یہودی شریعت کا دوسرا ماخذ **تالمود** ہے جسے **تلمود** بھی کہا جاتا ہے۔یہود **تالمود** کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس میں وہ احکامات درج ہیں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر تورات کے علاوہ زبانی طور پر ملے تھے۔ پھر آپؑ نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو دیے۔اس کے بعد یہ زبانی روایت کی صورت میں یاد کیے جاتے رہے۔یہ یہودیت کی واحد کتاب ہے کہ جس میں اقوال کو مکمل سند جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔[۴] ان زبانی روایات کو تیسری صدی

۲۔ یوسف خان، **تقابل ادیان** (لاہور: بیت العلوم، ۲۰۰۶ء)، ۱۸۲۔

۳۔ چوہدری غلام رسول، **مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ** (لاہور: علمی کتب خانہ، ۱۹۸۸ء)، ۳۶۵۔

۴۔ یوسف خان، مرجع سابق، ۱۸۵۔

قبل مسیح میں ربی یہودا نے باقاعدہ تحریری صورت میں مرتب کیا گیا اور اسے مشنا (Mishnah) کا نام دیا گیا۔[۵] پھر مشنا کی مزید توضیح و تشریح کر کے اسے جمارہ یا گیمارہ (Gemarah) کے نام سے جمع کیا گیا اور تالمود عام طور پر اسی حصے کو کہا جاتا ہے۔[۶] مشنا کے چھ حصے ہیں جو یہودی شریعت کے قوانین واحکامات پر مشتمل ہے۔[۷]

عیسائیت کے ماخذ شریعت

عیسائیت شریعت کی بنیادی ماخذ **عہد نامہ عتیق** اور **عہد نامہ جدید** ہے۔ **عہد نامہ عتیق** جس طرح یہودیوں کے ہاں مقدس سمجھی جاتی ہے اسی طرح عیسائیوں کے ہاں بھی شریعت کے بنیادی ماخذ تصور کی جاتی ہے۔

عہد نامہ جدید کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، پہلی چار کتابوں کو اناجیل اربعہ کہا جاتا ہے۔ اس حصے میں چار اناجیل یعنی **انجیل متی**، **انجیل مرقس**، **انجیل لوقا** اور **انجیل یوحنا** شامل ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں تیئس کتب شامل ہیں، جس میں رسولوں کے اعمال اور کچھ خطوط شامل ہیں۔ **عہد نامہ جدید** کل ستائیس (۲۷) پر مشتمل ہے۔

شریعت اسلامی کے ماخذ

شریعت اسلامی کے ماخذِ قانون چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس[۸] لیکن اس میں کتاب اور سنت رسول ﷺ بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتے ہیں، جب کہ اجماع اور قیاس کو اول الذکر دونوں کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔

پہلا ماخذ شریعت کتاب اللہ یعنی قرآن کریم ہے، جس کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے: وہ کتاب جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی، مصاحف میں لکھی گئی اور بغیر شبہ کے تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے،[۹] لیکن قرآن کریم کی تمام آیات ماخذ قانون نہیں، بلکہ صرف آیات الاحکام سے قانون شریعت مستنبط ہوتا ہے۔ آیات الاحکام کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) ہے۔[۱۰] دوسرا ماخذ سنت ہے جس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال

۵۔ غلام رسول، مرجع سابق، ۳۹۸۔

۶۔ لیوس مور، **مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا**، ترجمہ، یاسر جواد، سعدیہ جواد (لاہور: المطبعة العربية، ۲۰۰۳ء)، ۱۰۴۔

۷۔ محمود الساموک، مہدی علی الشمری، **الأديان في العالم** (مكتبة المهتدين الإسلامية لمقارنة الأديان، س ن)، ۹۴۔

۸۔ احمد بن محمد بن اسحٰق الشاشی، **أصول الشاشي** (بيروت: دار الكتاب العربي، س ن)، ۱: ۱۳۔

۹۔ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی، **شرح التلويح على التوضيح** (مصر: مكتبة صبيح، س ن)، ۱: ۴۶۔

۱۰۔ عبد الرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی، **نهاية السول في شرح منهاج الأصول** (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۳۹۸۔

اور تصویبات ہیں۔[۱۱] سنت رسول ﷺ کا کل مجموعہ قانون شریعت کا ماخذ نہیں بلکہ صرف تین ہزار (۳۰۰۰) ایسی ہیں جس احکام مستنبط ہوتے ہیں۔[۱۲]

شعائر کی لغوی واصطلاحی تعریف

شعائر عربی زبان کے لفظ شعیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے آتے ہیں۔[۱۳] اصطلاح میں دین کی تمام علامات کو شعائر کہا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس تعریف کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ شعائر سے مراد عبادات کے مقامات، زمانے اور علامات دین ہیں،[۱۴] جیسے قرآن کریم میں صفا و مروہ کو شعائر کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ**﴾[۱۵] (بے شک (کوہ) صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔)

اسی طرح سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ**﴾[۱۶] ((یہ ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔)مفسرین کے نزدیک یہاں شعائر سے مراد قربانی سے متعلق عبادات، مقامات اور اوقات ہیں۔[۱۷] علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دار الاسلام اور دار الکفر کے مابین جن علامات سے تفریق فرمائی ہے وہ شعائر ہے۔[۱۸] ہر مذہب کے شعائر الگ الگ ہوتے ہیں۔ شریعتِ اسلامی میں

۱۱۔ ملاجیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی، **نورالأنوار** (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۱۷۵۔

۱۲۔ محمد بن عبد اللہ ابو بکر بن العربی، **المحصول** (عمان: در البیارق، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۱۳۵۔

۱۳۔ محمد بن مکرم بن علی، **لسان العرب** (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۴ء)، ۴: ۴۱۴۔

۱۴۔ وزارۃالأوقاف والشئون الإسلامیة، **الموسو عة الفقهية الكويتية** (کویت: دار السلاسل، ۲۰۰۷ء)، ۲۶: ۹۷۔

۱۵۔ القرآن ۲: ۱۵۸۔

۱۶۔ القرآن، ۲۲: ۳۲۔

۱۷۔ محمد بن جریر الطبری، **تفسیر الطبري** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۰ھ)، ۱۸: ۶۲۲۔

۱۸۔ علی بن محمد بن محمد الماوردی، **الأحكام السلطانية** (قاہرہ: دار الحدیث، س ن)، ۱: ۳۵۶۔

شعائر اللہ کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ[۱۹] فرماتے ہیں کہ ان میں سے بڑے شعائر چار یعنی قرآن کریم، کعبۃ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز[۲۰] ہیں۔ جب کہ دیگر شعائر میں ہر وہ چیز شامل ہے جو دین کی علامت ہو جیسا کہ تعریف سے ظاہر ہے۔ اسی طرح یہودیت وعیسائیت میں بھی عبادات کی جگہوں، اوقات اور دین کی ہر علامت کو شعائر میں شمار کیا جاتا ہے۔

یہودیت میں ذات باری کی توہین کا حکم

یہودیت کے ماخذ شریعت عہد نامہ عتیق میں خدا کے نام کی توہین سے واضح الفاظ میں منع فرما کر اسے حرام قرار دیا گیا ہے جیسے: "تو خداوند کا نام بری نیت سے نہ لینا، کیوں کہ جو کوئی اس کا نام بری نیت سے لے گا تو خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔"[۲۱] اسی طرح ایک اور جگہ پر ہے: "تو خدا کو مت کوسنا۔"[۲۲] "احبار باب ۲۱ میں کاہنوں کو ہدایات دیتے ہوئے خدا کے نام کی بے حرمتی سے منع کیا گیا ہے۔[۲۳]

ان واضح احکامات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی اس جرم کا مرتکب ہو تو خود **عہد قدیم** نے اس کے لیے سزا مقرر کی ہے، جیسے احبار باب ۲۴ میں ایسے شخص کے مقدمے کا سیدنا موسیٰؑ کے روبرو پیش کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے جو خداوند کے نام کی گستاخی کا مرتکب ہوا تھا اور سیدنا موسیٰؑ نے اسے سنگ سار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر ہے: "بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ اگر کوئی اپنے خدا پر لعنت کرے تو اس کا گناہ اسی کے سر لگے گا اور جو کوئی خدا کے نام پر کفر بکے وہ ضرور جان سے مارا جائے گا اور پوری جماعت اسے سنگسار کرے گی۔"[۲۴] اسی طرح احبار باب ۲۰ میں کہا گیا ہے:

۱۹۔ احمد بن عبدالرحیم فاروقی دہلوی (۱۱۱۰ھ – ۱۱۷۶ھ) نے شاہ ولی اللہ کے لقب سے شہرت پائی۔ آپ فقہ وحدیث میں اپنے زمانے کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف میں **فتح الرحمٰن**، **الفوز الکبیر**، **حجة الله البالغة** شامل ہیں۔ (خیر الدین بن محمود الزرکلی، **الأعلام** (بیروت: دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء)، ۱: ۱۴۹۔

۲۰۔ شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم، **حجة الله البالغة** (بیروت: دار الجیل، ۲۰۰۵ء)، ۱: ۳۳۔

۲۱۔ **عہد نامہ عتیق**، خروج، ۲۰: ۷۔

۲۲۔ نفس مصدر، خروج، ۲۲: ۲۸۔

۲۳۔ نفس مصدر، احبار، ۲۱: ۵۔

۲۴۔ نفس مصدر، احبار، ۲۴: ۱۰ تا ۲۳۔

"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل سے کہہ کہ کوئی اسرائیلی یا اسرائیل میں رہنے والا کوئی پر دیسی اپنی اولاد میں سے کسی کو مولک کی نذر کرے تو ضرور جان سے مارا جائے اور جماعت کے لوگ اسے سنگ سار کر دے۔"[۲۵] "اور اس کے ساتھ ہی سنگ سار کرنے کی وجہ خود بیان کی ہے کہ یہ شخص میرے نام کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا ہے۔ چوں کہ لعنت بھیجنا بھی بے حرمتی اور گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے خدا پر لعنت بھیجنے والے کے لیے بھی عہد قدیم نے سنگ سار کرنے کی سزا تجویز کی ہے۔"[۲۶] **تالمود** میں بھی ذات باری تعالیٰ کی بے حرمتی کرنے والے کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے،[۲۷] لیکن اس حکم کے ساتھ یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ مجرم نے واضح طور پر خدا کا نام لے کر بے حرمتی کی ہو۔ **عہد نامہ عتیق** میں توہین خدا پر سنگ ساری کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی سزائے موت کا حکم دیا گیا ہے، جیسے احبار باب ۱۸ میں مختلف جرائم کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن میں خدا کے نام کی بے حرمتی کا جرم بھی شامل ہے اور آخر میں ان کے متعلق درج ذیل حکم دیا گیا ہے: "جو ان مکروہ کاموں میں سے کوئی کام کرے وہ اور ایسے تمام اشخاص لازماً اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالے جائیں۔"[۲۸] اسی طرح احبار باب ۲۰ میں آیا ہے: "میں بھی اس شخص کا مخالف ہوں گا اور اسے اس کے لوگوں میں سے کاٹ ڈالوں گا کیوں کہ اس نے اپنے بچوں کو مولک کی نذر کر کے میرے مقدس کو ناپاک کیا اور میرے پاک نام کی بے حرمتی کی۔"[۲۹] مذکورہ بالا عبارات میں مجرم کو سزائے موت دینے کے لیے واضح طور پر کسی ایک طریقے کو متعین نہیں کیا گیا ، لیکن دیکھا جائے تو کاٹ ڈالنے کے الفاظ تلوار کے ذریعے سزائے موت دینے پر دلالت کرتے ہیں، جب کہ **تالمود** میں خدا کو کسی بت کے نام سے پکارنے پر سزائے موت کے لیے پھانسی کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے۔[۳۰]

عیسائیت میں ذات باری کی توہین کا حکم

مسیحیت میں ذات باری کی توہین کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے، جیسے **عہد جدید مرقس** باب ۳ میں آیا ہے: "پاک روح کے خلاف کفر بکنے والا ایک ابدی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اس لیے اسے کبھی معاف نہیں کیا

۲۵۔　نفس مصدر، احبار، ۲۰ : ۱ تا ۶۔
۲۶۔　نفس مصدر، سلاطین (ا)، ۲۱ : ۱۰۔
۲۷۔　**تالمود**، ۴ : ۱۸۰۔
۲۸۔　**عہد نامہ عتیق**، احبار، ۱۸ : ۱ تا ۲۹۔
۲۹۔　نفس مصدر، احبار، ۲۰ : ۱ تا ۶۔
۳۰۔　**تالمود**، ۴ : ۱۸۱۔

جائے گا۔[۳۱] مسیحیت میں بھی خدا کی توہین و گستاخی ایک قابل سزا جرم ہے۔ عیسوی شریعت میں اصل ماخذ قانون انجیل ہے، لیکن اس کے ساتھ عیسائیوں کے ہاں **عہد نامہ عتیق** بھی قانون کے مآخذ میں سے ہے۔ اس کی وجہ سیدنا عیسیٰؑ کی طرف منسوب قول ہے جو متی کی انجیل میں "شریعت کی تکمیل" کے زیرِ عنوان منقول ہے: "یہ نہ سمجھو کہ میں **توریت** یا نبیوں کو رد کرنے آیا ہوں۔ میں انھیں رد نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نابود نہیں ہو جاتے شریعت کا چھوٹا سا شوشہ تک مٹنے نہ پائے گا۔"[۳۲] س سے ثابت ہوتا ہے کہ **عہد قدیم** کے احکامات عیسوی شریعت میں بھی واجب العمل ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا دلائل مسیحیت میں ذات باری تعالیٰ کی بے حرمتی پر سزائے موت کے لیے کافی ہیں، لیکن اس کے علاوہ **عہد جدید** میں بھی خدا کے نام کی توہین اور گستاخی پر موت کی سزا ہونے کا حکم موجود ہے جیسے **عہد جدید** کے باب ایک میں رومیوں کے مختلف جرائم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان جرائم میں خدا سے نفرت کرنے والے اور گستاخ بھی شامل ہیں۔ ان کی سزا کے متعلق ان الفاظ کے ساتھ حکم دیا گیا ہے: "ایسے کام کرنے والے خدا کے عادلانہ حکم کے مطابق موت کی سزا کے مستحق ہیں۔"[۳۳] "اسی طرح **متی** باب ۲۶ اور **مرقس** باب ۱۴ میں یسوع کی عادلت میں پیشی پر اس پر خدا کے نام پر کفر بکنے کے الزام کے تحت موت کی سزا تجویز کرنا بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ مسیحیت میں توہین ذات باری کی سزا موت تھی،[۳۴] لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ عیسوی شریعت میں بھی توہین ذات باری کی سزا موت ہے۔

شریعت اسلامی میں ذات باری کی توہین کا حکم

شریعت اسلامی میں بھی ما قبل کتب سماویہ کی طرح ذات باری تعالیٰ کی توہین ایک بڑا گناہ ہے اور توہین تو در کنار اس کا سبب بننے والے کاموں کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[۳۵] (اور تم برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ تعالیٰ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔) اس آیت کی تفسیر میں علامہ

۳۱۔ **عہد نامہ جدید**، مرقس، ۳: ۲۹۔

۳۲۔ نفس مصدر، متی، ۵: ۱۷، ۱۸۔

۳۳۔ نفس مصدر، رومیوں، ۱: ۲۹ تا ۳۲۔

۳۴۔ نفس مصدر، متی، ۲۶: ۶۶، ۶۵؛ نفس مصدر، مرقس، ۱۴: ۶۳، ۶۴۔

۳۵۔ القرآن ۶: ۱۰۸۔

قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ غیر مسلموں کے شعائر دینیہ اور معبودان باطلہ کی توہین کرے۔[۳۶] اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو موقع نہ مل سکے کہ وہ بدلہ لینے کے بہانے ذات باری تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے۔ اسی طرح سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر شعائر دینیہ کا مذاق اڑانے کو موجب کفر قرار دیا ہے، ارشاد ہے: ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴾[۳۷] (اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم خدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے۔ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیوں کہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔) فقہا اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "توہین چاہے مذاق واستہزا میں ہو یا سنجیدگی کے ساتھ، ہر حالت میں موجب کفر ہے۔"[۳۸] توہین کرنے والا مرتد کے حکم میں ہے اور شریعت اسلامی میں ارتداد کی سزا موت ہے، لیکن فقہا میں سزاے موت کے وقت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک اگر وہ توبہ سے انکار کرے تو اسے سزاے موت دی جائے گی۔[۳۹] جب کہ حنابلہ اس کی توبہ کے عدم قبولیت کے قائل ہیں اور توہین کے ساتھ ہی اس کو واجب القتل سمجھتے ہیں،[۴۰] البتہ یہ ضرور دیکھا جائے کہ توہین صراحت کے ساتھ کی گئی ہے یا کنایتاً؛ صراحتاً توہین کرنے والے کو سزاے موت دی جائے گی اور توہین کے محتمل الفاظ کی ادائی پر تادیبی سزا دی جائے گی۔[۴۱]

۳۶۔ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، **الجامع لأحکام القرآن** (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، ۱۹۶۴ء)، ۷: ۶۱۔

۳۷۔ القرآن، ۹: ۶۵، ۶۶۔

۳۸۔ **الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ**، ۲۲: ۱۸۴۔

۳۹۔ ابن عابدین محمد امین بن عمر، **رد المحتار علی الدر المختار** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۲ء)، ۴: ۲۳۲۔

۴۰۔ منصور بن یونس الحنبلی، **کشاف القناع** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ۶: ۱۷۷۔

۴۱۔ محمد بن عبد اللہ الخرشی، **شرح مختصر الخلیل** (بیروت: دار الفکر للطباعۃ)، ۸: ۷۴۔

تقابل

مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام سامی مذاہب میں توہینِ ذات باری کی سزا موت ہے۔ یہودیت میں واضح طور پر سزاے موت کے لیے رجم، پھانسی اور تلوار سے گردن اڑانے کے طریقے تجویز کیے گئے ہیں جب کہ شریعتِ اسلامی اور عیسائیت میں سزاے موت کے لیے کوئی خاص طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔

یہودیت میں مقدس شخصیات کی توہین کا حکم

یہودی شریعت میں جس طرح ذات باری کی توہین سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح مقدس شخصیات اور قوم کے سرداروں کی توہین وبے عزتی سے بھی منع کیا گیا۔ جیسے خروج باب ۲۲ میں آتا ہے: ''تو خدا کو مت کوسنا اور نہ اپنی قوم کے سردار پر لعنت بھیجنا۔''[۴۲] اس عبارت میں ذات باری کی توہین کے ساتھ قوم کے پیشوا کی توہین کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیت میں قوم کے پیشوا و سردار کی توہین اور اس پر لعنت بھیجنا ایک قبیح عمل تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سلاطین باب ۲۱ میں ذات باری کے توہین پر سنگ ساری کا حکم دینے کے ساتھ بادشاہ پر لعنت کرنے والے کو سنگ سار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[۴۳] اسی طرح کاہن جس کو مذہبی پیشوا کی حیثیت حاصل ہوتا ہے، اس کی بے عزتی کو بڑا جرم تصور کیا جاتا ہے۔ یہودی شریعت میں زانی کی سزا موت ہے، جب کہ کاہن کی بیٹی جب بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کو سزاے موت آگ میں جلا کر دی جائے گی۔ اس کے لیے آگ سے جلانے جیسی سخت سزا محض اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ وہ مذہبی طور پر معزز و مقدس سمجھے جانے والے اپنے کاہن باپ کی رسوائی کا باعث بنی۔[۴۴]

کاہن کی بیٹی کے لیے **تورات** میں جو سزا تجویز کی گئی ہے۔ **تالمود** میں بھی اس کے لیے یہی سزا ذکر ہے،[۴۵] بلکہ **تالمود** میں کاہن کی بیٹی پر بدکاری کی تہمت لگانے والے کے لیے بھی پھانسی کے ذریعے موت کی سزا تجویز کی گئی ہے،[۴۶] جب کہ کاہن جو مذہبی حیثیت کی وجہ سے مقدس شخصیت سمجھی جاتی ہے۔ اس کی توہین پر

۴۲۔ **عہد نامۂ عتیق**، خروج، ۲۲: ۲۸۔

۴۳۔ نفس مصدر، سلاطین (۱)، ۲۱: ۹ تا ۱۴۔

۴۴۔ نفس مصدر، احبار، ۲۰: ۹۔

۴۵۔ **تالمود**، ۴: ۱۷۹۔

۴۶۔ نفس مصدر، ۴: ۱۸۹۔

استثنا باب ۱۷ میں موت کی سزا مقرر کی گئی ہے: "جو شخص قاضی یا اس کاہن جو خداوند کی خدمت کے لیے کھڑا ہوتا ہے، توہین کرتا ہے۔ وہ جان سے مار ڈالا جائے۔ تمھیں اسرائیل سے ایسی برائی کو دور کرنا ہی ہو گا اور سب لوگ سن کر ڈر جائیں گے اور پھر توہین نہ کریں گے۔[۴۷]

مذکورہ بالا عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ مقدس شخصیت جس منصب کی بھی حامل ہو، اس کی توہین یہودی شریعت میں ممنوع اور موت کی سزا کا موجب ہے، جیسے ان عبارات میں سردار، قاضی اور کاہن کی توہین کو روکنے کے لیے سد الذرائع کے طور ایسے تمام امور بھی قابل سزا قرار پائے ہیں جو ان مقدس شخصیات کی توہین کا سبب بن سکتی ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں موت کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

عیسائیت میں مقدس شخصیات کی توہین کا حکم

عیسوی شریعت میں مقدس شخصیات کی توہین ایک عظیم گناہ سمجھا جاتا ہے۔ **عہد جدید** میں کئی مقامات پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب قول نقل کیا گیا ہے جس میں روح القدس کی توہین کو ناقابل مغفرت جرم قرار دیا گیا ہے، جیسے **متی** باب ۱۲ میں آیا ہے: " آدمیوں ہر گناہ اور کفر معاف کیا جائے گا، لیکن جو کفر پاک روح کے خلاف ہو گا وہ نہیں بخشا جائے گا۔"[۴۸] اسی طرح بعینہ یہی الفاظ **مرقس** باب ۳ میں بھی موجود ہیں۔"[۴۹]

مذکورہ عبارات میں اس جرم کو ناقابل معافی قرار دیا گیا ہے، جب کہ ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ جرم صرف آخرت میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ناقابل معافی ہے،[۵۰] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیت میں بھی مقدس شخصیات کی توہین ایک عظیم گناہ اور جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ اس کے لیے واضح طور پر کوئی سزا ذکر نہیں کی گئی، لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ **عہد قدیم** کے احکامات یہودیت کے ساتھ ساتھ عیسائیت میں بھی واجب العمل ہیں۔

۴۷۔ **عہد نامہ عتیق**، استثنیٰ، ۱۷ : ۱۲ – ۱۳۔

۴۸۔ **عہد نامہ جدید**، متی، ۱۲ :۳۱۔

۴۹۔ نفس مصدر، **مرقس**، ۳: ۲۸، ۲۹۔

۵۰۔ نفس مصدر، **متی**، ۱۲ :۳۲۔

شریعت اسلامی میں مقدس شخصیات کی توہین کا حکم

شریعت اسلامی میں مقدس شخصیات کی توہین ایک گناہ کے ساتھ جرم کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۂ توبہ آیت ۶۶ جو پہلے گزر چکی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کی استہزا کو موجب کفر قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اصولِ شریعتِ اسلامی میں توہین رسالت کی سزاے موت ہونے پر کئی دلائل موجود ہیں، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾[۵۱] جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔) اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ[۵۲] فرماتے ہیں کہ دنیا میں لعنت سے مراد قتل ہے۔[۵۳] اسی طرح شاتم رسول کے لیے موت کی سزا کئی احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ **سنن أبي داؤد** میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ[۵۴] سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے ہجو کرنے پر اس کا گلا گھونٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَلَا اِشْهَدُوْا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ"[۵۵] (گواہ رہو کہ اس عورت کا خون ہدر ہے۔) اس کے علاوہ کئی مواقع ایسے بھی آئے تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے شاتم کو قتل کرنے کے لیے صحابہؓ کو حکم دیا تھا۔[۵۶] جب کوئی

۵۱۔ القرآن، ۳۳ : ۵۷

۵۲۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپؓ کو ترجمان القرآن اور حبر الامت کہا جاتا ہے۔ آپ سے ۱۶۶۰ روایات منقول ہیں۔ ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ، **الاستيعاب في معرفة الأصحاب** (بیروت: دار الجیل، ۱۹۹۲ء)، ۳: ۹۳۳۔

۵۳۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، **تنوير المقباس من تفسير ابن عباس** (بیروت: دار الكتب العلمية)، ۱ : ۳۵۷۔

۵۴۔ علی بن ابی طالب عبد المطلب الہاشمی، امیر المؤمنین، حضور ﷺ کے حقیقی چچازاد، داماد تھے۔ قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ سے کل ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں۔ (ابن عبد البر، مصدر سابق، ۳ : ۱۹۷۹)۔

۵۵۔ ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، **سنن أبي داؤد**، كتاب الحدود، باب الحكم في من سب النبي ﷺ، رقم: ۴۳۶۲۔

۵۶۔ نفس مصدر، باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام، رقم: ۲۶۸۵

مسلمان رسول ﷺ کی توہین کرے تو اس کے قتل کے متعلق تو فقہا میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ[۵۷] نے **الشفاء** میں شاتم رسول ﷺ کے لیے موت کی سزا پر امت کا اجماع نقل فرمایا ہے،[۵۸] لیکن جب کوئی غیر مسلم (ذمی) رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو جمہور اس کے لیے سزائے موت کے قائل ہیں، البتہ احناف کے نزدیک جب تک ذمی اعلانیہ گستاخی نہ کرے اس کو سزائے موت نہیں دی جائے گی۔[۵۹]

تقابل

مندرجہ بالا عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تینوں سامی مذاہب میں مذہب سے متعلق مقدس شخصیات کی توہین ایک قبیح فعل تصور کیا جاتا ہے اور اس کے لیے موت کی سزا تجویز کی گئی ہے۔

یہودیت میں دوسرے شعائر کی بے حرمتی کا حکم

یہودیت میں شعائر دینیہ کی بے حرمتی سے متعلق احکامات **عہد قدیم** میں جابجا موجود ہیں۔ شریعت موسوی میں سبت کو دینی علامت کی حیثیت حاصل تھی، جیسے **حزقیل** باب ۲۰ میں ہے: ''میں نے ان کو باہمی نشان کے طور پر اپنی سبت بھی دی تاکہ وہ جان لیں کہ مجھ خداوند نے ان کو پاک کیا ہے۔'' آگے سبت کی بے حرمتی عذاب کا ذکر کیا گیا ہے: ''انھوں نے میری سبتوں کی بہت بے حرمتی کی، اس لیے میں نے کہا کہ میں اپنا غضب ان پر انڈیل دوں۔'' قہر الہیٰ کے علاوہ **تورات و تالمود** میں سبت کی توہین کے متعلق دنیاوی سزاؤں کے احکامات بھی مذکور ہیں، جیسے **خروج** باب ۳۱ میں آیا ہے: ''جو کوئی سبت کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے جو کوئی اس دن کوئی کام کرے، اپنی قوم سے خارج کیا جائے۔''[۶۰] اسی طرح **گنتی** باب ۱۵ میں ایک شخص جو سبت کے دن کام کر

۵۷۔　عیاض بن موسیٰ بن عیاض (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) سبتہ میں پیدا ہوئے۔ سبتہ کے قاضی رہے۔ آپ اپنے وقت میں حدیث، نحو اور لغت کے امام تھے۔ آپ کی تصنیفات میں **الشفاء**، اور **مشارق الأنوار** شامل ہیں۔؛ احمد بن محمد ابن خلکان، **وفیات الأعیان** (بیروت: دار صادر، ۱۹۷۱ء)، ۳: ۴۸۳۔

۵۸۔　قاضی موسیٰ بن عیاض، **الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ** (عمان: دار الفیحاء، ۱۹۸۷ء)، ۲: ۴۷۔

۵۹ –　ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۶ء)، ۷: ۱۱۳۔

۶۰۔　**عہد نامہ عتیق**، خروج، ۳۱: ۱۴۔

رہا تھا کے متعلق حکم دیا گیا ہے: "خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ آدمی مار ڈالا جائے۔ ساری جماعت لشکر گاہ کے باہر اسے سنگ سار کرے، چناں چہ جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا، تو اسی کے مطابق جماعت نے اسے لشکر گاہ کے باہر لے جا کر سنگ سار کیا اور وہ مر گیا۔"(۶۱) قربانی جو یہودی شریعت میں ایک بڑی عبادت کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی توہین سے بھی منع کیا گیا ہے، جیسے **احبار** باب ۷ میں قربانی کے گوشت سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں: "اگر کوئی ایسا شخص جو ناپاک ہو رفاقت کی قربانی کا گوشت جو خداوند کا حصہ ہے کھالے تو ایسا شخص لازماً اپنے لوگوں میں سے خارج کیا جائے۔"(۶۲) اس عبارت میں قربانی کے گوشت کو ناپاک کر کے اس کی بے حرمتی کے مرتکب شخص کو جلاوطن کرنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ یہودی شریعت کے دیگر شعائر کی توہین کے متعلق **احبار** باب ۵ میں حکم دیا گیا ہے: "خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جب کوئی خداوند کی پاک چیزوں میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کر کے غیر ارادی طور پر خطا کرے، وہ بطور سزا ریوڑ میں سے ایک بے عیب مینڈھا خداوند کے حضور لائے۔"(۶۳) یہودیت میں شعائر کی توہین و بے حرمتی کا مرتکب شخص اگرچہ غیر ارادی طور پر ایسا کر گزرتا ہے تب بھی اس کو بطور کفارہ قربانی دینی پڑے گی۔

شریعت اسلامی میں شعائر اللہ کی توہین کا حکم

شریعت اسلامی میں شعائر چاہے فرائض ہوں یا غیر فرائض، دونوں کی یکساں تعظیم واجب ہے۔ اسی طرح شعائر اللہ کو قائم کرنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے۔ اگر کسی علاقے، گاؤں یا محلے کے لوگ مل کر شعائر اللہ میں کسی ایک کا بھی انکار کرے تو ان سے قتال کیا جائے گا۔(۶۴) اگر کوئی انفرادی حیثیت میں شعائر اللہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہو تو فقہا کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو جائے گا اور مرتد کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث مبارک میں موت کی سزا تجویز فرمائی ہے۔(۶۵) انفرادی طور پر شعائر کی بے حرمتی کی مثالیں کتب فقہ میں موجود

۶۱۔ نفس مصدر، گنتی، ۱۵: ۳۵، ۳۶۔

۶۲۔ نفس مصدر، احبار، ۷: ۱۹۔

۶۳۔ نفس مصدر، احبار، ۵: ۱۴۔

۶۴۔ **الموسوعة الفقهية الكويتية**، ۲۶: ۹۸۔

۶۵۔ محمد بن اسمٰعیل البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الجهاد والسير، باب لايعذب بعذاب الله، رقم: ۳۰۱۷۔

ہیں، جیسے **رد المحتار** میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ[۶۶] فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور کعبۃ اللہ، نماز یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب شخص مرتد ہے۔[۶۷] اسی طرح قرآن کریم کو گندگی میں ڈال کر اس کی توہین و بے حرمتی کرنے والے کو فقہانے مرتد قرار دیا ہے۔[۶۸]

مذکورہ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی میں شعائر اللہ کی توہین کی سزا موت ہے، لیکن یہ بات مد نظر رہے کہ چوں کہ شعائر اللہ کی توہین کا مرتکب مرتد ہو جاتا ہے اور فقہاء کے نزدیک مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔[۶۹]

تقابل

مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ سامی مذاہب میں تمام شعائر کی توہین ایک عظیم جرم و گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہودیت میں بعض شعائر کی جیسے سبت کی توہین کو سزائے موت کا موجب قرار دیا گیا ہے جب کہ بعض شعائر کی توہین پر جلاوطنی اور دیگر سزائیں ذکر کی گئی ہیں۔ عیسائیت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب قول جو اوپر مذکور ہے کی بنا پر یہی سزائیں نافذ ہوں گی۔ جب کہ شریعتِ اسلامی میں ایسا شخص مرتد کے حکم میں ہوگا۔ اگر تین دن میں وہ توبہ کر کے اپنے قول سے رجوع نہ کرے تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔

نتائج

شریعت اسلامی نے ہمیشہ سے مکالمہ بین المذاہب کی حوصلہ افزائی کی ہے، خصوصاً موجودہ دور میں چوں کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے ذرائع ابلاغ کی ترقی کے سبب آسانی سے ملتے جلتے ہیں، اس لیے مکالمہ کی ضرورت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ مکالمہ بین المذاہب کا قرآنی اصول مختلف مذاہب کی مشترکات کو سامنے لانا ہے۔ اسی طرح مکالمہ بین المذاہب تب ہی ممکن ہے جب ایک دوسرے کی شعائر دینیہ کی توہین و بے حرمتی سے بچا جائے۔

۶۶۔ ابن عابدین احمد بن عبد الغنی بن عمر (۱۲۳۸ھ۔۱۳۰۷ھ) فقہِ حنفی کے ماہر فقیہ اور مفتی تھے۔ آپ نے بیس (۲۰) کتابیں تصنیف کی۔ آپ کے رسائل نے بہت شہرت پائی۔ (الزرکلی، **الأعلام**، ۱: ۱۵۲)۔

۶۷۔ ابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار**، ۴: ۲۲۲۔

۶۸۔ احمد بن غانم المالکی، **الفواکه الدوانی** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۵ء)، ۲: ۲۰۰۔

۶۹۔ محمد بن ادریس الشافعی، **الأم** (بیروت: دار المعرفة، ۱۹۹۰ء)، ۱: ۲۹۵۔

زیرِ نظر مقالے میں سامی مذاہب کی مقدس کتب سے منقول عبارات سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ تمام سامی مذاہب میں شعائر دینیہ کی توہین ایک جرم ہے اور اس کے مرتکب کے لیے تمام مذاہب میں سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

ذات باری تعالیٰ اور مقدس شخصیات کی توہین و بے حرمتی پر تمام سامی مذاہب میں موت کی سزا مقرر ہے، البتہ یہودیت میں اس جرم کے مرتکب افراد کو سزاے موت دینے کے مختلف طریقے بیان ہوئے ہیں، جب کہ عیسائیت اور اسلام میں تلوار کے ذریعے سزاے موت کا ذکر ہے۔

سامی مذاہب میں دیگر شعائر دینیہ کے متعلق مختلف سزائیں مقرر ہیں، جیسے یہودیت میں سزاے موت اور جلاوطنی جب کہ دین اسلام میں اس جرم کا مرتکب مرتد ہو جاتا ہے۔ جسے توبہ کے لیے تین دن مہلت دینے کے باوجود توبہ نہ کرنے کی صورت میں قتل کیا جائے گا۔ موجودہ دور میں مذہب کے حوالے سے تناؤ کو ختم کرنے اور مکالمہ بین المذاہب کو فروغ دینے کا واحد راستہ یہ جس طرح اپنے مذہب کے شعائر کی تعظیم کی جاتی ہے، اسی طرح دوسرے مذاہب کے شعائر کی تعظیم کر کے فساد سے بچا جائے اور امن و آشتی کی فضا قائم کی جائے۔



pISSN 2518-5330
eISSN 2519-7118
www.uoh.edu.pk/jirs

ششماہی

مجلہ علوم اسلامیہ و دینیہ

جلد نمبر:۲، شمارہ نمبر:۱، جنوری-جون ۲۰۱۷

JIRS

مدیر:
ڈاکٹر جنید اکبر



شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور



مقالہ نگار شرکاء کا تعارف

ڈاکٹر حفصہ نسرین
سینیئر ایڈیٹر/ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو دائرۃ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمود احمد
وزٹنگ لیکچرر اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف اوکاڑہ

ڈاکٹر محمد اکرام اللہ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، جامعہ ہری پور

ڈاکٹر اظہار خان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جامعہ عبدالولی خان، مردان

ڈاکٹر آسیہ رشید
اسسٹنٹ پروفیسر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، لاہور کیمپس

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن
ڈین/چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ملاکنڈ

ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری
اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر عطاء اللہ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، جامعہ ہری پور

ڈاکٹر شہزادی پاکیزہ
اسسٹنٹ پروفیسر، فاطمہ جناح ومن یونیورسٹی، راولپنڈی

محمد نعیم جان
ایم فل سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر محمد انیس
پی ایچ ڈی ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر یاسر عرفات اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

ڈاکٹر محمد منشا طیب
ماہر مضمون اسلامیات، گورنمنٹ عارف ہائیر سیکنڈری سکول، لاہور

محمد جنید
ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، جامعہ ہری پور

محمد عادل
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ عبدالولی خان، مردان

محمد شاہ
پی ایچ ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ۔

ممتاز حسین
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ملاکنڈ

صفی اللہ صفی
پی ایچ۔ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

خضر حیات
ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، جامعہ ہری پور

حلیمہ اشفاق
ایم فل سکالر، فاطمہ جناح ومن یونیورسٹی، راولپنڈی

ڈاکٹر محمد ریاض سعید
لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

ڈاکٹر عرفان اللہ
اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

فہرست اردو مضامین

OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:2, Issue: 1, 2017
DOI: 10.12816/0037064, PP: 83-94

مذاہب عالم میں زنا کی سزاؤں اور متعلقہ تعلیمات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Punishments and related Teachings about adultery in World Religions

*** ڈاکٹر ابظاہر خان**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبدالولی خان مردان۔ abzahir@awkum.edu.pk

**** محمد عادل**

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبدالولی خان مردان

Abstract

Acquisition of peace, eradication of crimes and cleaning a society of all immoral activities is the basic and equal need of all human beings without any differentiation of any worldly and divine religions, on the basis of this need, Imam Ghazali declared "peace" is the purpose of Islamic jurisprudence. Islamic jurisprudence expects protection of faith, life, reason, race and property from humans for the humans. Protection and prevalence of theses five purposes is called peace in Islamic jurisprudence. In the religion of our world, there are two ways of acquisition of peace, eradication of crimes and protection of property, First awareness and fright of divine punishments on committing a sin or sins, Secondly, to punish the wrong doer on the basis of the nature of his/her crime in the circle of pure justice. These worldly punishments have remained different in different ages and religions while in our modern world and revolted era, punishments of Islamic Jurisprudence are considered stick and against the humans rights, especially punishments relating to adultery and fornication. It is therefore, considered imperative to compare these punishment relating to adultery and fornication , we have in our Islamic jurisprudence to those of other religion in order to unearth the relating of considering Islamic punishments strict and against the human rights.

Keywords: *Adultery, Semitic Religions, Religions, Punishment, Hudood.*

تمہید:

امن کا حصول، جرائم کی روک تھام، غیر اخلاقی سرگرمیوں سے معاشرے کی پاکیزگی بلا تفریق مذہب تمام انسانوں کی یکساں ضرورت ہے۔ امام غزالیؒ نے اسی ضرورت کی بنیاد پر امن کو مقصود شریعت قرار دیا: "مخلوق سے مقصود شرع پانچ ہیں: یہ کہ ان کے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کی جائے۔" [1] انہی مقاصد شریعت کے تحفظ و بقا کو امن کہا جاتا ہے۔ مذاہب عالم میں امن کے حصول، جرائم کی روک تھام اور معاشرے کو غیر اخلاقی سرگرمیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے دو طریقے اپنائے گئے ہیں۔ پہلا جرم کا ارتکاب کرنے پر اخروی عذاب سے ڈرانا جبکہ دوسرا طریقہ دنیا ہی میں مجرموں کو انصاف کے

کٹھرے میں لا کر جرم کی نوعیت کی بنیاد پر پر مختلف سزائیں دینا ہے۔ مختلف ادوار و مذاہب میں جرائم پر دی جانے والی دنیوی سزائیں مختلف رہی ہے۔لیکن عصر حاضر میں مختلف فورمز پر شریعت اسلامی میں مقرر کردہ سزاؤں کے متعلق یہ بات تسلسل کے ساتھ کہی جارہی ہے کہ یہ سزائیں انتہائی سخت اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہے، پھر اس میں خاص طور پر زنا پر مقرر کردہ سزاؤں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے۔اس لئے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ زنا سے متعلق شریعت اسلامی کی سزاؤں کے طریقوں کا دیگر مذاہب میں زنا پر مقرر کردہ سزاؤں سے تقابل کرکے مذکورہ بالا تصور کی حقیقت معلوم کی جاسکے۔

مذاہب عالم اور خاص طور پر سامی مذاہب میں جرم وسزا کے حوالے سے مختلف تحقیقات منظر عام پر آئی ہیں۔ان کتب میں " کتاب المقارنات والمقابلات " سر فہرست ہے۔جو محمد حافظ صبری کی تصنیف ہے۔اس کتاب حافظ صبری نے یہودیت واسلام کے حدود و معاملات کے تقابل کو موضوع بحث بنایا ہے۔یہ کتاب ۱۳۲۰ھ میں مطبعہ ہندیہ مصر سے شائع ہوئی۔

اس سلسلے کی دوسری کاوش پشاور یونیورسٹی میں لکھا گیا ایک پی ایچ ڈی تحقیقی مقالہ ہے جس کا عنوان "اسلام اور دیگر ابراہیمی مذاہب کی اساسی نصوص کے تناظر میں انسدادِ فساد اور اقامت امن کا تقابلی مطالعہ " ہے۔یہ مقالہ ۲۰۱۱ء میں عارف اللہ نے پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر کی نگرانی میں مکمل کیا۔اس مقالے میں صرف ادیان ابراہیمی میں مختلف جرائم کی سزاؤں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

اس موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ جامعہ پنجاب یونیورسٹی میں بھی لکھا جاچکا ہے۔اس پی ایچ ڈی مقالے کا عنوان"جرم وسزا ادیان عالم کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ "ہے۔یہ تحقیقی کے لئے مقالہ ۲۰۰۵ء میں سید امجد علی نے ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر کی نگرانی میں مکمل کیا۔اس مقالے میں دیگر مذاہب عالم میں جرم وسزا کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے "تاریخ نفاذ حدود" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے ,جس میں مختلف مذاہب میں بطور حد دی جانے والی سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔یہ کتاب فضلی سنز لمیٹڈ کراچی سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

ان تحقیقات میں جرائم اور سزاؤں کا مجموعی طور پر اور مخصوص مذاہب میں جرم وسزا کے تصور کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، لیکن مستقل طور پر زنا اور اس سے متعلقہ تعلیمات کو کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔اس لئے موجودہ کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس آرٹیکل میں زنا کے متعلق مذاہب عالم کی تعلیمات وسزاؤں کو یکجا کرکے ان کا باہمی تقابل کیا جائے گا۔اس مقالے کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے جز میں زنا کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کی جائے گی،دوسرے جز میں مذاہب عالم میں زنا کی تعریف اور زنا کے متعلق نظریات ذکر کرنے کے بعد ان تقابل کیا جائے گا اور تیسرے جز میں مذاہب عالم میں زنا پر مقرر سزاؤں کو نقل کرکے باہمی تقابل کیا جائے گا۔آخر میں مقالے سے اخذ شدہ نتائج ذکر کئے جائیں گے۔

زنا کی تعریف:

لغت میں زنا الرُّقِيِّ علی الشيء[2] (کسی چیز پر پیش رفت) کے معنی میں آتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

"وطئ الرجل المرأة في القبل في غير الملك وشبهة الملك [3]"

ترجمہ: کوئی مرد عورت کی شرمگاہ میں دخول کرے اس شرط کے ساتھ کہ ملکیت یا ملکیت کا شبہ نہ ہو۔

زنا کی تعریف اور احکام:

شریعت اسلامی میں زنا کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"وطئ مكلف طائع مشتهاة حالا أو ماضيا في القبل بلا شبهة ملك في دار الإسلام [4]"

ترجمہ: دار الاسلام میں مکلّف آدمی جو مجبور نہ ہو، صاحب شہوت عورت کی شرمگاہ میں وطی کرے اور اسے ملکیت کا شبہ نہ ہو۔

زنا ایک قبیح فعل ہے اور اس کا قبح عقلی و شرعی دلائل سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا[5]"

ترجمہ: اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لَاتَزنُوا کی بجائے لَاتَقْرَبُواالزِّنَا اس لئے فرمایا کہ زنا کی حرمت اور قبح بیان کرنے میں ابلغ ہے[6]۔

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا[7]"

ترجمہ: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے حاکم نہیں پکارتے اور نہ ہی خون کرتے ہیں جان کا کو منع کر دی اللہ نے مگر جہاں چاہیئے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ جا پڑا گناہ میں۔

رسول اللہ ﷺ سے جب بڑے گناہوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أن تزاني بحليلة جارك[8]"

ترجمہ: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے۔

زنا یہودیت کی نظر میں:

یہودیت میں زنا کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"كل اتصال جنسى غير شرعى كان يضاجع رجل امرأة غيره او فتاة مخطوبة لرجل آخر او فتاة حرة غير مخطوبة[9]"

ترجمہ: ہر وہ غیر شرعی جنسی ملاپ جو کسی دوسرے کی بیوی، منگیتر یا ایسی عورت سے کی جائے جس کی منگنی نہیں ہوئی ہو۔

دین اسلام کی طرح یہودیت میں بھی زنا کو ایک قبیح فعل تصور کیا جاتا ہے، شریعت موسوی میں خاص اہمیت کے حامل احکام عشرہ میں بھی زنا سے واضح الفاظ میں منع کیا گیا ہے جیسے خروج باب ۲۰ میں ہے:

"تو زنا نہ کرنا[10]"۔

یہودیت میں زنا کی قباحت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مذہبی پیشوا کاہن کو بدکار عورتوں سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے[11]۔

زنا مسیحیت کی نظر میں :

مسیحیت میں زنا کی تعریف میں عموم پیدا کرکے ان میں ہر قسم کی برائیوں کو شامل تصور کیا جاتا ہے:

"کل نجاسة فی الفکر و الکلام الاعمال وکل مایشتم شئ میں ذلک[12]"

ترجمہ: فکری نجاست ، کلام کی نجاست ،اعمال کی نجاست اور ہر وہ شے جس سے نجاست کی بو محسوس ہو زنا ہے۔

عہد نامہ جدید میں زنا کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایک شادی مرد اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت سے یا شادی عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے جنسی تعلقات قائم کرے[13]۔

مسیحیت میں زنا کی حرمت وقباحت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ متی کی انجیل باب ۵ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ایک قول میں کہا گیا کہ:

"تم زنا نہ کرنا، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی کسی عورت پر بری نظر ڈالتا ہے، وہ اپنے دل میں پہلے ہی اس کے ساتھ زنا کر چکا ہے[14]"۔

زنا ہندومت کی نظر میں:

ہندمت میں زنا کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"Adultery is sexual intercourse between a married man and a woman not his wife, or between a married woman and a man not her husband [15]".

ترجمہ: زنا ان جنسی تعلقات کا نام ہے جو ایک شادی شدہ مرد کا اپنی بیوی کے علاوہ کسی یا شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے قائم کریں۔

ہندو مت میں زنا ایک ایسا قبیح فعل تصور کیا جاتا ہے کہ بدکاری کا سبب بننے والے افعال کو بھی زنا قرار دیا گیا ہے، منو سمرتی باب ۸ میں زنا کے متعلق کہا گیا ہے:

" کسی پرائی عورت کو تحفہ دینا، اس کے زیورات یا کپڑوں کو چھونا یا اس کے ساتھ چارپائی پر بیٹھنا بدکاروں کے افعال تصور ہوں گے[16]"۔

ہندومت میں زنا کے متعلق البیرونی کتاب الہند میں لکھتے ہیں:

"لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کے نزدیک زناکاری جائز ہے حالانکہ حقیقت وہ نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں بلکہ قصہ یہ ہے کہ یہ لوگ زنا کی سزا میں سختی نہیں کرتے[17]"۔

زنا بدھ مت کی نظر میں:

بدھ مت میں زنا کی تعریف ن الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"Adultery is having sexual relations with another person while married or with a person married to another"[18].

ترجمہ: کسی شادی شدہ مرد کا اپنی بیوی کے علاہ کسی دوسری عورت، یا کسی شادی شدہ عورت کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے جنسی تعلقات رکھنا زنا کہلاتا ہے۔

بدھ مت میں زنا کو ایک ناجائز عمل تصور کیا جاتا ہے۔ بدھی اخلاقیات میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے دس

احکامات، جن میں پہلے پانچ کو "پنچ شل" کہا جاتا ہے، ان پانچ احکامات پر عمل ہر بدھی پیروکار پر فرض ہے چاہے وہ سنگھ کا رکن ہو، بھکشو ہو یا گھریلوں معتقد۔ ان احکامات میں ایک یہ ہے کہ ناجائز جنسی تعلقات استوار نہ کی جائے[19]۔ اسی طرح بدھ تعلیمات میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتے ہوئے دس گناہوں سے انتہائی سختی سے منع کیا گیا ہے جن میں سے ایک ناجائز جنسی تعلقات بنانا ہے[20]۔

مذاہب عالم میں زنا کے متعلق تعلیمات کا تقابلی جائزہ:

اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت اور بدھ مت کے مقدس کتب میں سے زنا کے متعلق عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زنا تمام سامی مذاہب اور غیر سامی مذاہب میں حرام ہے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تمام مذاہب میں زنا سے قریب کرنے والے افعال جیسے، بد نظری، تحفے تحائف دینا، چھونا وغیرہ سے منع کیا گیا ہے، تاکہ ہر طرح سے یہ بات یقینی بنائی جائے کہ معاشرے میں غیر اخلاقی سرگرمیاں فروغ نہ پائے۔ اسی طرح تمام مذاہب میں ظاہری برائی کے ساتھ زنا کو روحانی طور پر بھی برے اثرات کا پیش خیمہ بھی بتایا گیا۔

شریعت اسلامی میں زنا کی سزا:

شریعت اسلامی میں زنا ان جرائم میں شامل ہے، جس کی سزا اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائی ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں سزاؤں کو حد کہا جاتا ہے[21]۔ ابتدائے اسلام زنا کے ارتکاب پر عورت کو تاحیات گھر میں قید رکھنے اور مرد کو ایذاء دینے کا حکم تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کو بیان کیا گیا کہ یہ سزائیں اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کوئی راہ نہیں نکال لیتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا[22]"

ترجمہ: مسلمانو تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کردے یا خدا ان کے لئے کوئی اور سبیل (پیدا) کرے۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیکوکار ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔

یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا اور اس کی جگہ مستقل سزاؤں نے لے لی۔ حد زنا میں دو قسم کی سزائیں شامل ہیں:

1: غیر محصن (غیر شادی شدہ) کو سو کوڑے مارنا، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ[23]"

ترجمہ: بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔

غیر شادی شدہ کے لئے سو کوروں کی سزا احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب الجلد والرجم[24]"

ترجمہ: مجھ سے لے لو اللہ تعالیٰ عورتوں کے لئے راہ نکال لی، کنوارے مرد اور کنواری عورت کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے ملک بدر کر دو اور شادی شدہ مرد و عورت کو کوڑے مارو اور سنگسار کر دو۔

2: محصن (شادی شدہ) سنگسار کرنا، اہل سنت والجماعت کا اس بات اتفاق ہے کہ محصن (شادی شدہ) مرد و عورت کو بطور حد زنا سنگسار کیا جائے گا۔ رجم کے ثبوت پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

۱: "اذهبوا به فارجموه[25]"

ترجمہ: اس (ماعزؓ) کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو۔

۲: رسول اللہ ﷺ سے جب زنا کے مقدمے میں رجوع کیا گیا تو آپ نے سیدنا انیسؓ سے فرمایا:

"فإن اعترفت فارجمها[26]"

ترجمہ: اگر وہ عورت زنا کا اقرار کرلے، تو اس کو سنگسار کر دو۔

۳: "أن النبي ﷺ رجم يهوديين[27]"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دو یہودیوں (مرد و عورت) کو سنگسار کیا) ہے۔

اس علاوہ حد زنا میں تیسری سزا جلا وطنی بھی شامل ہے لیکن وہ سزا کی مستقل قسم نہیں بلکہ وہ کوڑوں کے ساتھ ضمناً سزا میں داخل ہے اور اس کو حاکم کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو سو (۱۰۰) کوڑے مارنے کے بعد جلا وطن بھی کر سکتا ہے۔

یہودیت میں زنا کی سزا:

یہود کی مقدس کتب تورات یا عہد نامہ عتیق (Old testament) اور تالمود شامل ہیں۔ تورات اگرچہ تحریف کی وجہ سے اپنے اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہی لیکن پھر بھی یہودیت کے ماننے والوں کے نزدیک مقدس سمجھی جاتی ہیں۔ للذا ان کتب سے زنا کی سزا سے متعلق آیات (Verses) نقل کی جائیں گی۔

احبار باب ۲۰ اور استثنیٰ باب ۲۳ میں بدکاری کے مرتکب مرد و عورت دونوں کو جان سے مارنے کا حکم دیا گیا ہے:

"اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی یعنی اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے، تو زانی اور زانیہ دونوں مار دیئے جائیں[28][29]"۔

استثنیٰ باب ۲۳ میں کنواری لڑکی سے زنا کرنے والے کے متعلق سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

"کنواری لڑکی جس کی نسبت طے پاچکی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اس سے صحبت کرلے، تو تم ان دونوں کو شہر کے پھاٹک پر لے آنا اور انہیں سنگسار کرکے مار ڈالنا[30]"۔

تالمود میں مختلف جرائم کی سزا رجم مقرر کی گئی ہے۔ ان جرائم میں زنا بھی شامل ہے[31]۔

احبار باب ۲۱ میں زانیہ کے لئے آگ میں جلانے کی سزا تجویز کی گئی ہے:

"اگر کسی کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرتی ہے تو وہ اپنے باپ کی رسوائی کا سبب بنتی ہے، لازم ہے کہ وہ آگ میں جلا دی جائے[32]"۔

تالمود میں کاہن کی فاحشہ بیٹی جو اپنے باپ کی رسوائی کا باعث بنتی ہے۔ اس کو بطور سزا آگ میں جالنے کا حکم دیا گیا ہے[33]۔

یہودیت میں زنا بالجبر کے لئے بھی سزائے موت مقرر کی گئی ہے:

"اگر کوئی آدمی کسی لڑکی کو جس کی نسبت طے ہو چکی ہے کسی میدان میں پا کر اس کے ساتھ زنا کرتا ہے تو صرف اس آدمی کو مار ڈالا جائے اور لڑکی کو کچھ نہ کہا جائے[34]"۔

استثنیٰ باب ۲۲ میں زنا کی سزا جرمانے کی صورت دینے کا بھی حکم موجود ہے:

"ایسی کنواری لڑکی جس کی نسبت کسی سے طے نہیں ہوئی، اس سے کوئی زنا بالجبر کرتا ہے تو وہ آدمی لڑکی کے باپ کو پچاس (۵۰) مثقال چاندی ادا کرے اور لڑکی سے شادی کر لے[35]"۔

مسیحیت میں زنا کی سزا:

عیسائیوں کے ہاں دو کتابیں مقدس سمجھی جاتی ہیں یعنی عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید۔ عہد نامہ جدید میں زنا کی سزا سے متعلق براہ راست احکامات موجود نہیں البتہ بعض آیات سے مسیحیت میں زنا کی سزا پر دلالت ہوتی ہے، جیسے انجیل میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب قول ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کو رد کرنے آیا ہوں۔ میں انہیں رد نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نابود نہیں ہو جاتے شریعت کا چھوٹا سا شوشہ تک مٹنے نہ پائے گا[36]"۔

یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عہد نامہ عتیق میں جو احکامات موجود ہیں وہی عیسائیوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں، اس لئے عیسائیت میں بھی زنا کی وہی سزا ہونی چاہیئے جو تورات میں ذکر کی گئی ہے۔

یوحنا کی انجیل میں ایک واقعہ نقل ہے جس میں کہا گیا کہ کچھ لوگ ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور یسوع مسیح سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے احکامات کے مطابق اس عورت کو سنگسار کرنے کا فیصلہ کرنے کو کہا تو آپ علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ تم سے جو بے گناہ ہے وہی پہلے اس کو پتھر مارے[37]۔

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"کتاب مقدس کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاں بھی زانیہ کی رجم مقرر ہے[38]"۔

ہندومت میں زنا کی سزا:

ہندومت میں قانون کے حوالے سے اہم کتب میں منوسمرتی، ارتھ شاستر اور دھرم شاستر شامل ہیں۔ ہندومت میں زنا کی سزا سے متعلق احکامات انہی کتب میں موجود ہیں۔ لیکن یہ بات رکھنی چاہیئے کہ ذات پات کے نظام کی وجہ سے زنا کے احکامات بھی مختلف ذاتوں کے لئے مختلف ہیں۔ ذیل میں ان کتب سے عبارات نقل کی جائے گی۔

" کسی اعلیٰ نسب کی حامل خاتون سے جنسی زیادتی کرے، تو موت کی سزا کا حق دار ہو گا[39]"۔

ایک اور جگہ لکھا ہے:

"برہمن عورت سے زنا کرنے والے شودر کو چٹائی میں لپیٹ کر جلا دیا جائے۔ اسی طرح بادشاہ کی بیوی سے زنا کرنے والے کو مٹکے میں بند کر کے جلا دیا جائے[40]"۔

اعلیٰ ذات کی عورت کو بدکاری کرنے پر سزا کی حقدار ٹھہرے گی، جیسے منوسمرتی میں آیا ہے:

اونچے ذات کی شادی شدہ عورت کو زنا کرنے پر کتوں سے مروانے اور شادی شدہ مرد کو لوہے کی پلنگ کو آگ میں تپا کر

اس میں جلانے کی سزا تجویز کی گئی ہے[41]۔

ہم پلہ ذات کی عورت سے زنا کرنے والے متعلق کہا گیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں یا ۴۰۰ پن جرمانہ کیا جائے[42][43]۔

اونچی ذات کا مرد کم ذات عورت سے زنا کرے تو اسکے متعلق کہا گیا:

"گھٹیا ذات کی عورت سے زنا کرنے والے کی پیشانی داغ کر ملک بدر کر دیا جائے[44]"۔

البیرونی ہندوؤں میں زنا کی سزا کے متعلق لکھتے ہیں:

"زانیہ عورت کی سزا یہ ہے کہ اپنے شوہر کے گھر نکال دی جاتی اور جلاوطن کر دی جاتی تھی[45]"۔

بدھ مت میں زنا کی سزا:

بدھ مت کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عدم تشدد اس کے اساس میں شامل ہے۔ بدھ مت میں زنا کے حوالے سے احکامات واضح طور پر موجود نہیں۔ لیکن بعض اقوال زنا کے قابل سزا ہونے پر دلالت کرتی ہے، جیسے بدھ کے ایک وعظ میں کہا گیا:

"کسی عورت کو ناپاک نگاہ سے نہ دیکھو جو کوئی دوسرے شخص کی عورت کو ناپاک نگاہ سے دیکھتا ہے وہ پاکیزگی کے قانون کو توڑنے کا مرتکب ہوتا ہے[46]"۔

اس قول میں وضح طور پر کہا گیا کہ عورت کو ناپاک نگاہ سے دیکھنا قانون توڑنے کے مترادف ہے تو زنا کرنا بطریق اولیٰ قانون شکنی اور قابل سزا جرم ہوگا۔

اسی طرح ایک موقع پر کہا گیا کہ محض عورت کو خیال میں کام کرنے کی خواہش سے متحرک دیکھو تو بطور سزا خود اپنی آنکھیں لوہے کی گرم سلاخوں سے نکالو[47]۔

بدھ مت کے پیروکار راجہ اشوک کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں ہندومت کی کتابوں دھرم شاستر اور دھرم شترہ میں موجود قوانین کے مطابق مختلف جرائم کی سزاؤں کا نفاذ کیا تھا۔ راجہ اشوک کے لکھوائے گئے ستونی کتبوں میں بھی سزاؤں کا ذکر ملتا ہے، جیسے ستونی کتبہ چہارم میں کہا گیا ہے:

"میں نے حکم دیا کہ ایسے مجرموں کو جنہیں سزائے موت دی گئی ہے، تین دن کی مہلت دی جائے[48]"۔

اگرچہ اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ راجہ اشوک نے کن جرائم پر سزائے موت مقرر تھی لیکن ہندومت کی کتب کے قوانین کے نفاذ سے ثابت ہوتا ہے کہ قابل سزا جرائم میں زنا شامل رہی ہوگی۔

مذاہب عالم میں زنا پر مقرر سزاؤں کا تقابلی جائزہ:

یہودیت، عیسائیت، اسلام، ہندومت اور بدھ مت کے مقدس کتب میں موجود زنا کی سزا سے متعلق عبارات کا جائزہ لینے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ زنا تمام مذاہب میں قابل سزا جرم ہے۔

یہودیت میں زنا پر چار قسم کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں: سنگساری، سزائے موت، آگ میں جلانا اور مالی جرمانہ۔

ہندومت میں زانی کے لئے پانچ قسم کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں: آگ میں جلانا، سزائے موت، جلاوطن کرنا، اعضاء کاٹنا اور جرمانہ

دین اسلام میں دو قسم کی مستقل سزاؤں کا حکم دیا گیا ہے: سنگساری اور کوڑوں کی سزا جبکہ جلاوطنی غیر مستقل سزا ہے۔
اسلام، یہودیت، ہندومت کے کتب مقدسہ میں تو واضح طور پر بدکاری پر سزائے موت کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ عیسائیت اور بدھ مت میں واضح احکامات نہ ہونے کے باوجود عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مذاہب میں زنا پر یہی سزا مقرر ہے۔
دیکھا جائے تو یہودیت اور ہندومت میں بعض صورتوں میں زانی کو آگ میں جلانے کا حکم ہے جبکہ شریعت اسلامی میں آگ کے ذریعے سزا دینے کی شدید ممانعت آئی ہے، حدیث مبارک میں آتا ہے:

"لا يعذب بالنار إلا رب النار[49]"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ آگ کے ذریعے عذاب دے۔
اسلام اور یہودیت میں سنگساری کی سز تجویز کی گئی ہے لیکن اسلام میں یہ سزا صرف شادی شدہ زانی کے ساتھ خاص ہے جبکہ یہودیت میں مطلقاً اس سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ امام شاہ ولی اللہؒ سامی مذاہب میں رجم کے متعلق فرماتے ہیں:

"وَاعْلَم أَنه كَانَ من شَرِيعَة من قبلنَا الْقصاص فِي الْقَتْل، وَالرَّجم فِي الزِّنَا وَالْقطع فِي السّرقَة، فَهَذِهِ الثَّلَاث كَانَت متوارثة فِي الشَّرَائِع السماوية[50]"

ترجمہ: جان لو کہ ہم سے پہلے شرائع میں قتل پر قصاص، زنا پر سنگساری اور چوری میں ہاتھ کاٹنا مشروع تھا، پس یہ تینوں سزائیں آسمانی شرائع میں چلی آرہی ہیں۔
ہندومت اور اسلام میں جلاوطنی کی بھی سزا موجود ہے لیکن ہندومت میں مستقل سزا کی شکل میں جبکہ اسلام مستقل سزا کے طور پر نہیں بلکہ اس سزا حاکم کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے
یہودیت اور ہندومت میں زانی پر بعض صورتوں مالی جرمانہ بھی عائد کیا گیا ہے جبکہ شریعت اسلامی میں زنا کے معاملے میں مالی جرمانہ سے واضح طور منع کیا گیا ہے، جیسے صحیح البخاری کی روایت ہے:

"قال إن ابني كان عسيفا على هذا زنى بامرأته فأخبروني أن على ابني الرجم فافتديت منه بمائة شاة وجارية لي ثم إني سألت أهل العلم فأخبروني أن ما على ابني جلد مائة وتغريب عام وإنما الرجم على امرأته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلمأما والذي نفسي بيده لأقضين بينكما بكتاب الله أما غنمك وجاريتك فرد عليك وجلد ابنه مائة وغربه عاما وأمر أنيس الأسلمي أن يأتي امرأة الآخر فإن اعترفت رجمها فاعترفت فرجمها[51]"

ترجمہ: اس نے کہا میرا ایک بیٹا اس شخص کے ہاں نوکر تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجن (سنگساری) کی سزا جاری ہوگی، میں نے فدیہ میں اس شخص کو سو بکریاں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں اہل علم سے دریافت کیا، انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہے اور اس کی بیوی پر رجم (سنگساری) کی سزا ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ تیری بکریاں اور لونڈی تجھے واپس کر دی جائیں گی اور تیرے بیٹے پر سو کوڑوں کی اور ایک سال جلاوطنی کی سزا جاری ہوگی اور انیس کو حکم دیا کہ اس شخص کی بیوی کے پاس جائے، تو اگر وہ اقرار کرے تو اسے رجم (سنگسار) کردیں، پس اس عورت نے اقرار کیا، تو اسے رجم (سنگسار) کر دیا گیا۔
ہندومت میں اعضاء کاٹنے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ یہودیت اور اسلام میں زنا کے لئے ایسی کسی سزا کا ذکر موجود نہیں۔

یہودیت اور ہندومت میں سزا کے معاملے میں معاشرے میں مقام کی بنا پر سزا میں تبدیلی کا تصور موجود ہے جیسے ہندومت میں اونچے طبقے کے لئے سزا میں نرمی اور نچلے طبقے کے لئے انتہائی سختی رکھی گئی ہے۔اسی طرح یہودیت میں کاہن کی بیٹی کو خاص طور پر آگ میں جلانے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ شریعت اسلامی میں سزا کے معاملے میں معاشرے کے افراد کی حیثیت کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ قانون کی نظر میں معاشرے کے تمام افراد برابر ہے۔

نتائج:

- زنا تمام سامی وغیر سامی مذاہب میں حرام اور اخلاقی برائی تصور کی جاتی ہے۔
- تمام مذاہب میں ایسے افعال جو زنا کی طرف لے جانے والے ہو ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔
- اکثر مذاہب میں زنا پر وہی سزائیں مقرر ہیں جو کہ دین اسلام میں مقرر ہیں۔
- دیگر مذاہب میں بعض ایسی سزائیں بھی موجود ہیں جس کو شریعت اسلامی نے ممنوع قرار دیا ہے۔
- تمام شرائع میں سزاؤں کے نفاذ کا مقصد مجرم کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے نہیں بلکہ معاشرے کے امن وامان کو یقینی بنانے کے لئے ہے۔

حواشی و مصادر

(1) محمد بن محمد الغزالی، المستصفیٰ، ۱: ۱۷۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء

(2) زین الدین محمد بن تاج العارفین، التوقیف علی مہمات التعاریف، ۱: ۱۸۷، عالم الکتب، القاہرۃ، ۱۴۱۰ھ

(3) علی بن ابی ابکر الرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدیٔ، ۲: ۳۴۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ت ن

(4) ابن ہمام محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، ۵: ۲۴۷، دار الفکر، بیروت، ت ن

(5) الاسراء، ۱۷: ۳۲

(6) فخر الدین محمد بن عمر الرازی، مفاتیح الغیب، ۲۰: ۳۳۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

(7) الفرقان، ۲۵: ۶۸

(8) محمد بن اسمٰعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب والذین لا یدعون مع اللہ، رقم الحدیث: ۴۷۶۱

(9) عبد الملک، ابراہیم، قاموس الکتاب المقدس، جون الیگزینڈر، تھامسن، ۴۳۷، مجمع الکنائس، بیروت، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

(10) عہد نامہ عتیق، خروج، ۲۰: ۱۵

(11) عہد نامہ عتیق، احبار، ۲۱: ۹

(12) قاموس الکتاب المقدس، ۴۳۷

(13) عہد نامہ جدید، مرقس، ۱۰: ۱۲

(14) عہد نامہ جدید، متی، ۵: ۲۹

(15) http://www.advocatekhoj.com

(16) Manusmriti: The Laws Of Manu, Translated by G.Bulher,52 (8 :357)

(17) ابو ریحان البیرونی، کتاب الہند، ۲۷۵، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۱ء

(18) http://www.buddhisma2z.com/content.php?id=5

(19) کرشن کمار، گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک، ۲۷۴، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷ء

(20) عبداللہ مصطفیٰ نو مسوک، البوذیۃ، ۱۳۶، مکتبۃ اضواء السلف، الریاض، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

(21) علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی، کتاب التعریفات، ۱: ۸۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ

(22) سورۃ النساء، ۴: ۱۵، ۱۶

(23) الاسراء، ۱۷: ۳۲

(24) مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا، رقم الحدیث: ۱۶۹۰

(25) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب سؤال الامام المقر ہل احصنت، رقم الحدیث: ۶۸۲۵

(26) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باالاعتراف بالزنا، حدیث: ۶۸۲۷

(27) محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب رجم الیہودی الیہودیۃ، رقم الحدیث: ۲۵۵۶

(28) عہد نامہ عتیق، احبار، ۲۰: ۱۰

(29) عہد نامہ عتیق، استثنٰی، ۲۳: ۲۲

(30) نفس مصدر، ۲۳: ۲۴

(31) تالمود، ۴: ۱۷۰

(32) عہد نامہ عتیق، احبار، ۲۱: ۹

(33) تالمود، ۴: ۱۷۹

(34) عہد نامہ جدید، استثنٰی، ۱۳: ۲۵

(35) عہد نامہ جدید، استثنٰی، ۲۲: ۲۸-۳۰

(36) عہد نامہ جدید، متی، ۱۷: ۵، ۱۸

(37) عہد نامہ جدید، یوحنا، ۸: ۳-۱۱

(38) ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، تاریخ نفاذ حدود، ۷۷، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۹۸ء

(39) Manusmriti,52 (8 :360)

(40) کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، مترجم سلیم اختر، ۳۰۸، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء

(41) Manusmriti,55 (8 :371)

(42) نفس مصدر، ۳۰۲

(43) Manusmriti,55 (8 :367)

(44) ارتھ شاستر، ۳۰۸

(45) کتاب الہند، ۵۱۵

(46) سید امجد علی، جرم وسزا ادیان عالم کے تناظر میں، ۲۲۶، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور، ۲۰۰۵ء

(47) نفس مصدر

(48) چوہدری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ۲۵۷، علمی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

(49) سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب کراہیۃ حرق العدو بالنار، رقم الحدیث : ۲۶۷۳

(50) امام احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۲ : ۲۴۵، دار الجیل، بیروت، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

(51) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حدیث : ۶۸۲۷